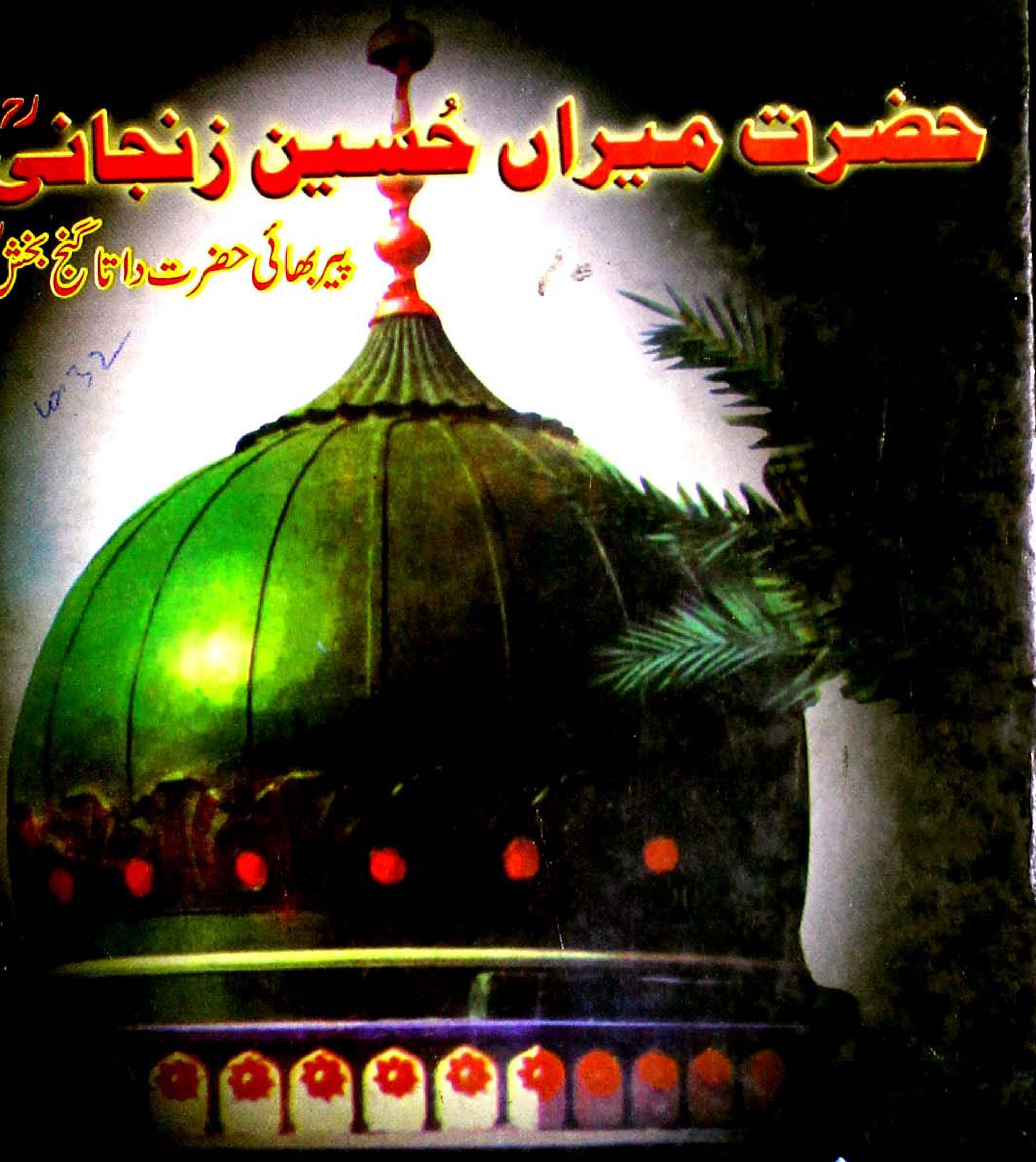

حضرت میراں حُسین زنجانیؒ

پیر بھائی حضرت داتا گنج بخشؒ

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیاء

سینہ میراں حُسین اُم الکتاب اولیاء

شمعِ زنجان

مولف
صاحبزادہ سید افضال حُسین زنجانی

Marfat.com

حضرت میراں حُسین زنجانیؒ

پیر بھائی حضرت داتا گنج بخشؒ

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیاء

سینہ میراں حُسین اُم الکتاب اولیاء

شمعِ زنجان

مولف
صاحبزادہ سید افضال حُسین زنجانی

Marfat.com

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد

ایران کے مشہور و معروف تاریخی شہر زنجان کے

خاندان سادات اکابرین کا مستند اور مفصل تذکرہ

جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں تبلیغ اسلام کے

سلسلے میں نمایاں کردار ادا کیا

موسوم بہ

شمع زنجان

مولف: صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

سجادہ نشین دربار حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب شمع زنجان

مولف صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

تعداد بار اول ایک ہزار

84683

سال اشاعت 2003

کمپوزنگ پرنٹنگ چراغ ربانی پرنٹرز رائل پارک ہجویری مارکیٹ لاہور

شجرہ سیّد محمد یوسف زنجانی ۔ سیّد افضال حسین زنجانی

پروف ریڈنگ پروفیسر سید فدا حسین زنجانی شاد باغ لاہور

سید سخاوت علی زنجانی ڈسٹرکٹ اینڈ لیبر آفیسر لاہور

محرک سید لیاقت علی زنجانی کینال ویو تاج باغ لاہور

قیمت 200.00 روپے

کتاب خریدنے کیلئے

1- چاند بک ڈپو دلاور روڈ چاہ میراں لاہور

2- لیاقت بک ڈپو چوک گھوڑے شاہ چاہ میراں لاہور

3- نوید بک ڈپو بازار قلعہ گجر سنگھ لاہور

4- کامران بک ڈپو مین بازار گنج مغل پورہ لاہور

5- رحمت منزل گلی نمبر 5 مکان نمبر 36 حکیم اشرف پارک چاہ میراں لاہور

Marfat.com

فہرست — شمعِ زبان — صفحہ نمبر

☆ کتابیات ---------- ۰
☆ ابتدائیہ ---------- ۱
☆ زیرِ نظر ---------- ۳
☆ ہدیہ سپاس ---------- ۴
☆ منقبت ---------- ۷
☆ منقبت ---------- ۸
☆ منقبت ---------- ۹
☆ منقبت ---------- ۱۰
☆ منقبت ---------- ۱۱
☆ منقبت ---------- ۱۳
☆ منقبت ---------- ۱۴
☆ سادات ---------- ۱۵

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ زنجان ---------------------- ۲۵

☆ خاندان ---------------------- ۲۸

☆ شہرہ آفاق روایت ---------------------- ۳۵

☆ لاہور آمد سے قبل ---------------------- ۳۷

☆ سفر تبلیغ کے حالات ---------------------- ۵۴

☆ مارگلہ میں آپکی کرامت ---------------------- ۶۴

☆ گکھڑ میں قیام ---------------------- ۶۵

☆ لاہور میں آمد ---------------------- ۶۶

☆ مرشد کا خواب میں آنا ---------------------- ۷۰

☆ ایک ہندو کا مسلمان ہونا ---------------------- ۷۲

☆ مسلح راجپوتوں کا حملہ کرنا ---------------------- ۷۶

☆ ہندو کسان کا مسلمان ہونا ---------------------- ۸۳

☆ آپکی دُعا سے اولاد کا ہونا ---------------------- ۹۰

☆ رام چند کا مسلمان ہونا ---------------------- ۹۷

Marfat.com

فہرست　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحہ نمبر

☆ غیبی کھانا ---------------------- ۱۰۴

☆ ملاح سنتو رام کا واقعہ ---------------- ۱۰۷

☆ روحانی طاقت کا واقعہ ---------------- ۱۱۰

☆ تین عقیدت مندوں کی حاضری ------- ۱۱۲

☆ آپکی پیش گوئی -------------------- ۱۱۴

☆ ارشادات عالیہ ---------------------- ۱۲۰

☆ آپکے پیش رو ------------------------ ۱۲۳

☆ خواجہ صاحب کی حاضری --------------- ۱۲۴

☆ چلہ مبارک کی حقیقت ---------------- ۱۲۷

☆ تعلیمات کی تشریح ------------------ ۱۲۸

☆ سلسلہ طریقت کے حالات زندگی ۱۴۱

☆ اقوال پیر طریقت ۱۴۴

☆ حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری ۱۴۵

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ حضرت ابوبکر شبلیؒ ---------------------------- ۱۴۷
☆ کمالات و روحانیت ---------------------------- ۱۵۰
☆ حضرت جنید بغدادیؒ ---------------------------- ۱۵۴
☆ روزہ مبارک ---------------------------- ۱۶۲
☆ دربار کی سابقہ حالت ---------------------------- ۱۶۴
☆ دربار کی موجودہ حالت ---------------------------- ۱۶۹
☆ عرس مبارک ---------------------------- ۱۷۲
☆ سجادہ نشین ---------------------------- ۱۷۵
☆ حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان ---------- ۱۷۹
☆ آپ کی آمد کے بارے میں تاریخی اختلاف ---------- ۱۸۰
☆ وفات (پردہ کرنے کا دن) ---------------------------- ۱۸۳
☆ عرس مبارک ---------------------------- ۱۸۶
☆ حضرت سید موسیٰ زنجانیؒ ---------------------------- ۱۸۷
☆ حضرت سید یعقوب زنجانیؒ کی اولاد ---------- ۱۹۱
☆ حضرت سید منصور مکی زنجانی کالووالی ضلع سیالکوٹ ---- ۱۹۵

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ پیر طریقت سید کرم علی شاہ زنجانیؒ ---------------- ۱۹۷
☆ پیر سید احمد شاہ زنجانیؒ ---------------------------- ۱۹۹
☆ پیر سید مدد علی شاہ زنجانیؒ ------------------------ ۲۰۱
☆ پیر طریقت سید شفقت علی شاہ زنجانیؒ --------------- ۲۰۳
☆ پیر سید سردار علی شاہ زنجانیؒ ---------------------- ۲۰۶
☆ پیر سید احمد حسن شاہ زنجانیؒ خانوہارنی شریف -------- ۲۰۸
☆ حضرت سید امام علی الحق شہید سیالکوٹ ------------- ۲۱۱
☆ تحقیقی جائزہ ------------------------------------ ۲۱۶
☆ حضرت شیخ اسماعیل بخاریؒ ------------------------ ۲۳۵
☆ حضرت سید علی ہجویریؒ --------------------------- ۲۳۸
☆ سلسلہ بیعت ------------------------------------- ۲۴۲
☆ اتباع شریعت ------------------------------------ ۲۴۴
☆ مقام ابوحنیفہؒ ------------------------------------ ۲۴۵
☆ میراں حسین زنجانیؒ کا جنازہ ---------------------- ۲۴۷
☆ شیخ حسام الدین سے ملاقات ----------------------- ۲۴۸

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ شیخ ہندی کا قبول اسلام ---------------------------- ۲۴۹

☆ مسجد سے متعلق ایک کرامت ---------------------- ۲۵۱

☆ تبلیغ و فیوض و برکات ---------------------------- ۲۵۴

☆ حضرت علی ہجویریؒ کی لاہور میں دوبارہ آمد ------------ ۲۵۵

☆ حضرت علی ہجویریؒ کی تصفینات ------------------ ۲۵۵

☆ حضرت علی ہجویریؒ کے ارشادات عالیہ -------------- ۲۶۰

☆ وصال مبارک ------------------------------------ ۲۶۳

☆ حضرت شیخ ابوالسعید لاہوریؒ ---------------------- ۲۶۵

☆ حضرت شیخ احمد حمادی سرخسیؒ ------------------ ۲۶۶

☆ حضرت حسام الدین لاہوریؒ ------------------------ ۲۶۹

☆ شیخ ہندی لاہوریؒ ---------------------------------- ۲۷۰

☆ حضرت عزیز الدین پیر مکی جنیدیؒ ------------------ ۲۷۷

☆ حضرت سید احمد توختہ لاہوریؒ ---------------------- ۲۸۴

☆ قبروں کی زندگی ---------------------------------- ۲۸۶

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ حضرت جلال الدین سیوطی کا عقیدہ ۲۸۷
☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ کا عقیدہ ۲۸۸
☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا عقیدہ ۲۹۰
☆ شیخ علامہ نبہانیؒ کا عقیدہ ۲۹۲
☆ صاحب نورالایضاحؒ علامہ شرنبلالی کا عقیدہ ۲۹۴
☆ علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ کا عقیدہ ۲۹۴
☆ حضور سیدنا غوث پاکؒ کا عقیدہ ۲۹۶
☆ حضرت شیخ علی بن ہیتیؒ کا عقیدہ ۲۹۷
☆ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ ۲۹۸
☆ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا عقیدہ ۲۹۹
☆ حضرت خواجہ غریب نواز کا عقیدہ ۳۰۱
☆ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کا عقیدہ ۳۰۱
☆ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا عقیدہ ------ ۳۰۲
☆ حضرت جامیؒ کا عقیدہ ۳۰۳

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر

☆ حضرت امام شافعیؒ کا عقیدہ ---------- ۳۰۶

☆ عارف باللہ علامہ صاوی مالکیؒ کا عقیدہ ---------- ۳۰۷

☆ حضرت صوفی حمید الدینؒ کا عقیدہ ---------- ۳۰۷

☆ محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا عقیدہ ---------- ۳۰۸

☆ حضرت جامیؒ کا عقیدہ ---------- ۳۰۹

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاریؒ کا عقیدہ ---------- ۳۱۰

☆ علامہ ابن عابدین شامیؒ کا عقیدہ ---------- ۳۱۱

☆ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا عقیدہ ---------- ۳۱۲

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا عقیدہ ---------- ۳۱۳

☆ شجرہ خاندان سادات زنجانیہ ----------

Marfat.com

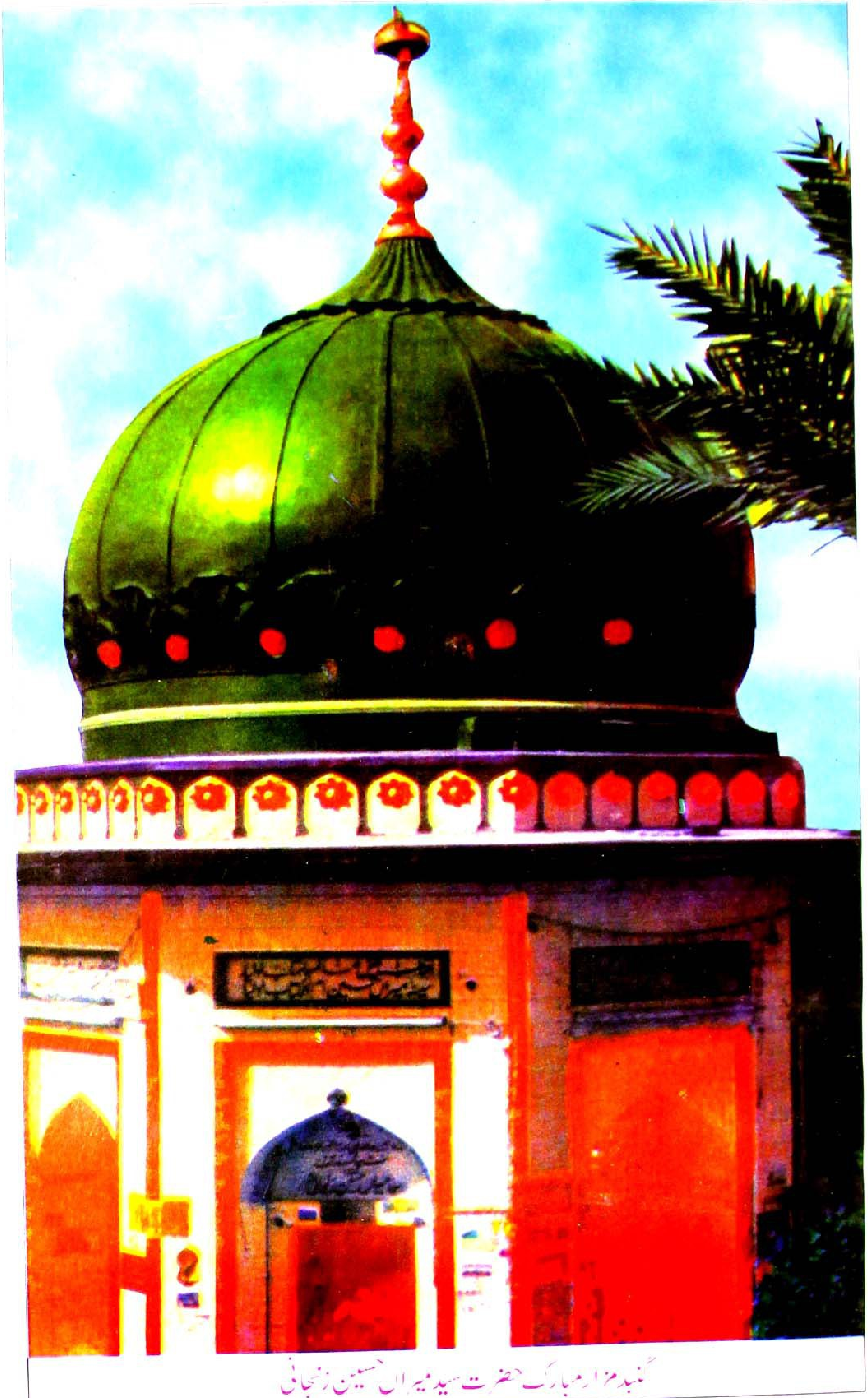

گنبد مزار مبارک حضرت سید میراں حسین زنجانی

Marfat.com

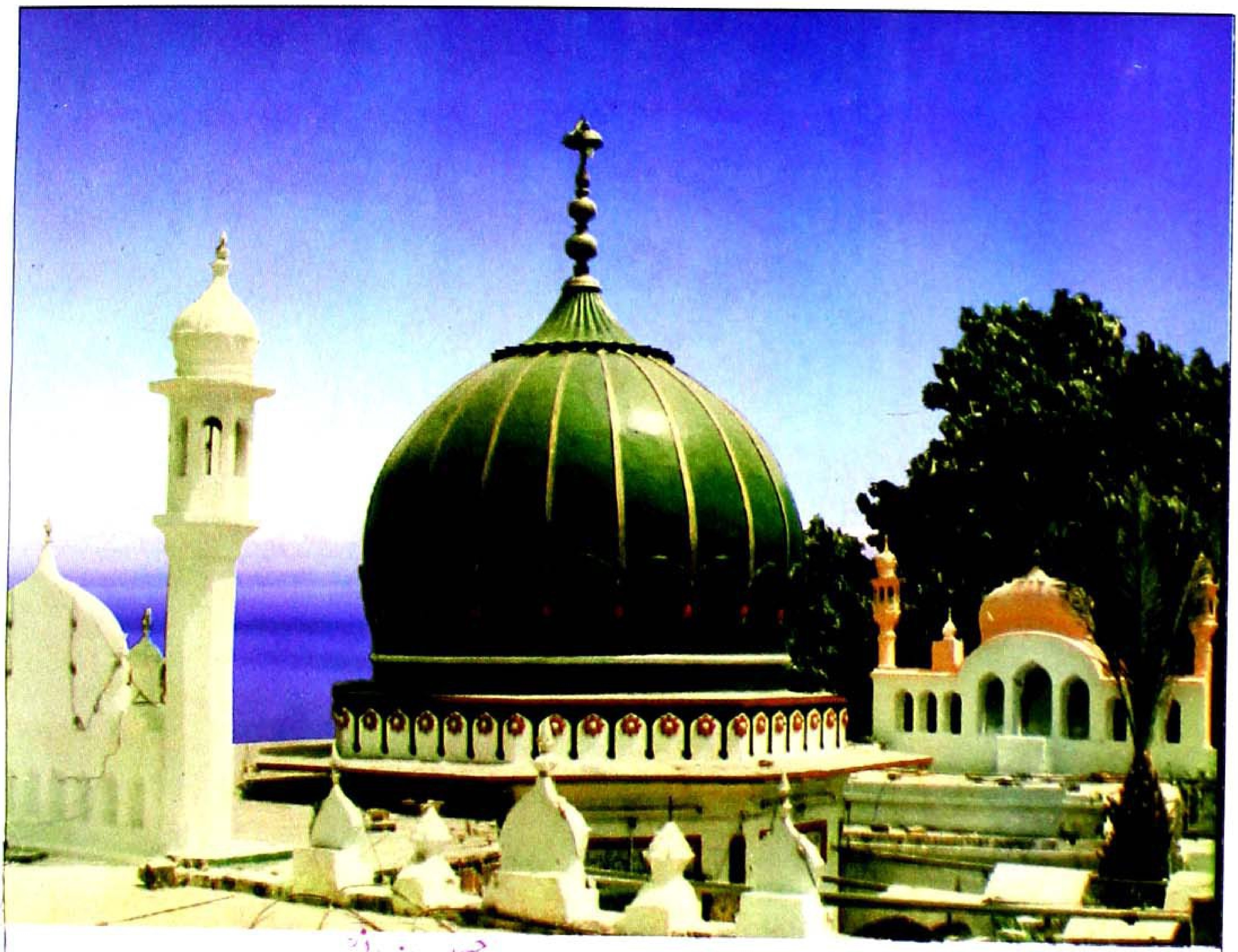

گنبد مزار مبارک حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

مزار مبارک کا اندرونی حصہ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

Marfat.com

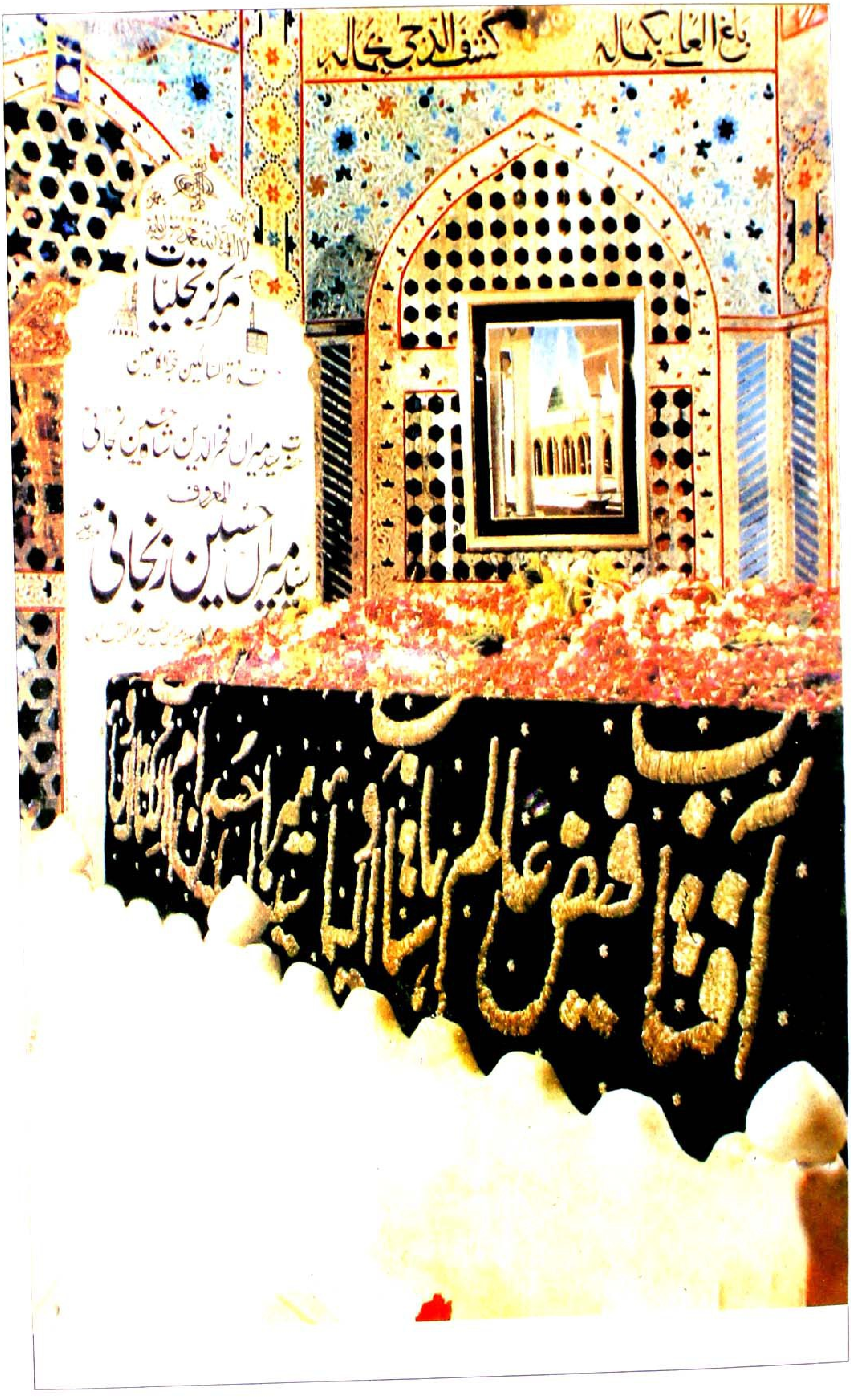
بلغ العلی بکمالہ
کشف الدجی بجمالہ
مرکز تجلیات
سید میراں فخرالدین شاہ حسین زنجانی
المعروف
سید میراں حسین زنجانی

Marfat.com

دروازہ جنوب کی جانب حضرت سید یعقوب شاہ زنجانیؒ

چلہ گاہ خواجہ معین الدین چشتی

Marfat.com

مزار مبارک کا اندرونی حصہ حضرت سید یعقوب زنجانی

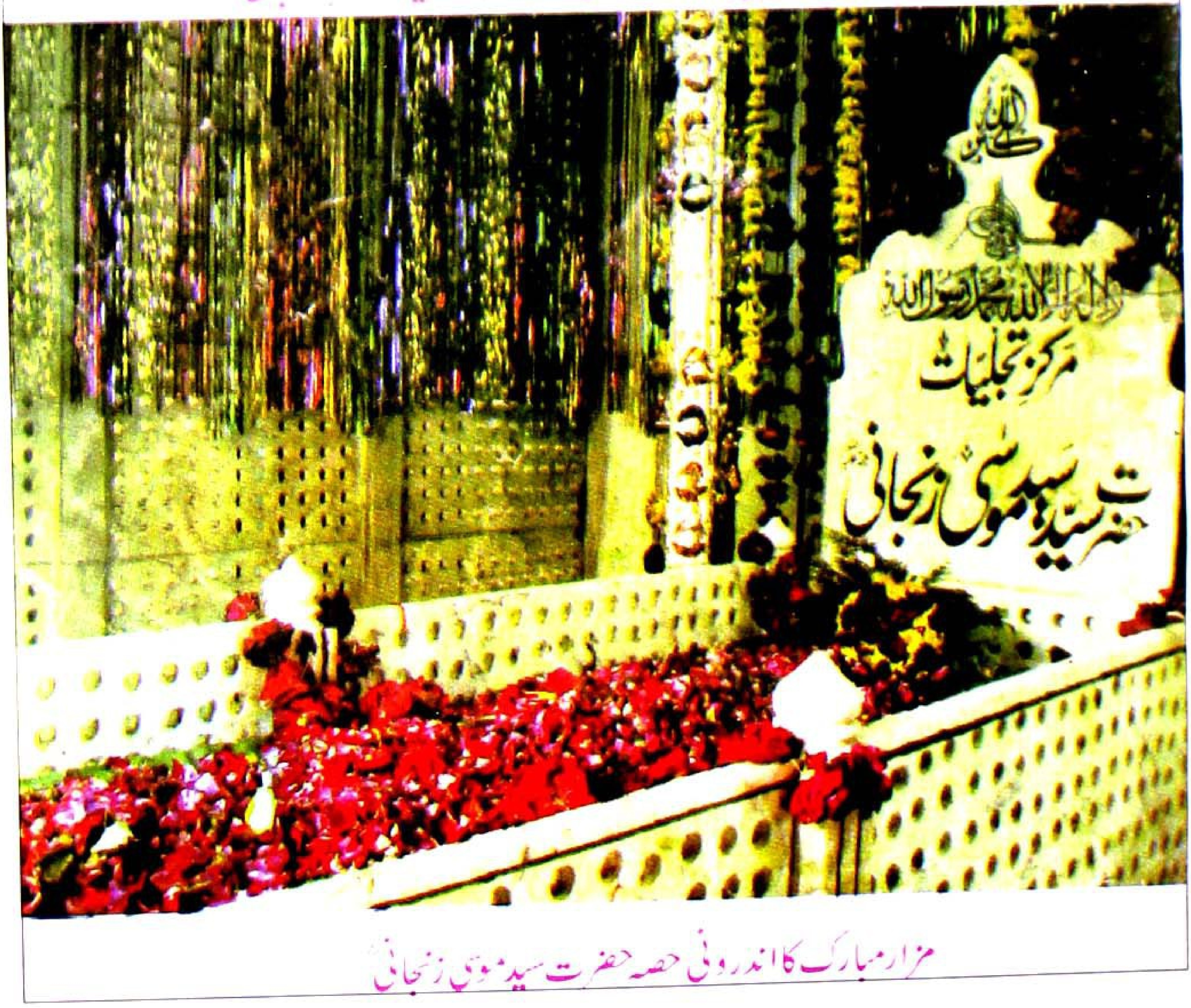

مزار مبارک کا اندرونی حصہ حضرت سید موسیٰ زنجانی

Marfat.com

مزار مبارک کا اندرونی حصہ

Marfat.com

دروازہ شمال کی جانب

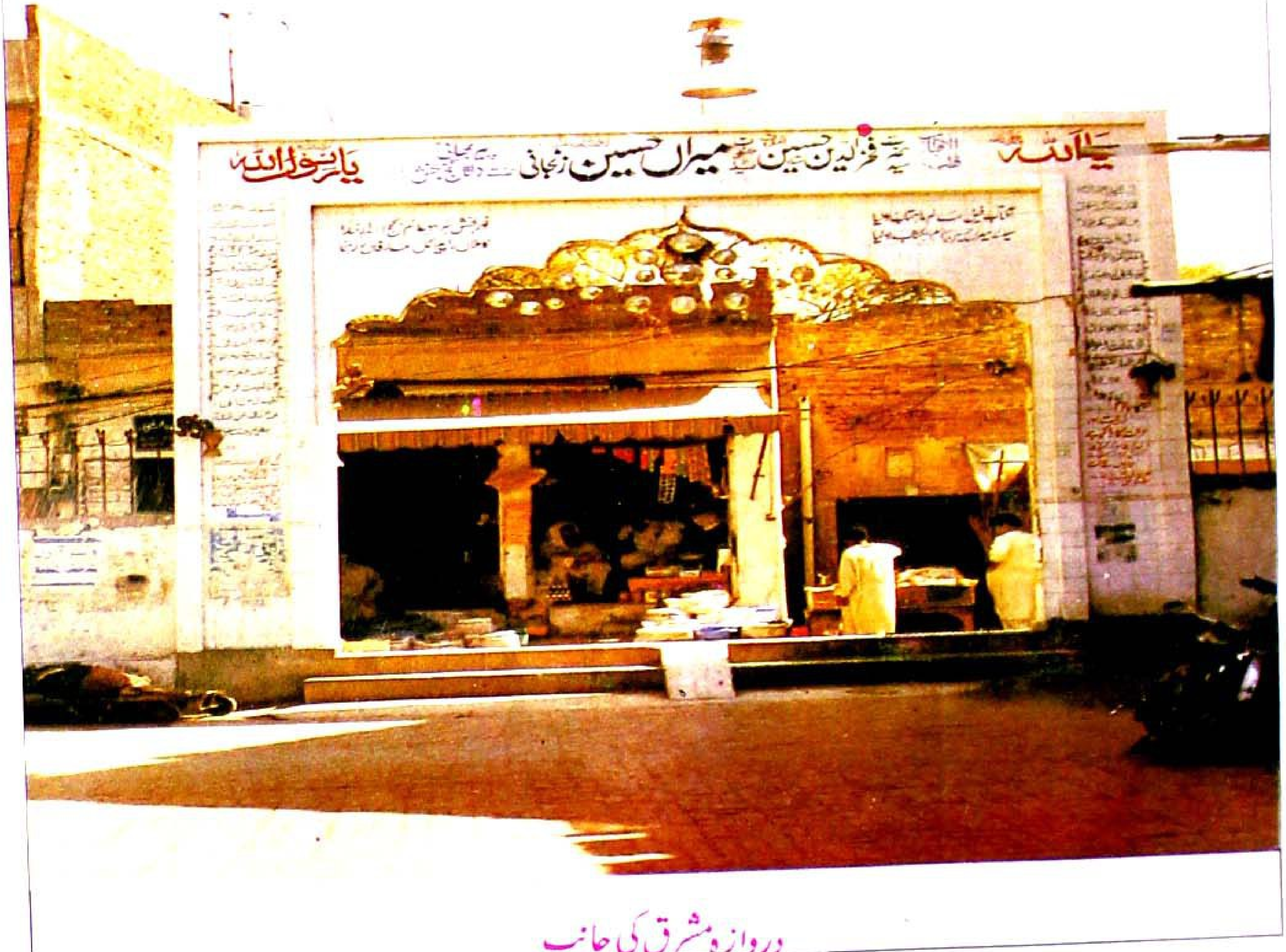

دروازہ مشرق کی جانب

Marfat.com

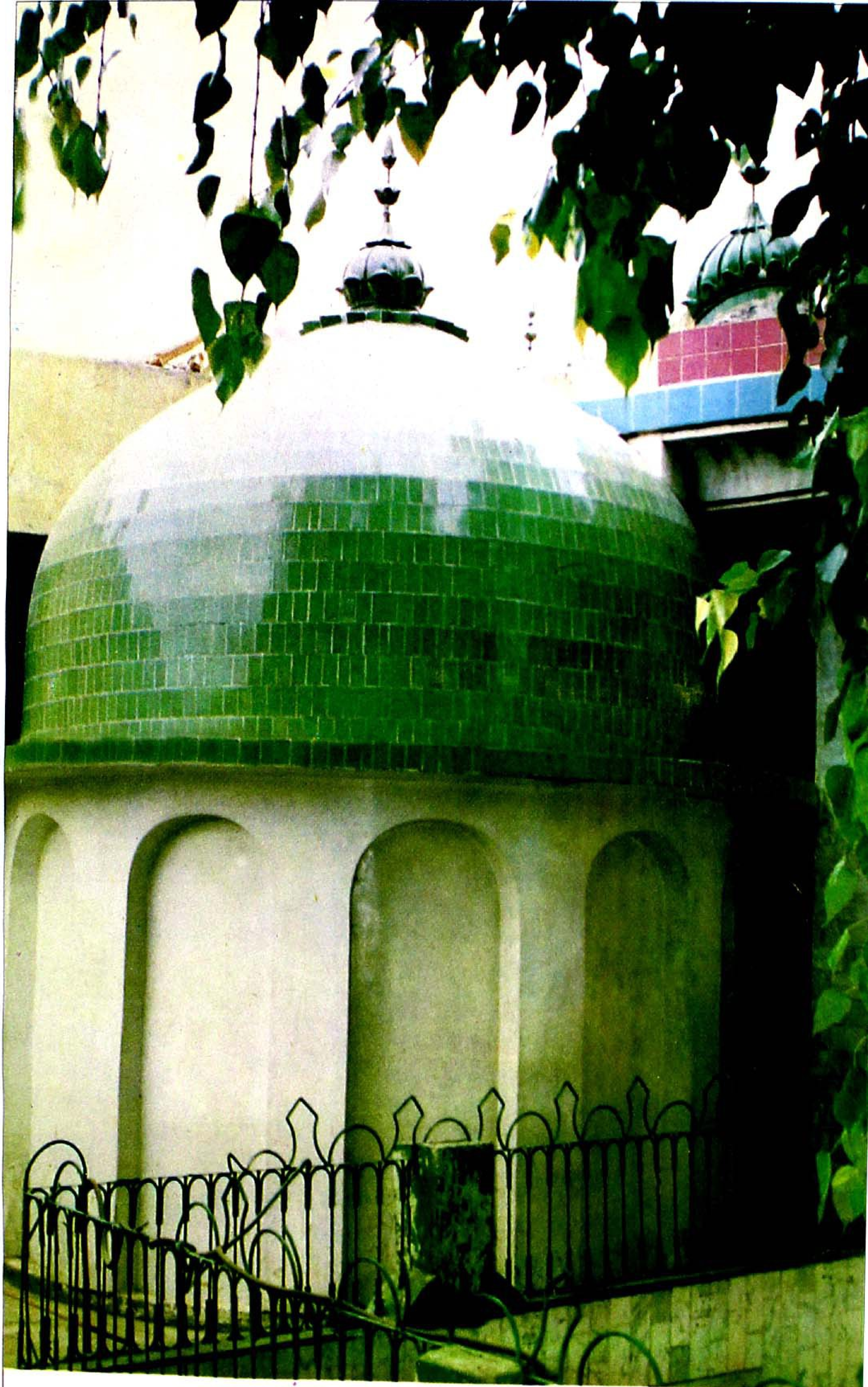

گنبد مزار مبارک حضرت سید موسیٰ زنجانی

Marfat.com

تشکر

برادارم عزیزی سّید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین کی تصنیف " شمع زنجان " ایک منفرد اور تاریخی دستاویز ہے۔ جو حضرت سّید میراں حسین زنجانیؒ کے حالات زندگی اُنکی تعلیمات آپکی لاہور آمد اور خاندان زنجانیہ پر ایک جامع اور مکمل کتاب ہے۔ سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین کی سالہا سال کی تحقیق کے بعد انہوں نے کتاب کے ٹائیٹل ڈیزائن خوبصورت تصویر کے علاوہ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے عہد کے تعین کا تاریخی جائزہ پیش کرنے کے علاوہ انہوں نے تاریخی لحاظ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی شہرہ آفاق کتاب "فوائد الفود" کے صفحہ نمبر 57 میں جو خواجہ صاحبؒ نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ بلاشبہ سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین نے تحقیقی جائزہ پیش کر کے تمام امور کو " شمع زنجان " میں سمو دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ سید میراں حسین زنجانیؒ حضور داتا گنج بخشؒ کے پیر بھائی ہیں۔ انہوں نے کتاب کو خوبصورت ٹائٹل اور ڈیزائن سے مزّین کیا ہے۔ اور ایک خوبصورت اسلوب دیا ہے۔ بہر حال یہ ایک گرانقدر اور قابل تحسین کوشش ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دُعا گو ہوں پروردگار انہیں اس کاوش پر اجر کثیر عطا فرمائے۔

آمین

سگ درگاہ میراں

شیخ محمد افضل، شیخ محمد نعیم

اشرفی ٹاور لبرٹی مارکیٹ

گلبرگ لاہور

اور دربار میراں حسین زنجانی

مورخہ یکم جون 2003

Marfat.com

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کی کتاب شمع زنجان کے متعلق

ناچیز:۔ مخدوم سید چن پیر گیلانی سجادہ نشین حضرت میاں میرؒ اللہ تعالیٰ فضل فرمائیں میرے ہر دل عزیز جناب سید افضال حسین زنجانیؒ سجادہ نشین دربار ھذا کی کتاب شمع زنجان تقریباً تین سال کی شب روز کی محنت، محبت، سچائی اور شب بیداری کے مرحلوں سے گزار کر لکھی اور مجھے مطالعہ کے لئے دی گئی اور کہا گیا کہ میں اس کتاب کے تعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں کیونکہ کتاب مکمل ہو کر چھپنے کے مراحل میں داخل ہو چکی ہے میرے خیال میں تو صرف ایک ہی بات ہے کہ کوئی حال لکھنے کیلئے کوئی حال والا ہی صحیح حال لکھ سکتا ہے۔ جس کو حال پر مکمل طور پر عبور حاصل ہو اور وہ ہی صاحبِ حال کا حال لکھے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ تمام ہندستان پر انوار و تجلیات کی بارش لاہور سے ہو رہی ہے اس سے مراد حضرت داتا گنج بخشؒ علی ہجویری جو پیر بھائی حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی ہی ذات اقدس ہے۔

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیا　　　سینہ میراں حسین ام الکتاب اولیا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا　　　ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

شاہ صاحب کی یہ ایک اچھی کاوش ہے اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور خدمت کے صلہ میں صدقہ رسول ﷺ خصوصی رحمت فرمائیں (آمین)

Marfat.com

ابتدائیہ

زیرِ نظر کتاب خاندان سادات زنجانیہ کا ایک تاریخی تذکرہ ہے۔ یہ خاندان شہر لاہور کے قدیم سادات خاندان سے ہے جس کا تعلق شیخ المشائخ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ، حضرت سید یعقوب زنجانیؒ اور حضرت سید موسیٰ زنجانیؒ سے ہے جن کا ذکر گرامی اکثر تذکروں اور تاریخوں میں ملتا ہے۔ آپ ملک ایران کے شہر زنجان سے لاہور تشریف لائے۔ تینوں بزرگ حقیقی بھائی تھے۔ یہ صوفیاء عظام اولیاء کرام اور علماء ذیشان تبلیغی مشن پر یہاں پر آئے اور یہیں پر آسودہ خاک ہوئے۔ ان کے دم قدم سے لاہور میں شمع اسلام روشن ہوئی اور ان ہی کی بدولت کفرستان لاہور نورستان میں تبدیل ہو گیا۔ یوں تو بہت سی کتب میں ان بزرگوں کا تذکرہ ملتا ہے لیکن اصل سہرا جناب عالم حسین چیمہ صاحب کو جاتا ہے۔ میری طرف سے ان کی محنت کو سلام اور دعا کہ خدا تعالیٰ ان کو صحت اور تندرستی عطا فرمائے۔ انہی کی بدولت آفتاب زنجان، تاریخ زنجانیہ جیسی کتب پڑھنے کو ملیں اور یہ ان کا احسان عظیم ہے کہ سادات زنجانیہ کا وجود دوبارہ ابھر کر سامنے آیا۔ لہٰذا ان ہی کی بدولت مجھے اس کتاب کو لکھنے کا موقع ملا۔

اگرچہ چند کتب اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں جو اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے منفرد مقام رکھتی ہیں لیکن ایک کمی جو سابقہ کتب میں عام پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کتب میں درج شدہ حالات بالکل مختصر ہیں۔ اس کتاب میں اس کمی کو ازحد پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس حد تک حالات دستیاب ہوئے ہیں انہیں درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی تعلیمات اور سیرت و کردار پر زیادہ سے زیادہ روشنی ڈالنے کی

Marfat.com

کوشش کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کی زندگی کا ہر پہلو اجاگر ہو جائے۔ میری تمام تر کوشش کے باوجود اس بات کا امکان ہے کہ کہیں کوئی لفظی غلطی یا کوئی اور خامی رہ گئی ہو یا شجرہ سادات زنجانیہ میں دور حاضر کی اولاد کے نام رہ گئے ہوں لہٰذا مطلع فرمایئے گا تاکہ آئندہ اشاعت میں اس غلطی یا خامی کو دور کیا جا سکے۔

خادم الفقراء

صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

گلی نمبر 5 مکان نمبر 36

حکیم اشرف پارک چاہ میراں' لاہور

Marfat.com

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیاء
سینہ میراں حسین ام الکتاب اولیاء

زیر نظر کتاب شمع زنجان اللہ تعالیٰ کے ان چند دوستوں کی سوانح عمری ہے جنہوں نے ایران کے شہر زنجان سے برصغیر پاک و ہند کی جانب اپنا رخ کیا اور جنہوں نے احکام خداوندی کی فرمانبرداری کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے حلقہ اثر میں بنی نوع انسان کی خدمت کی۔ وہ صالح اعمال پر کاربند رہے اور اس وقت ہندوستان میں قدم رکھا جب سادہ لوح انسانوں کی زندگی اور موت پنڈتوں کے رحم و کرم پر تھی۔ انہی بزرگان دین اور صوفیاء کی راست بازی کو اجاگر کرنے کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب میرے دوست اور بھائی سید افضال حسین شاہ نے شب و روز کی انتہائی محنت سے لکھی ہے۔ جس میں اللہ کے مقرب بندوں کی زندگی کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس خدمت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ مولف کتاب ہذا اور انکے اہل خانہ پر بصدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خصوصی رحمت فرمائے

احقر

سید شاہد علی زنجانی
چاہ میراں، لاہور

Marfat.com

ہدیہ سپاس

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے کہ سرزمین پاک و ہند میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خاص توجہ اور شفقت سے اولیائے کاملین تشریف لائے اور انہوں نے اپنے فیوض ظاہری اور باطنی سے اس کفرستان میں شمع توحید و رسالت روشن کر دی جو آج تک روشن ہے

ہرگز نمیرد آں کہ دلیش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حجتہ الکاملین مسند الواصلین، زبدۃ العارفین، خواجہ خواجگان حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ بزرگان دین کے اس ہراول دستے میں شامل ہیں جنہوں نے ہندوستان کے بت کدے میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اعلائے کلمتہ الحق اور سربلندی اسلام کے لئے آپ نے اپنے آبائی شہر کی ہر آسائش زندگی کو چھوڑ کر عزم لاہور کیا اور طرح طرح کی صعوبات سفر اٹھانے کے بعد منزل مقصود پر پہنچے۔ اجنبی لوگ، اجنبی شہر، اجنبی زبان اور اجنبی ماحول ۔۔۔۔ مگر تائید خداوندی کے سہارے آپ نے تبلیغ اسلام کا کٹھن سفر شروع کر دیا۔

نہ کوئی رفیق نہ کوئی بدرقہ ساتھ اپنے
فقط عنایت پروردگار راہ میں ہے

جذبے کی صداقت اور مشن کی عظمت نے دشوار گھاٹیوں کو سر کر لیا اور آپ کے عزم صمیم اور قوت ایمانی نے پتھروں کو گداز کرنا شروع کر دیا۔
آخر وہ دن بھی آیا جب اہل لاہور میں سے بہت سے خوش نصیبوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طوق غلامی گلے میں پہن کر ہر ماسوا کی غلامی سے نجات

Marfat.com

حاصل کرلی۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حضرت میراں حسین زنجانی کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لئے قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت داتا گنج بخش کو مرشد کامل نے فوری طور پر لاہور بھیج دیا۔ آپ اپنے پیر بھائی کے باکمال جانشین ثابت ہوئے اور آپ نے اپنی کاوشوں سے گھر گھر چراغ نور اسلام روشن کر دیا۔ بقول اقبال:

خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت

ان اولیائے کرام کی سوانح حیات لکھنا اور ان کے کارہائے نمایاں اور ظاہری و باطنی قوتوں کا تحریری انکشاف کرنا ایک طرح سے تبلیغ کا نمایاں حصہ ہے اس سے فکر و نظر کی رفعت اور قلب و نظر کی کشادگی میسر ہوتی ہے۔

مقام مسرت ہے کہ صاحبزادہ پیر سید افضال حسین زنجانی دامت برکاتہم قدسیہ نے شبانہ روز کی محنت کے بعد حضرت سید میراں حسین زنجانی کے حالات زندگی، ان کی خدمات اسلام اور باطنی کمالات پر ایک مبسوط کتاب تالیف کی ہے۔ اس طرح انہوں نے حضرت کی اولاد اور صحیح وارث ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

بزرگوں کی تحریریں علاج ضعف یقیں ہوتی ہیں۔ ان کو عقیدت سے پڑھنا چاہئے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر تو عمل کی بنیاد رکھ

اس پر آشوب دور میں اولیائے کاملین کے مزارات پر حاضری، اہل اللہ سے محبت رکھنے والوں کی صحبت، اہل اللہ کے حالات کو تحریر و تقریر میں بیان کرنا، پڑھنا اور سننا ازبس ضروری ہے اور میرے خیال میں دنیا سے باایمان جانے کا ایک یہی راستہ باقی رہ گیا ہے۔

Marfat.com

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخدا
او نشیند در حضور اولیاء

اصل چیز کی مانگ ہر دور میں رہتی ہے اور اسی سے نقل والے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میری دعا اور خواہش ہے کہ پیر فقیر ہو تو اصل ہو نقل نہ ہو۔ اصل فقیر دنیا دار نہیں ہوتا اور بادشاہ اس کے محتاج ہوتے ہیں نہ کہ وہ اہل اقتدار اور اہل زر کے پیچھے بھاگتا پھرے۔ بقول اقبال؛

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

اصل فقیر حضور ﷺ کا نمائندہ ہوتا ہے میرے دعا ہے کہ رسالتماب کے یہ نمائندے اب میدان میں آئیں اور اسلامیان پاکستان کی خصوصاً" اور مسلمانان عالم کی عموماً" رہنمائی کریں۔

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

صاحبزادہ پیر سید افضال حسین کی یہ کاوش لائق تحسین ہے۔ امید ہے قارئین کرام فروگذاشتوں کو مد نظر نہیں رکھیں گے بلکہ ان کے اخلاص کی داد دیں گے۔

طالب دعا

خاکپائے سرکار میراں حسین زنجانی

پروفیسر سید فدا حسین زنجانی

219 شاد باغ۔ لاہور

Marfat.com

نگاہ فقر از صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

شاہ حسین ابن علی کی پیروی ہی کام تھا
صبر و ہمت شان تھی میراں حسین اک نام تھا
فاقہ مستی تھی نظر میں دل توکل سے غنی
ساحل دریا پہ رونق مرجع خلقت بنی
داتائے ہجویر سے پہلے تھا وہ لاہور میں
چاہ میراں اک دیا تھا ظلمتوں کے دور میں
دعوت حق دینے پر اس کی ملامت کی گئی
مندروں کے شہر میں جو بات کی بالکل نئی
جس مقدر والے کو چھو جاتا وہ دست حیات
ظاہر و باطن کی بیماری سے پا جاتا نجات
ان کی خلوت گاہ بھی اک نور کا ہالہ رہی
زائرین میراں نے ہے پایا ذوق آگہی
صوفیاء کی سلطنت میں عالی رتبے پر رہا
اور جنازہ داتا صاحب کی امامت میں ہوا
چونکہ اس درویش کے لب پہ تھا الحی القیوم
حشر تک درگاہ زنجانی پہ ہو گا اک ہجوم
شمع میراں ہے یہاں روشن ہزاروں سال سے
نوری ہیں افضال زنجانی سارے مصطفیٰ کی آل سے

Marfat.com

منقبت از امیر محمد بخش صابری

حسن ذات کبریا کا آئینہ میراں حسین
ہے ضیائے عکس حسن مصطفیٰ میراں حسین

لاڈلے ابن علی کے گلشن زہرا کے پھول
سرتاپا نور خدا ہیں باخدا میراں حسین

منبع جود و سخا ہے آستانہ آپ کا
ہیں زمانے کے لئے حاجت روا میراں حسین

کیوں نہ پہنچے گا وہ اپنی منزل مقصود پر
جس کے ہوں گے رہنما پیشوا میراں حسین

چاہ میراں کیا ہے گویا گلشن زنجان ہے
آپ کی نظر کرم ہے پر عطا میراں حسین

ہر نگاہ سے ہیں عیاں معجز نمایاں آپ کی
لادوا کی ہیں دوا، کلی شفا میراں حسین

آپ کے فیض قدم سے چاہ میراں کیا کہوں
ہے نظر آتا ہمیں جنت نما میراں حسین

خشک زاہد کیا خبر تجھ کو مقام عشق کی
عاشقوں کے عشق کا کعبہ بنا میراں حسین

ہے فضل ابوالفضل کا اور جنیدی فیض ہے
جاری ہے سرچشمہ جودوسخا میراں حسین

لاکھ طوفانوں میں ہو گو کشتی عمر رواں
کیوں نہ ہو وہ پار جس کے ناخدا میراں حسین

اس امیر صابری کا آج بھر دیجئے شہا
کاسہ امید لے کر آ گیا میراں حسین

Marfat.com

منقبت از صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی

اے شہہ زنجان ہم پہ ہو عنایت کی نظر
آپ کے قدموں کی ٹھوکر میں پڑے ہیں تاجور
کر نظر اے شاہ میراں فخرالدین زنجانی
المدد یا میراں فخرالدین الکرم یا زنجانی
اے شہنشاہ ولایت تم پہ ہم سب کا سلام
تم پہ میراں سب عیاں ہے دونوں عالم کا نظام
تیری نظروں میں ہے عالم رائی کا ذرہ حقیر
سرزمین لاہور پر حکم نافذ آپ کا
تیری شاہی میں پڑے ہیں تیری زلفوں کے اسیر
تیرے در پہ حاضری کو ماہ و سال آئیں تمام
بادشاہ کل نے دی ہے تیرے ہاتھوں میں لگام
مہر و ماہ کے راستے میں تیرے ابرو کی لکیر
پنجتن تیرا گھرانہ لاڈلے حسنین ہو
تم تو آقا فیض یاب سرور کونین ہو
ہم سگان کوئے میراں تیری [illegible] کے فقیر
اپنی مٹی میں ملا ہے ذکر [illegible] کا خمیر
مصطفیٰ کا ذکر ہی افضال زنجانی خدا کی بات ہے
سید میراں تو خود ہی مصطفیٰ کی [illegible] ہے

Marfat.com

منقبت از بحضور سید میراں حسین

از سید فدا حسین زنجانی

انوار مصطفےٰ ہیں میراں حسین سید
اولاد مرتضےٰ ہیں میراں حسین سید
فیضان مصطفائی داتا کے پیر بھائی
شاہوں کے شہنشاہ ہیں میراں حسین سید
ہیں سرتاپا کرامت اور منبع ولایت
سرتاج اولیا ہیں میراں حسین سید
بے کس نواز میراں بندہ نواز میراں
بے بس کے ہم نوا ہیں میراں حسین سید
شہر لاہور ان کے صدقے میں پل رہا ہے
ہم سب کا آسرا ہیں میراں حسین سید
آنکھوں میں بس گئے ہیں دل میں اتر گئے ہیں
ہم سب سے آشنا ہیں میراں حسین سید
ہر درد لا دوا کی پائی دوا یہاں سے
اک چشمہ شفا ہیں میراں حسین سید

Marfat.com

نذر عقیدت از ذوقی مظفر نگری

دین بھی ایمان بھی پیغام فخرالدین کا
فخر کے لائق ہے اک اک کام فخرالدین کا

نشہ توحید میں بے خود ہیں رندان خودی
کس قدر مسرور کن ہے جام فخرالدین کا

جستجوئے حق میں فرمایا جو آغاز سفر
منزل دین پر ہوا انجام فخرالدین کا

اللہ اللہ جگمگا اٹھے جنیدی راستے
نور بار آگہی ہے گام فخرالدین کا

نور حق پھیلا گئے زنجان سے لاہور تک
تا ابد روشن رہے گا نام فخرالدین کا

جس کے نخل شوق کا تھا ذوق مہر و ماہ کو
ڈھونڈیئے وہ باغ صبح و شام فخرالدین کا

کیوں نہ اہل دل کو فرحت بخش ہو میراں حسین
حضرت ختلی نے رکھا نام فخرالدین کا

مرحبا ابن علی محمود و مریم مرحبا
مرجع انوار حق ہے بام فخرالدین کا

کوہڑی کو دی شفا رہزن کو رہبر کر دیا
☆ رام چندر دیکھ فیض عام فخرالدین کا

صبح کے تاروں نے مانگی ہے ضیائے زندگی
جب ہوا روشن چراغ شام فخرالدین کا

جب بھی ذوقی کافروں نے دین پر توڑا ستم

Marfat.com

ڈھل گیا آلام میں آرام فخرالدین کا

☆ (رام چندر حلقہ بگوش اسلام ہو کر حضرت سید میراں حسین زنجانی کا مرید ہوا۔ اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ یہ تمام عمر حضرت میراں حسین زنجانی کا بے حد عقیدت مند اور خدمت گار رہا)

حضرت پیر سید علی آزاد شاہ زنجانیؒ

Marfat.com

منقبت از صوفی غلام حسین صوفی

مظہر نور خدا ہو سیدی میراں حسین
تم حبیب مصطفیٰ ہو سیدی میراں حسین
جس کی گرد راہ نے بخشی میرے دل کو ضیاء
تم وہ نور مرتضیٰ ہو سیدی میراں حسین
والئی زنجان' رونق ہیں آپ لاہور کی
لاڈلے شیر خدا کے سیدی میراں حسین
مخلوق جس سے تاابد ہوتی رہے گی فیض یاب
چشمہ جودو سخا ہو سیدی میراں حسین
جس نے شمع کی فروزاں ہند میں اسلام کی
باصفا ہو' اولیاء ہو سیدی میراں حسین
در پہ آئے ہیں تیرے کاسہ لئے تیرے غلام
ان پہ بھی نظر عطا ہو سیدی میراں حسین
بوالفضل ختلی کے پیارے فیض عالم کے رفیق
پیشوائے صوفیاء ہو سیدی میراں حسین

Marfat.com

گدائے زنجانی از محمد اعظم چشتی

آفتاب سپہر مہر و وفا!!
مخزن علم و حلم و زہد و سخا!
مظہر نور کبریا ہے وہ دل
پڑ گئی جس پہ تیری چشم عطا
راز کونین کھل گیا اس پر
جس کو حاصل ہوا ہے قرب ترا
آج بھی بارگاہ میں تیری
سر جھکاتے ہیں تاجدار و گدا!
سچ تو یہ ہے کہ تجھ سا فیض رساں
کوئی دیکھا نہ کوئی ایسا سنا!
میری جانب بھی اک نگاہ کرم
میں ہوں مداح بندگان خدا
میں ہوں اعظم گدائے زنجانی
ورنہ میں کیا میری حقیقت کیا

Marfat.com

سادات

سادات کرام سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسوں حسنین علیہم الرضوان کی اولاد ہے۔ صحابہ کرام کے زمانے سے ہی لفظ سادات کا اطلاق صرف اہل بیت پر منطبق کیا گیا۔ پھر خاص کر حسنین کریمین کی اولاد کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔ لیکن لفظ سید کے بارے میں علمائے لغت کا بیان ہے کہ یہ ایک عام لفظ ہے جو عربوں میں اسلام سے پہلے اور طلوع اسلام کے بعد بھی سردار کے معنوں میں استعمال ہوا اور آج بھی یہی لفظ عربوں میں رہنما اور سردار کے لئے بولا جاتا ہے مگر اہل عرب کے علاوہ عجمی لوگوں نے اس لفظ کو آل رسول کے لئے مخصوص کر دیا۔ اس لئے صدیوں سے اس لفظ کا اطلاق آل رسول پر ہی رہا ہے۔

علامہ سیوطی اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے زمانے میں لفظ سید کا اطلاق ہر اس فرد پر کیا جاتا تھا جو اہل بیت سے ہوتا خواہ حسنی، حسینی، علوی یا حضرت محمد بن حنیفہ کی اولاد سے ہو یا اس کے علاوہ حضرت کی اولاد کے لئے ہو انہیں سید کہا جاتا تھا۔ لیکن جب مصر میں فاطمی حضرات مسند خلافت پر قابض ہوئے تو انہوں نے سید کا اطلاق حضرت سیدنا حسن اور حضرت سیدنا حسین کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ عرب و عجم کی اکثریت میں سادات صرف انہی کو کہا جاتا ہے جو حضرت فاطمہ الزہرا کی اولاد سے ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ سے بے حد پیار

Marfat.com

تھا۔ اس لئے انہیں اور ان کی اولاد کو آپ نے اپنے اہل میں شمار کیا ہے۔ اس بنا پر حضرت فاطمہ کی اولاد یعنی حسنین کریمین کو سید کہا گیا ہے جیسے کہ صوفیا حضرات نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

محققین کے نزدیک خاندان سادات زنجانیہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے ہیں لہٰذا حضرامام موسیٰ کاظم تک آئمہ اہل بیت کے فردا" فردا" حالات بیان کئے جاتے ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

آپ سید الانبیا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چھیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لخت جگر تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں 3 شعبان 4ھ کو پیدا ہوئے۔ آغوش نبوت میں بچپن گزارا۔ رسول اکرم کی نگاہ التفات نے آپ کو علم و عرفان سے بھر دیا۔ یہ نگاہ مصطفیٰ کا اعجاز تھا کہ آپ کا سینہ نور سے معمور ہوا۔ علم و حلم اور صبرو شکر میں وہ مقام ملا جس پر فرشتے بھی رشک کرتے ہیں۔ پھر والد گرامی حضرت علی حیدر کرار کی تربیت نے آپ کی شخصیت میں وہ حسن و جمال پیدا کر دیا جو قیامت تک روز روشن کی طرح چمکتا رہے گا۔ آپ کے فضائل اور خصائل بے شمار ہیں۔ آپ کی سخاوت اور زہد و تقویٰ مشہور زمانہ ہے۔ آپ نے دور نبوت کے آخری چند سال اپنے بچپن میں دیکھے پھر خلفائے راشدین کا چالیس سالہ عہد آپ کے سامنے گزرا ہے۔ اس دور میں چونکہ نظام خلافت برسراقتدار رہا اس لئے آپ حق کے ساتھ رہے، جونہی خلافت راشدہ کے بعد ملوکیت قائم ہوئی تو آپ نے اس کے خلاف حق کی آواز بلند کی اور حق کو غالب کرنے کے لئے میدان کربلا میں بمعہ اہل و عیال نکل آئے۔ بالاخر راہ حق میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کی شہادت تاریخ اسلام میں سب سے بڑے سانحے کی حیثیت رکھتی ہے۔ تاریخ شہادت 10 محرم 61ھ

Marfat.com

مطابق 10 اکتوبر 680ء ہے۔

آپ بڑے زاہد و عابد تھے۔ شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہتے۔ آپ کے ذوق عبادت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے پچیس پاپیادہ حج کیے۔ آپ محبوب حبیب رب العالمین اور سید سادات تھے۔ سادات کے زیادہ تر سلاسل آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں پانچ عورتوں سے شادی کی جن سے آپ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ پہلی زوجہ محترمہ شہربانو سے حضرت امام زین العابدین تھے۔ دوسری زوجہ لیلیٰ سے جناب علی اکبر شہید کربلا تھے۔ تیسری زوجہ قضا تھیں جن سے جعفر پیدا ہوئے مگر بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ چوتھی بیوی سے علی اصغر اور چھوٹی بیٹی سکینہ تھیں۔ حضرت علی اصغر بھی کربلا میں شہید ہوئے۔ پانچویں بیوی سے آپ کی بڑی بیٹی فاطمہ تھیں۔ اولاد نرینہ سے صرف حضرت امام زین العابدین کا سلسلہ نسل آگے چلا۔ حضرت امام حسین کو اہل طریقت میں خاص مقام حاصل ہے کیونکہ آپ اہل طریقت کے سرداروں میں سے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین اہل بیت اطہار میں سے صاحب ولایت تھے۔ آپ حضرت امام حسین کے صاحبزادے تھے۔ تمام حسینی خاندان سادات کا سلسلہ نسبت آپ ہی سے ملتا ہے۔ آپ علم، زہد و تقویٰ، ریاضت و عبادت میں حضرت امام حسین کی جیتی جاگتی تصویر تھے اور شکل میں اپنے دادا جان حضرت علی سے مشابہ تھے۔ آپ 15 جمادی الاول بروز جمعرات 38ھ کو مدینہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن ہی میں حسن و جمال کے لحاظ سے لاثانی تھے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے آپ زین العابدین مشہور ہوئے۔ آپ بڑے عالم و فاضل تھے کیونکہ جب آپ نے ذرا ہوش سنبھالا تو آپ کو مسجد نبوی کا علمی ماحول میسر آیا

Marfat.com

جس کی وجہ سے آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں دینی علوم پر کامل عبور حاصل کر لیا۔ ظاہر علم کے علاوہ آپ نے باطنی علم میں بھی کمال حاصل کیا۔

واقعہ کربلا تاریخ اسلامی کا ایک نہایت ہی اہم باب ہے۔ آپ اپنے والد محترم حضرت امام حسین کے ساتھ میدان کربلا میں شریک جہاد تھے لیکن بیمار ہونے کی وجہ سے جام شہادت نوش فرمانے سے بچ گئے۔ واقعہ کربلا میں آپ کا بقید حیات رہنا عین حکمت خداوندی تھی کیونکہ بعدازاں آپ ہی سے سادات حسینیہ کا سلسلہ نسب چلا۔

حضرت امام زین العابدین صحابہ کرام کے بعد اہل زمانہ اور دنیائے تصوف و معرفت میں بمثل آفتاب ہیں۔ نماز کی حالت میں آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ نماز میں آپ پر یہ کیفیت کیوں طاری ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی اہل معاملہ دنیوی حاکم کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو حاکم کے رعب و جلال سے اس کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی جب میں اللہ کے حضور نماز ادا کرتا ہوں تو اس جلیل و جبار اور واحد قہار کی ہیبت و عظمت سے میری یہ حالت ہو جاتی ہے۔ آپ میں ایک یہ وصف بہت نمایاں تھا کہ آپ عموماً غلاموں کو خرید کر آزاد کیا کرتے تھے اور غریبوں اور مسکینوں کی حسب استطاعت امداد کیا کرتے تھے۔ آپ جامع کشف و کرامات بھی تھے۔ آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔

آپ کثیر الازواج تھے جن سے آپ کے گیارہ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکوں میں حضرت امام باقر آپ کے جانشین ہوئے۔ آپ کا وصال 18 محرم 94ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

آپ بھی آئمہ اہل بیت سے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر تھا۔

Marfat.com

آپ باقر اس لئے مشہور ہوئے کہ آپ مختلف علوم میں وسعت نظر کے مالک تھے۔ آپ کی پیدائش بروز جمعۃ المبارک 3 صفر 57ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ والد ماجد حضرت امام زین العابدین تھے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ آپ بڑے زاہد اور عابد تھے۔ رات کو اکثر یاد الٰہی میں مصروف رہتے اور اللہ کے حضور گریہ زار رہتے۔ آپ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رات کے ایک پہر تک ورود و وظائف پڑھتے۔ جب اس سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے مناجات کرتے اور کہتے اے میرے اللہ اے میرے مالک رات آگئی ہے اور اب بادشاہوں کا تصرف و اختیار ختم ہو چکا ہے۔ آسمان پر ستارے جھلملانے لگے ہیں۔ خلقت گھروں میں جا چکی ہے اور لوگ سو چکے ہیں۔ آوازیں سکوت میں ڈوب چکی ہیں۔ خلقت لوگوں کے دروازوں سے ہٹ چکی ہے۔ بنو امیہ بھی محو خواب ہیں۔ انہوں نے اپنے خزانوں کو تالے لگا کر پہرے دار کھڑے کر دئے ہیں۔ جو لوگ ان سے طمع اور لالچ رکھتے ہیں وہ بھی ان سے دور ہو گئے ہیں۔ لیکن اے اللہ تو زندہ ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تیری ذات پر اونگھ اور نیند طاری نہیں ہوتی اور جو شخص تجھے اس صفت کے ساتھ نہ پہچانے وہ کسی نعمت کا حقدار نہیں۔ اسی طرح آپ اللہ تعالیٰ کو تعریفی کلمات سے یاد کرتے حتیٰ کہ صبح ہو جاتی۔

ظاہری اور باطنی علوم میں آپ کا مقام یگانہ روزگار تھا۔ دوست اور دشمن بھی آپ کے علمی مقام کو تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو باقر العلوم کہا جاتا ہے۔ آپ جامع کرامات تھے۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں اور آپ کے بے شمار روحانی تصرفات مشہور ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت امام محمد باقر سواری پر تشریف لئے جا رہے تھے۔ خدام پاپیادہ تھے۔ اسی دوران دو شخص آپ کے پاس سے گزرے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں چور ہیں ان کو گرفتار کر لو اور حفاظت میں رکھو اور ساتھ ہی

Marfat.com

ایک غلام کو حکم دیا کہ سامنے پہاڑ کی چوٹی پر جاؤ جہاں ایک غار ہے۔ اس میں جو کچھ ہو اسے احتیاط کے ساتھ لے آؤ۔ غلام نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور پہاڑ پر گیا۔ وہاں اس نے غار میں دیکھا کہ سامان کی دو گٹھڑیاں پڑی ہیں۔ خادم دونوں گٹھڑیاں اٹھا کر لے آیا اور آپ کے سامنے پیش کر دیں تو حضرت نے فرمایا ایک گٹھڑی کا مالک تو مدینہ منورہ میں موجود ہے مگر دوسرا لاپتہ ہے۔ جب آپ مدینہ منورہ واپس آئے تو دیکھا کچھ لوگوں کو گٹھڑیوں کا چور سمجھ کر پکڑ لیا گیا ہے اور گٹھڑی کا مالک ان کو حاکم کے پاس لئے جا رہا ہے۔ آپ نے گٹھڑی اس کے مالک کے حوالے کر دی' بے قصور لوگوں کو رہائی دلائی اور چوروں کو انصاف کے حوالے کر دیا۔

تیسرے روز دوسری گٹھڑی کا مالک بھی حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تیری گٹھڑی کے اندر دو تھیلیاں ایک ایک ہزار دینار کی ہیں جس میں ایک تیری ہے اور ایک دوسرے شخص کی ہے۔ اس نے جواب دیا حضرت آپ نے بالکل درست فرمایا اور اب میری خواہش ہے دوسرے شخص کا نام بھی بتا دیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا دوسرے شخص کا نام محمد بن عبدالرحمٰن ہے جو اس وقت تمہارے انتظار میں شہر سے باہر بیٹھا ہوا ہے۔ وہ شخص غیر مسلم تھا لیکن جونہی اس نے آپ کے روحانی تصرف کو دیکھا تو وہ قدموں میں گر کر مسلمان ہو گیا۔

آپ نے چار نیک اور صالح عورتوں سے یکے بعد دیگرے شادی کی اور انہی سے آپ کی اولاد ہوئی۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور دو لڑکیاں تھیں۔ صاحبزادوں میں حضرت امام جعفر صادقؓ' عبداللہ' حمزہ' ابراہیم' ذکریا اور علی کے اسمائے گرامی ہیں۔ لڑکیوں کا نام زینب اور ام سلمہ تھا۔

آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ تاریخ وصال 7 ذی الحج 114ھ ہے۔

Marfat.com

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپ تصوف اور معرفت کے شہباز اور آئمہ اہل بیت سے تھے۔ اہل طریقت میں آپ کا مقام بہت بلند و بالا ہے۔ آپ ظاہر و باطن میں نور روحانیت سے معمور تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں بروز جمعہ فجر کے وقت 13 ربیع الاول 80ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر تھے اور والدہ ماجدہ ام فروہ تھیں۔ اوائل عمر ہی میں آپ نے مدینے کے جید اور اکابر اساتذہ سے قرآن' حدیث اور فقہ اور دیگر دینی علم کی تکمیل کی۔ ظاہری علم کی تکمیل کے بعد طریقت میں قدم رکھا اور بہت جلد اسرار و رموز' علم لدنی اور کلام اللہ کی معرفت میں کامل ہو گئے۔ والد ماجد حضرت امام باقر کے وصال کے بعد مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ رسول اللہ کی بہت تعظیم و توقیر کیا کرتے تھے۔ آپ کے بارے میں حضرت امام مالک ارشاد فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق کی زیارت کیا کرتا تھا۔ عموماً" ان کے مزاج میں مزاح اور تبسم ہوتا لیکن جب کبھی آپ کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر آجاتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضور ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ محبت تھی اور حضور کا نام سنتے ہی آپ پر محبت غالب آ کر آپ کا رنگ زرد کر دیتی۔ آپ کا اخلاق و کردار سنت نبوی کا عین نمونہ تھا۔ آپ صوم و صلوۃ کے سختی سے پابند تھے اور نوافل کثرت سے پڑھا کرتے۔ آپ کی سخاوت کے بارے میں ہیاج بن بسطام فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق سائلوں کو یہاں تک دے دیتے کہ اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ نہ بچتا۔ آپ میں خوف خدا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ خوف خدا کے بارے میں ایک دفعہ حضرت داؤد طائی کو فرمایا کہ میں ہمیشہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے روز میرے جد امجد میری اس بات پر گرفت نہ فرمائیں کہ تم نے کیوں نہ میری اتباع

Marfat.com

کا حق ادا کیا۔ کیوں کہ اتباع کا تعلق نسب سے نہیں پیروی سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ آپ کو طریقت میں والد ماجد کی طرف سے فیض ہوا۔ اس لئے تمام مشائخ طریقت آپ کو انتہائی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ نے تفسیر قرآن پاک کے سلسلے میں بڑے لطیف نقاط بھی بیان کئے ہیں۔ علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ جیسے فقیہہ اعظم آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ آپ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اہل بیت سے حضرت امام جعفر صادق سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں دیکھا۔ غرض آپ تمام علوم ظاہری و باطنی میں کامل اور مشائخ کے پیشرو اور مقتدائے مطلق تھے۔

آپ کثیر الاولاد تھے۔ مختلف بیویوں سے آپ کے سات صاحبزادے امام اسمٰعیل' امام عبداللہ' امام اسحٰق' امام موسیٰ کاظم' امام محمد' امام علی' رشید الدین اور تین لڑکیاں ہوئیں جن میں سے حضرت امام موسیٰ کاظم آپ کے جانشین بنے۔

آپ کا وصال بقول حضرت جامی صاحب شواہد النبوت بروز پیر 15 رجب المرجب 148ھ میں ہوا اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم کا شمار بھی آئمہ اہل بیت میں ہوتا ہے۔ آپ کا اصل نام موسیٰ تھا کنیت ابوالحسن۔ ابو عبداللہ اور ابو علی اور لقب کاظم' عبد صالح اور زین المجتہدین تھا مگر ان تمام القابات میں سے آپ کا لقب کاظم سب سے زیادہ مشہور ہوا۔ کاظم آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ بڑے حلیم الطبع تھے اور جو آپ پر ظلم کرتا آپ ہمیشہ اسے معاف کر دیتے۔

آپ ابوا کے مقام پر 7 صفر 128ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق اور والدہ ام حمید بربریہ تھیں۔ آپ نے بیس سال کی عمر

84683

Marfat.com

تک والد ماجد سے تمام دینی علوم حاصل کر لئے۔ آپ کو قرآن' حدیث' تفسیر اور فقہ میں کامل عبور تھا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد مسند رشد و ہدایت پر جلوہ گر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔ آپ کے زمانہ میں سلطنت عباسیہ پورے شباب پر تھی۔ آپ کی مسند ارشاد کے دو سال خلیفہ منصور کی حکومت میں گزرے پھر دس سال اور چند ماہ عباسی خلیفہ مہدی کی حکومت میں گزرے پھر ایک سال پندرہ دن خلیفہ ہادی کی حکوست اور تیرہ سال اور چند ماہ خلیفہ ہارون الرشید کے دور حکومت میں گزرے۔ عباسی خلفاء نے آپ کو اپنے اپنے دور خلافت میں قید کیا اور مختلف تکالیف پہنچائیں مگر آخر آپ کے زہد و تقویٰ اور کمالات دیکھ کر آپ کی صالحیت کے قائل ہو گئے اور قید سے رہا کر دیا۔

آپ کے اخلاق و کردار کے تمام پہلو بڑے روشن تھے۔ آپ بڑے عابد' زاہد تھے۔ کثرت عبادت اور شب بیداری کے باعث آپ کو عبد الصالح کہا جاتا تھا۔ ایک دفعہ آپ مسجد نبوی میں نماز عشا کے بعد سجدہ ریز ہوئے اور اللہ کے حضور دعا کرنے لگے۔ لوگوں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ میں تیرا بڑا گنہگار بندہ ہوں لہذا تیری مغفرت بھی بڑی ہونی چاہیے کیونکہ تو ہی مغفرت کرنے والا ہے۔ حتیٰ کہ صبح تک آپ سجدے میں پڑے رہے۔ آپ کے کردار کا ایک اور نمایاں پہلو آپ کی سخاوت اور غرباء نوازی تھی۔ آپ نے زندگی میں ہمیشہ غریبوں' مسکینوں اور یتیموں کی مشکلات دور کرنے میں خصوصی توجہ سے کام لیا۔ آپ خوراک کو ذخیرہ کرنے کے سخت خلاف تھے بلکہ جو کچھ آتا اللہ کی راہ میں لٹا دیتے۔

آپ نے اپنے زمانے میں بہت سی علمی خدمات بھی سرانجام دیں۔ آپ نے بے شمار شاگردوں کو فقہ' حدیث اور علم کلام پڑھایا۔ اس کے ساتھ ہی انہیں اخلاق و کردار میں بھی بے مثل اور بے نظیر کر دیا۔ تدریسی خدمات کے علاوہ

Marfat.com

آپ نے مسند امام موسیٰ کاظم کے نام سے حدیث کی ایک کتاب بھی لکھی۔
آپ کا وصال 5 رجب بروز جمعہ 183ھ میں ہوا۔ آپ کو بغداد کے محلہ کاظمین میں دفن کیا گیا جہاں آپ کا روضہ مرجع خلائق ہے۔
آپ کثیر الاولاد تھے جو مختلف بیویوں سے تھی۔ آپ کے 21 بیٹے اور 18 بیٹیاں تھیں مگر تمام لڑکوں میں سے امام علی رضا کو آپ کی جانشینی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت امام کاظم کے بیٹوں میں سے ایک کا نام ابراہیم تھا' سادات زنجانیہ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

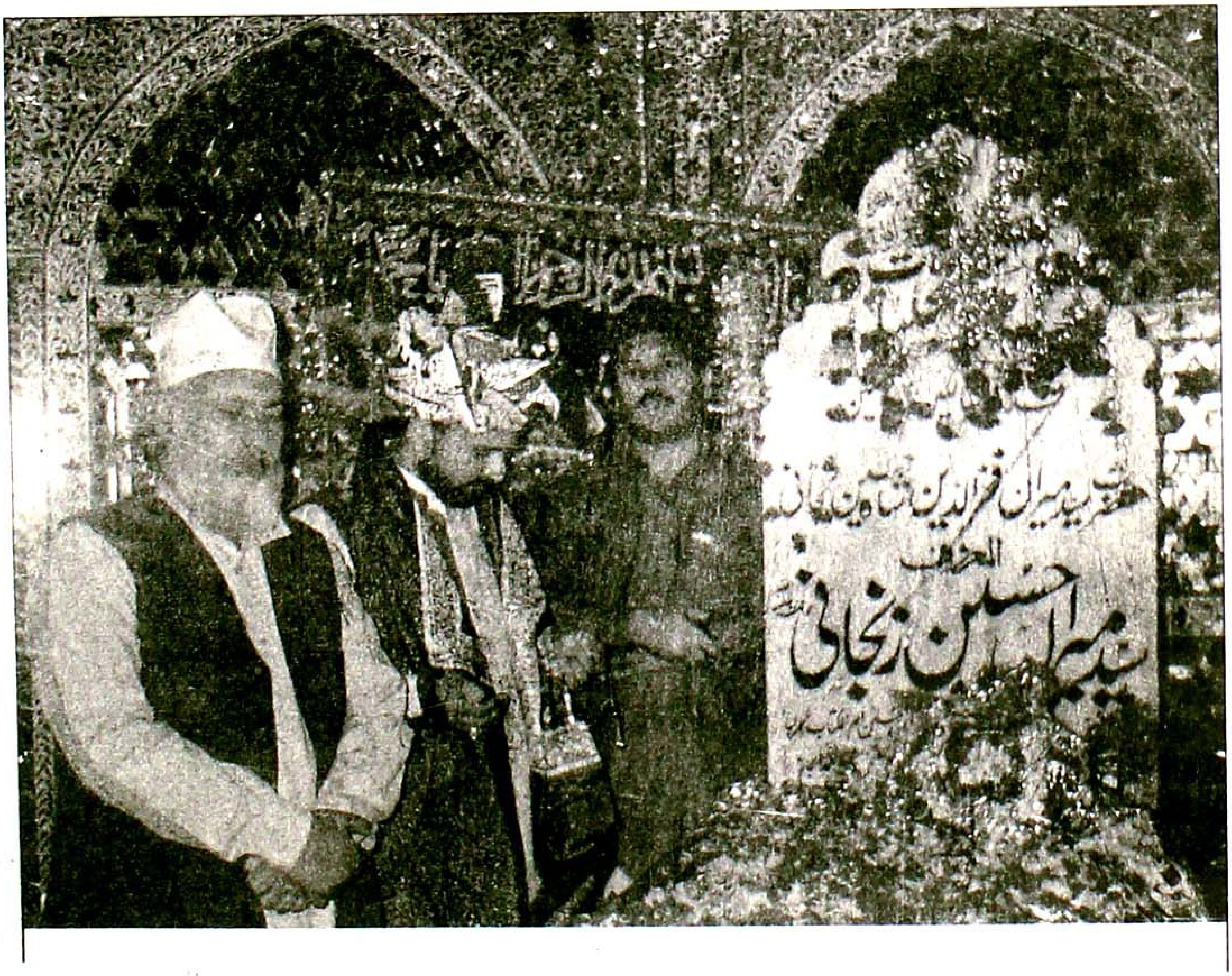

پیر سید ارشاد علی شاہ زنجانی ہمراہ سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

زنجان

حضرت سید میراں حسین زنجانی ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے رہنے والے تھے۔ اسی نسبت سے آپ کو زنجانی کہا جاتا ہے۔

زنجان ایران کا ایک تاریخی شہر ہے جو ایران کے شمال مغربی علاقے میں کوہ البرز کے دامن میں ایران کے موجودہ دارالخلافہ تہران سے تقریباً" تین سو میل کے فاصلے پر ہے۔ یہ ایران کا آخری شہر ہے جہاں فارسی بولی جاتی ہے اور مناظر قدرت کے لحاظ سے یہ شہر ایران کے انتہائی خوبصورت شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

پرانے وقتوں میں اس کی حقیقت اندجان سنجان کی طرح قصبے کی تھی لیکن آہستہ آہستہ یہ قصبے سے بڑھ کر ایک شہر کی شکل اختیار کر گیا۔ خلیفہ دوم جناب حضرت عمر کے زمانے میں جب ایران کے مغربی علاقوں کی فتوحات شروع ہوئیں تو اس وقت یہ ایران میں شامل تھا لیکن خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی کے زمانے میں جب خراسان اور ایران کے دوسرے بہت سے علاقے فتح ہو گئے تو یہ شہر بھی مسلمانوں کی حکومت میں شامل ہو گیا۔ کافی عرصہ تک یہ سلطنت عراق کا حصہ رہا لیکن بعد میں جب سلطنت ایران وسیع ہوئی تو یہ پھر ایران کی حدود میں آگیا اور آج تک ایران میں شامل ہے۔

محل وقوع

زنجان سلطنت ایران اور ترکیہ کی سرحد کے عین درمیان واقع ہے۔ اس شہر

Marfat.com

سے تہران تین سو میل ہے اور ترکی کی سرحد بھی تین سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اس شہر کے مشرق میں 70 یا 80 میل کے فاصلہ پر قزوین کا شہر واقع ہے۔ اس کو بھی ایران کی تاریخ میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ زنجان کے جنوب میں 150 میل کے فاصلہ پر ہمدان ہے اور مغرب کی طرف میانہ کا شہر ہے۔

اس شہر کی آب و ہوا کے متعلق اجمالاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ پہاڑ کے دامن میں واقع ہونے کی وجہ سے موسم اتنا سرد ہوتا ہے کہ بعض اوقات درجہ حرارت نقطہ انجماد سے نیچے گر جاتا ہے۔ موسم گرما میں سخت تپش ہوتی ہے۔ آسمان صاف رہتا ہے اور دن کے وقت تیز دھوپ ہوتی ہے۔ اس شہر میں بارش عام طور پر بہت کم ہوتی ہے لیکن زنجان کے اردگرد کا علاقہ سرسبز و شاداب ہے کیونکہ کوہ البرز کی چوٹیوں پر اکثر سردیوں میں برف جم جاتی ہے جو گرمیوں کے موسم میں پگھل کر اپنے دامنی علاقے کو خوب سیراب کرتی ہے۔ اس وجہ سے زنجان میں بارش کی کمی کا اثر محسوس نہیں ہوتا۔

زنجان کے گردونواح میں زیادہ تر کسان رہتے ہیں جن کا پیشہ کاشتکاری ہے۔ شہر کے گردونواح کے کھیت شہر کی خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔ ان کھیتوں میں زیادہ تر گیہوں، جو اور باجرہ وغیرہ کی کاشت کی جاتی ہے۔ اس علاقہ میں پھلوں کے باغ بھی ہیں۔ عمدہ قسم کی کپاس کی پیداوار کے لئے بھی یہ علاقہ مشہور ہے۔

شہر کے مرکزی حصے میں زیادہ تر دستکار رہتے ہیں۔ یہ شہر پرانے وقتوں میں چاندی کی میناکاری کے لئے بہت مشہور تھا اور آج کل بھی یہ صنعت وہاں پورے عروج پر ہے۔ موجودہ دور میں یہ شہر ایران کے دوسرے شہروں کی طرح بہت ترقی کر رہا ہے اور بہت سی نئی صنعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ اس شہر کے غالیچے اور قالین تمام ایران میں مشہور ہیں اور بہت نفیس ہوتے ہیں۔ یہاں شیشہ گری اور دیاسلائیاں بنانے کے کارخانے ہیں۔

Marfat.com

زنجان ملک کی سب سے بڑی ریلوے لائن پر واقع ہے جو ایران کے ایک سرے یعنی نیشاپور سے شروع ہو کر ایران کے دوسرے شہروں کو ملاتی ہے۔ شہر بہت صاف ستھرا ہے۔ بیشتر مکان پرانی طرز کے بنے ہوئے ہیں۔ گلی کوچے صاف ستھرے اور کشادہ ہیں۔ شہر کا ہر حصہ پختہ سڑکوں سے ملا ہوا ہے۔

تاریخ ایران میں زنجان کو تاریخی شہر ہونے کی حیثیت سے کافی اہمیت حاصل ہے۔ یہ ایران کا وہ شہر ہے جس میں خاندان سادات کی نامور ہستیاں اسلام پھیلانے کے لئے آئیں پھر اسی خانہ ان سادات میں ایسے بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے دین اسلام کی تبلیغ کی۔ ان کی دینی خدمات کو تاریخ اسلام کے زریں اوراق کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔

یہ شہر فخرالدین بہرام شاہ کا پایہ تخت بھی رہا ہے۔ بہرام شاہ نے اس شہر میں قلعہ بھی تعمیر کروایا تھا تاکہ اسے کرد قبائل کی یورش سے محفوظ کیا جا سکے۔ یہ تھے وہ اسباب جن کی وجہ سے یہ شہر ایران کے پر رونق اور تاریخی شہروں میں شمار ہونے لگا۔

مخزن اسرار میں نظامی گنجوی نے بھی زنجان کی تاریخی اہمیت کی تعریف کی ہے۔

مولانا روم نے بھی چند ایام زنجان میں گزارے تھے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ ایران کے اس مردم خیز خطے نے عالم روحانیت کی جو نامور ہستیاں پیدا کی ہیں ان میں حضرت میراں حسین زنجانی کے خاندان کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس سید خاندان میں علوم ظاہری و باطنی کے بہت سے پیشوا گزرے ہیں جنہوں نے برصغیر پاک و ہند کو آفتاب اسلام کی کرنوں سے منور کیا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کا یہ آبائی شہر آج تک ایران میں آباد ہے اور سادات زنجانی کو اسی شہر کی نسبت سے زنجانی سید کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

خاندان

قطب الاولیاء، شیخ الاتقیاء، سرور صوفیاء، چشمہ جود و سخا، آفتاب مہر و وفا، حجت الکاملین، شمس العارفین، مصباح العاشقین، شہباز لامکاں، رہبر سالکان، طریقت کے روح رواں، اسرار ربانی کے رازداں، اسلام کے پاسباں، منبع فیض مخزن علم و عرفاں، عاشق سرور کونین حضرت سید میراں حسین زنجانی کا تعلق خاندان سادات کے جد امجد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نواسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لخت جگر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ دراصل حسینی خاندان سادات کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین کے فرزند حضرت امام زین العابدین سے آگے بڑھا۔ آپ اگرچہ آخری دم تک مدینہ میں سکونت پذیر رہے مگر بعد ازاں آپ کی نسل سے چند افراد عباسی دور میں عراق کے شہر بغداد میں آکر آباد ہو گئے۔ حتیٰ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم نے زندگی کا کچھ حصہ عراق ہی میں عباسی خلفاء کی قید میں گزارا ہے۔ آپ کا جائے مدفن بھی بغداد کے محلّہ کاظمین میں ہے۔

سادات زنجانی

حضرت امام موسیٰ کاظم کثیر الاولاد تھے۔ آپ کے بے شمار بیٹے اور بیٹیاں تھیں جو متعدد بیویوں سے تھے۔ تاریخوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی کچھ اولاد نے مدینہ کے علاوہ مختلف مقامات پر رہائش اختیار کی۔ چنانچہ آپ کے بیٹوں میں جو

Marfat.com

مدینہ کے علاوہ اور مقامات میں آباد ہوئے' ان میں سے ایک حضرت ابراہیم بھی تھے جو بغداد میں آکر آباد ہوئے۔ بعدازاں حضرت ابراہیم کی نسل میں سے ایک بزرگ سید ابو جعفر برقعی پیدا ہوئے جو بغداد سے آکر زنجان میں آباد ہوئے۔ انہیں سادات زنجانیہ کا جد امجد سمجھا جاتا ہے۔

سید ابو جعفر برقعی

آپ بغداد میں پیدا ہوئے لیکن جوانی کے عالم میں تبلیغ اسلام کی خاطر اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر زنجان آگئے اور وہاں رہائش اختیار کی اور آخری دم تک وہاں رہے۔

آپ بڑے پرہیزگار اور متقی تھے۔ آپ نے تمام عمر دین اسلام کی خدمت میں گزار دی۔ آپ کو برقعی اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے چہرے پر نقاب اوڑھے رکھتے تھے۔

آپ کے سب سے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن قم میں قیام پذیر ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیتوں و ذہانت کی وجہ سے قم کے نقیب مقرر ہوئے۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت جعفر کو زنجان میں ایک جاگیر دے دی۔ شروع شروع میں جب ابو جعفر زنجان آئے تو آپ کو مالی تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑا لیکن کچھ عرصہ بعد جب آپ کو اپنے بھائی کی طرف سے جاگیر مل گئی تو آپ کی مالی حالت بہتر ہو گئی۔ آپ اسی جاگیر پر بسر اوقات کرتے تھے۔

آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام علی محمود رکھا گیا۔ یہی علی محمود حضرت میراں حسین کے والد ماجد ہیں۔

حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے والد ماجد

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے والد ماجد کا اسم گرامی علی محمود تھا اور والدہ کا نام حضرت مریم صغریٰ تھا۔ آپ کے والد اور

Marfat.com

والدہ دونوں خاندان سادات ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

حضرت سید علی محمود، حضرت سید جعفر برقعی کے بیٹے تھے۔ زنجان میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم آبائی شہر ہی میں حاصل کی پھر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے کچھ عرصہ اپنے چچا کے ہاں قم تشریف لے گئے۔ یہ شہر اس وقت علم و ادب کا گہوارہ اور دینی علوم کا مرکز تھا۔ وہاں پر آپ نے ماہر دینی اساتذہ سے بڑی محنت اور لگن سے دینی علوم حاصل کئے اور اس وقت کے ماحول کے مطابق زیور تعلیم سے بہت جلد آراستہ و پیراستہ ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کا شمار اپنے عہد کے اچھے علماء میں ہونے لگا۔ دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ اپنے آبائی شہر زنجان میں آ گئے اور واپسی پر آپ نے اپنی زمینوں میں کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کیا۔ یاد رہے کہ آپ کے چچا عبدالرحمٰن جو قم کے نقیب تھے، نے اپنے بھائی ابو جعفر کو زنجان میں جاگیر عطا کی تھی۔ چنانچہ سید محمود علی نے قم سے واپسی پر اسی جاگیر کا کام سنبھال لیا اور مملوکہ جاگیر پر کاشت کاری کے کام کی دیکھ بھال شروع کر دی اور ساتھ ہی کھیتی باڑی کے کام میں خود بھی محنت کرنا شروع کر دی جو آپ نے آخری دم تک جاری رکھی۔ اگرچہ جاگیر کی زمینوں سے اچھی خاصی آمدن حاصل ہوتی تھی مگر دولت کی فراوانی کے باوجود آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ آپ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے اور ان کی اکثر یہ کوشش ہوتی کہ دنیاوی کام سرانجام دیتے ہوئے بھی یاد الٰہی میں مشغول رہیں۔ آپ اللہ کی عبادت میں اکثر مشغول رہتے اور ہمیشہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے تھے۔

آپ ایک کشادہ مکان میں رہتے جس کے ساتھ ایک حویلی بھی تھی۔ اس حویلی میں آپ نے بیل، بھینسیں، بھیڑیں اور باربرداری کے لئے گھوڑے بھی پال رکھے تھے اور ان کی دیکھ بھال بھی کیا کرتے تھے۔

آپ نے قم میں حضرت موسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی جو اس زمانے کے بہت

Marfat.com

بڑے پیر طریقت تھے۔ اسی لئے تاریخوں میں آپ کے نام کے ساتھ موسوی تحریر ہوا ہے۔ انہی کی صحبت سے آپ کو ظاہری و باطنی علوم کا فیض حاصل ہوا۔ آپ کی زندگی کا بنیادی مقصد دین اسلام کی خدمت تھا اور آپ کی زندگی کا زیادہ حصہ دین اسلام کی خدمت میں گزرا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کے ذہن میں بنیادی طور پر یہی بات ڈالی کہ وہ بھی دین کی خدمت کریں اور ایسے احسن خطوط پر اولاد کی پرورش کریں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی اولاد نے تبلیغ دین کی وہ خدمات سرانجام دی ہیں جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

آپ اگرچہ زنجان کے ایک خاصے بڑے زمیندار تھے۔ اگر چاہتے تو شاہانہ زندگی بسر کر سکتے تھے لیکن دنیا کی گوناگوں نعمتوں اور وسائل کے ہونے کے باوجود آپ کا کھانا پینا' لباس اور رہائش پر تکلف نہ تھی بلکہ انتہائی سادہ تھے اور ضرورت سے زائد عموماً اللہ کی راہ میں دے دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ غرباء اور مساکین کا بہت خیال رکھتے تھے۔ محتاجوں کی اکثر حاجت روائی فرماتے اور مہمانوں کی حد سے زیادہ مہمان نوازی کرتے تھے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ آپ میں تواضع' شفقت' مروت' عفو' احسان' اخلاق صالح اور تزکیہ نفس کی صفات بہت ہی نمایاں تھیں۔

آپ کی وفات زنجان ہی میں ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوئے لیکن آج کل اس قبرستان کا پتہ نہیں چلتا جہاں آپ کی قبر تھی۔ جوانی کے عالم میں آپ نے سیدہ مریم صغریٰ سے شادی کی اور انہی سے آپ کے اولاد ہوئی۔

حضرت سیدہ مریم صغریٰ

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی والدہ ماجدہ کا نام مریم صغریٰ تھا۔ جن کا تعلق بھی خاندان سادات ہی سے تھا۔ جوانی کے عالم میں ان کی شادی سید علی محمود سے ہوئی۔ آپ بہت ہی نیک خاتون تھیں۔ بڑی زاہدہ اور عابدہ تھیں۔

Marfat.com

دین کے بنیادی مسائل اور اسلامی تعلیم سے پوری طرح بہرہ ور تھیں۔ مال و دولت کی فراوانی ہوتے ہوئے بھی گھر میں کوئی خادمہ نہ تھی بلکہ گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں۔ اپنے والد گرامی اور شوہر نامدار کی طرح آپ کو بھی تبلیغ دین سے خاص شغف تھا یہاں تک کہ آپ سے ملنے جلنے والی عورتوں میں بھی یہ شوق سرایت کر گیا تھا اور آپ کی تحریک و تلقین کی بدولت خواتین کی ایسی جماعت پیدا ہو گئی تھی جو ہر وقت مستورات میں دین کی تبلیغ اور اخلاق کی اصلاح میں سرگرم رہتیں۔

آپ اپنے خاوند کی نہایت وفادار تھیں۔ آپ کے بطن مطہرہ سے حضرت علی محمود کی اولاد تولد ہوئی جن کا نام دین و دنیا میں آج تک زندہ ہے۔ آپ جسمانی لحاظ سے نہایت مضبوط اور حسین و جمیل تھیں۔ آپ کا قد دراز اور جسم درمیانہ تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے قبل دودھ بلویا کرتی تھیں۔ پھر فجر کی نماز ادا کرتیں اور تلاوت کلام پاک کرتیں۔ پھر کھانے پکانے کا فریضہ انجام دیتیں۔ آپ کی طبیعت میں نفاست بہت زیادہ تھی اس لئے گھر کی صفائی کا خاص خیال رکھا کرتیں۔ عمر پیری میں قدم رکھنے پر جب آپ کی بیٹیاں گھر کا کام کاج سنبھالنے کے قابل ہو گئیں تو آپ نے گھریلو امور ان کے سپرد کر دئے اور خود زیادہ وقت عبادت الہٰی میں صرف کرنے لگیں۔ تلاوت قرآن مجید آپ کی زیادہ محبوب عبادت تھی۔ آپ اخلاق صالح کا مرقع تھیں۔ انہی خوبیوں کی بنا پر آپ نے نہایت ہی نیک اولاد کو جنم دیا کیونکہ یہ اللہ کا دستور ہے کہ جو والدین صالح ہوں ان کی اولاد میں ضرور صالحیت جھلک مارتی ہے۔

حضرت سید علی محمود کی اولاد

حضرت سید علی محمود کے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ سب سے بڑے حسین تھے جو تاریخ میں میراں حسین زنجانی کے نام سے مشہور ہوئے۔

Marfat.com

آپ کے بعد دو لڑکیاں کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔ انکے بعد پھر چار لڑکے یعنی حضرت اسحاق، حضرت یعقوب زنجانی، حضرت موسیٰ زنجانی (مدفن پاک، نگر) اور علی پیدا ہوئے اور آخر میں ایک لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔

سید علی محمود

سید فخرالدین زنجانی	کلثوم	زینب	سید اسحاق زنجانی
347ھ	349ھ	351ھ	355ھ
سید یعقوب زنجانی	سید موسیٰ زنجانی	علی زنجانی	فاطمہ
356ھ	359ھ	361ھ	365ھ

سید میراں حسین زنجانی، سید یعقوب زنجانی اور سید موسیٰ زنجانی لاہور تشریف لائے جن کے مدفن یہیں ہیں۔ بقیہ اولاد زنجان میں ہی رہی۔

قطب الاولیاء شیخ الاتقیاء آفتاب مہر و وفا شمس العارفین شہباز لامکاں سرور صوفیا چشمہ جودوسخا طریقت کے روح رواں امام طریقت پیشوائے اولیاء قطب الاقطاب حضرت میراں حسین زنجانی کا شجرہ نسب یوں ہے۔

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت موسیٰ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابراہیم عسکری حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابو جعفر برقعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت علی محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت میراں حسین زنجانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیرو مرشد حضرت سید پیر علی آزاد شاہ زنجانی ، سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے بارے میں شہرہ آفاق روایت

برصغیر پاک و ہند میں اسلام پھیلانے میں صوفیائے کرام کا بہت بڑا حصہ ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر میں تبلیغ اسلام کے لئے جو اولیائے کرام برصغیر پاک و ہند میں تشریف لائے ان میں زنجان سے آنے والے بزرگوں میں حضرت سید میراں حسین زنجانی اور آپ ہی کے خاندان زنجانیہ کا نام سرفہرست ہے۔ انہی زنجان سے تشریف لانے والے بزرگوں کے بارے میں عام تذکروں اور تاریخ میں ایک روایت بڑی مشہور اور عام پائی جاتی ہے کہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کو جب ان کے مرشد حضرت ابوالفضل ختلی نے حکم دیا کہ تبلیغ اسلام کی خاطر لاہور جاؤ تو حضرت علی ہجویری نے جواباً" عرض کیا کہ وہاں تو میرے بڑے پیر بھائی حضرت شیخ حسین زنجانی موجود ہیں تو پھر میرے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر مرشد کامل نے فرمایا علی تمہیں عذر کی بجائے تعمیل حکم سے غرض رکھنی چاہیے۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری جب اپنے مرشد کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو لاہور کی مشرقی جانب آئے اور دیکھا کہ شہر سے ایک جنازہ نکل رہا تھا۔ انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ جنازہ کس کا ہے۔

لوگوں نے جواب دیا یہ جنازہ قطب الاقطاب حضرت شیخ حسین زنجانی کا ہے۔

Marfat.com

اس وقت حضرت داتا گنج بخش کو اپنے پیر و مرشد کا حکم یاد آیا کہ یہ سچ تھا کہ مرشد نے روحانی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے مجھے یہاں آنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ یہ واقعہ 431ھ کا ہے۔

یہ روایت حضرت نظام الدین اولیاء کی کتاب فوائد الفوائد میں درج ہے مگر جدید محقق سنون میں اختلاف کے باعث اسے الحاقی قرار دینے میں پیش پیش ہیں۔ وہ یہ مد نظر نہیں رکھتے کہ ایک ولی کا بیان عموماً" دوسرے تمام عام مورخین کی بجائے زیادہ صحت پر مبنی ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کا شمار ان اولین اولیائے کرام میں ہوتا ہے جو لاہور میں نور اسلام پھیلانے' کفر و شرک کو مٹانے' بت پرستوں کو مشرف بہ اسلام کرنے کے لئے بحیثیت مبلغ اسلام سب سے پہلے تشریف لائے۔

محفل نعت پیر سید محفوظ الحسن سجادہ نشین تریئی نارووال صوفی اعظم، سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

لاہور آمد سے قبل

تاریخ لاہور کے مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور بہت قدیم شہر ہے۔ اس کی قدامت کے متعلق بہت سے تاریخی شواہد ملتے ہیں لیکن پختہ یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ لاہور کی بنیاد کب اور کس نے رکھی۔ القصہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں اسے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت میراں حسین زنجانی کی تشریف آوری کے وقت یہ "لوہور" کے نام سے مشہور تھا۔ اس وقت لاہور کو وہ اہمیت اور شہرت حاصل نہ تھی جو بعد میں حاصل ہوئی

سرزمین پنجاب زمانہ قدیم سے دوسرے ملکوں سے آنے والوں اور حملہ آوروں کا نشانہ بنتی رہی ہے۔ اس وقت سرزمین پنجاب کو لاہور کی ریاست کہا جاتا تھا اس لئے اسکے شہر اور قصبے ہمیشہ آباد اور برباد ہوتے رہے۔ اس طرح شہر لاہور بھی مسلمانوں کے دور سے قبل کئی بار آباد اور برباد ہوا۔

آپ کی آمد سے پہلے موجود مغربی پاکستان قندھار اور کابل کے تمام علاقے کو اس زمانے میں گندھارا کی سلطنت کہا جاتا تھا۔ اس سلطنت میں بہت سی ریاستیں تھیں۔ ان ریاستوں میں مختلف ہندو راجپوت حکمران تھے۔

367ھ وہ تاریخی سال ہے جب مشہور مسلمان حکمران سبکتگین نے اپنے گھوڑے کی باگ ہندوستان کی طرف موڑی اور فتح و نصرت کو اپنے جلو میں لئے پنجاب کے بعض مقامات تک یلغار کرتا ہوا آیا اور بقول مولانا ذکاء اللہ ہند کے

Marfat.com

چند قلعے ایسے فتح کئے کہ جہاں نہ صرف اہل اسلام کے گھوڑوں کے سم اور اونٹوں کے قدم پہنچے تھے بلکہ ان قلعوں میں جابجا مساجد بنا کر اور وہ مال غنیمت لے کر جو تاخت و تاراج سے ہاتھ لگا تھا غزنی کی طرف مراجعت کر گیا۔

اس زمانے میں لاہور سے ملتان اور کشمیر سے پشاور تک کے علاقے پر راجہ جے پال حکمران تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک مسلمان حکمران اس کے علاقے پر حملہ کر کے اس کے بہت سے قلعے اور ان کا ملحقہ علاقہ فتح کر کے چلا گیا ہے تو اسے سخت تشویش ہوئی اور اس نے اپنی ساری طاقت مجتمع کر کے ایک فیصلہ کن جنگ کا منصوبہ بنایا۔ ادھر غزنی میں امیر سبکتگین کو بھی راجہ جے پال کے ارادوں کی خبر ہو گئی اور اس نے ایک لشکر جرار کے ساتھ پشاور کی طرف کوچ کیا۔

لغان کے میدان میں جو کہ کابل اور پشاور کے درمیان واقع تھا' دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ فاتح سومنات محمود غزنوی بھی اس جنگ میں اپنے والد گرامی کے ہمرکاب تھا۔ طویل جنگ کے بعد راجہ جے پال نے امیر سبکتگین کی خدمت میں صلح کا پیغام بھیجا۔ امیر سبکتگین نے اس شرط پر صلح کر لی کہ راجہ جے پال اپنے دربار کے چند امراء اور کچھ قریبی رشتہ داروں کو بطور یرغمال اس کے حوالے کر دے اور ہندوستان واپس جا کر تاوان جنگ کے طور پر زروجواہر اور ہاتھی گھوڑوں کی مقرر تعداد امیر موصوف کی خدمت میں ارسال کرے۔

اس قول و قرار کے بعد راجہ جے پال اپنے شکست خوردہ لشکر کو لے کر دارالسلطنت بٹھنڈہ واپس آیا۔ یہاں آ کر اس کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا اور اس نے امیر سبکتگین کے ان امراء کو قید کر لیا جو اس سے تاوان جنگ وصول کرنے آئے تھے۔ جب امیر سبکتگین کے پاس راجہ جے پال کی طرف سے تاوان جنگ نہ پہنچا اور راجہ کی عہد شکنی کی اطلاع ہوئی تو وہ غضبناک ہو کر پھر سندھ پر چڑھ آیا۔ افغانوں کی جمیعت کثیر کے ساتھ اس نے ہندوستان کے سرحدی مقامات پر حملہ کر دیا اور شہر پر شہر فتح کرتا ہوا پنجاب کی طرف بڑھنے لگا۔

Marfat.com

یہ صورت حال دیکھ کر راجہ جے پال نے ہندوستان کے بڑے بڑے راجاؤں کو لکھا کہ امیر سبکتگین بھارت ماتا کی آبرو پامال کرتا ہوا پنجاب کی طرف بڑھ رہا ہے اگر اس نے پنجاب فتح کر لیا تو آپ لوگوں کی آزادی بھی خطرے میں پڑ جائے گی اس لئے اپنے اس مشترک دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ فوجیں اور سامان رسد میری امداد کے لئے بھجوائیں۔

ہندوستان کے تمام بڑے بڑے راجہ جو امیر سبکتگین کی یلغار اور راجہ جے پال کی شکست کی خبر سن کر پہلے ہی گھبرائے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے دشمن ہونے کے باوجود۔ جے پال کی امداد کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ للذا دلی' اجمیر' کالپی اور قنوج کے راجاؤں نے اپنی ٹڈی دل فوجیں سامان رسد کے ساتھ پنجاب کی طرف روانہ کر دیں۔ اس طرح ایک لاکھ سورماؤں کا لشکر جے پال کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا۔

اس لشکر عظیم کو لے کر راجہ جے پال امیر سبکتگین کے مقابلے کے لئے نکلا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو امیر سبکتگین نے پہاڑی پر چڑھ کر ایک نظر دشمن کی فوجوں پر ڈالی۔ دیکھا کہ حد نگاہ تک انسانی سروں کا سمندر موجزن ہے پھر اپنی فوجوں کو دیکھا کہ چند ہزار افغانوں کے سوائے کچھ نہ تھا مگر یہ منظر دیکھ کر اس کی قوت ایمانی میں کمی نہ آئی۔ اس نے ٹڈی دل لشکر کو بھیڑیں اور بکریاں اور خود کو قصائی سمجھا۔ اپنی فوج کے سرداروں کو جمع کر کے اس نے ایک ولولہ انگیز تقریر کی جس نے اس کی فوج کے دل بڑھا دئے اور وہ سب مرنے مارنے کو تیار ہو گئے۔

امیر سبکتگین صاحب ہمت ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب تدبیر بھی تھا چنانچہ اس نے پانچ پانچ سو سواروں کا ایک ایک دستہ مرتب کر کے ایک ایک آزمودہ کار افغان سردار کو اس کا سپہ سالار بنایا اور حکم دیا کہ یہ سارے دستے یکدم دشمن پر حملہ نہ کریں بلکہ ایک دستہ حملہ کرے اور باقی دستے حملے کا انتظار کریں۔ اس

Marfat.com

طرح امیر سبکتگین کی فوجوں نے راجہ جے پال کی فوجوں کو تھکا تھکا کر ان کا ناک میں دم کر دیا۔ ایک دستہ جے پال کی فوج پر حملہ کرتا جب وہ ہٹتا تو جے پال کی فوجیں سمجھتیں کہ افغان ہمت ہار گئے کہ اتنے میں دوسرا دستہ نمودار ہو جاتا جب وہ تھک جاتا تو تیسرا دستہ اس کی جگہ پر آجاتا۔

چند روز کی جنگ کے بعد جب جے پال کی فوجوں میں کمزوری کے آثار نمودار ہونے لگے تو امیر سبکتگین نے اپنے لشکر کو عام حملے کا حکم دیا۔ اس اچانک اور پرزور حملے سے ہندو فوجوں کے پیر اکھڑ گئے اور وہ جان بچانے کے لئے میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔ امیر سبکتگین کی فوجوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیر کر مولی گاجر کی طرح کاٹنا شروع کر دیا اور افغان مفرور فوجوں کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے اٹک کو عبور کر کے آگے بڑھ آئے اور آگے بڑھ کر پنجاب کے بہت سے حصے پر قبضہ کر لیا۔

اس وقت سے مسلمانوں کے قدم اس خطہ پنجاب پر جمنا شروع ہو گئے۔ اگرچہ سبکتگین کے حملوں کے بعد اس علاقے کی حکومت کچھ عرصہ تک ہندوؤں کے ہاتھ ہی میں رہی لیکن مسلمان مبلغین کی آمد کا سلسلہ 380ھ کے لگ بھگ شروع ہو گیا۔

آپ کی آمد کے وقت لاہور میں برہمن اور ہندو قوموں کی غالب اکثریت آباد تھی۔ یہ سب بت پرست لوگ تھے۔ ان کے علاوہ کچھ اور اقوام بھی آباد تھیں مگر ان کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ ذات کی تفریق نے ان اقوام کو ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا تھا۔ ہر قوم کے لوگ اپنی ذات کے مطابق پیشہ اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ اعلیٰ ذات کے لوگ تہی مغز ہوتے ہوئے بھی علم حاصل کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے تھے اور نیچی ذات کے لوگ ذہین اور صاحب دماغ ہوتے ہوئے بھی حصول علم کے قریب نہ جا سکتے تھے۔ اس طرح ان کی ساری صلاحیتیں ضائع ہو جاتیں۔ لاہور کے وسطی حصے میں زیادہ تر برہمن اور ہندو سپاہی آباد تھے۔ ان کے علاوہ

Marfat.com

اہل علم و فن پیشہ ور اور تاجر لوگ جیسے زرگر، آہن گر، مستری، تیر گر، عطار، طبیب، منجم، عنبر فروش، ہندسی، نجومی، شاعر، فلسفی اور فال گیر بھی رہتے تھے۔ وسطی لاہور کے علاوہ شہر کے باقی حصے میں زیادہ تر ہندو کسان تھے۔ بعض محلوں میں قصاب، رنگریز، چاہ کن سقے، باغبان، خباز، صیاد اور کبوتر باز وغیرہ رہتے تھے۔

لاہور کے ارد گرد زیادہ تر زمینیں ہندو کاشتکاروں کی تھیں جو مزارعین سے کھیتی باڑی اور باغبانی وغیرہ کرواتے تھے اور خود کو راجپوتوں کا ہم پلہ تصور کرتے تھے۔

آپ کی آمد سے پہلے لاہور میں ہندو دھرم عروج پر تھا۔ شہر مندروں سے بھرا پڑا تھا۔ ہر مندر ایک پروہت کی جاگیر تھا جس کے ساتھ وسیع زمین اور دوسری املاک ہوتی تھیں۔ ان مندروں میں پجاری رنگ رلیاں مناتے تھے اور مذہب کے نام پر ہر قسم کی بے حیائی میں ملوث تھے۔ ہر مندر میں الگ الگ بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ پجاری سادہ لوح عوام کی جیبیں خالی کرتے اور خود گلچھرے اڑاتے تھے۔

لوگوں کی اخلاقی حالت بہت خراب تھی۔ شراب، زنا، جوا اور دوسری برائیاں عام تھیں۔ عورتوں میں ستی کی رسم عام تھی، اوہام پرستی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔

آداب الحریمین میں ہے کہ راجہ بنرت نے اپنے زمانے میں سورج دیوتا کا مندر (راوی) بنوایا تھا۔ یہ بڑا مشہور اور قابل دید مندر تھا۔ اس میں سورج کی پرستش کی جاتی تھی۔

یہ تھے لاہور کے وہ مذہبی اور سیاسی حالات جب حضرت سید میراں حسین زنجانی تبلیغ حق کے لئے یہاں تشریف لائے۔

آپ جس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے لاہور میں آئے تھے اس کو پورا کرنے کے لئے آپ نے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ ان دنوں لاہور کے لوگوں کی اکثریت ہندو دھرم کے

Marfat.com

پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ سورج دیوتا کے مندر میں اپنی مذہبی رسومات کو ادا کرتے تھے۔ یہ مندر رنگ محل میں جہاں پانی والا تالاب ہے' واقع تھا اور وہاں پر اپنے عقیدہ کے مطابق دیوتا کے بت کی پوجا کرتے تھے۔ اس وقت اس علاقے میں ہر طرف ضلالت و گمراہی کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دل جو سومنات بن چکے تھے انہیں نور ایمانی سے روشن کرنے اور بے شمار دیوتاؤں کے پرستاروں کو خدائے واحد کا پرستار بنانے کے لئے مسلسل جدوجہد اور صبرواستقلال سے تبلیغ کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے یہ مقدس فریضہ نہایت ثبات قدم اور عمل پیہم سے سرانجام دیا۔ اس وقت یہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت کے لئے آپ نے لاہور کے لوگوں کی زبان سیکھی' لہٰذا آپ قیام لاہور کے دوران ابتدائی چند سالوں میں تبلیغ کے لئے آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ روزانہ شہر کے گلی گلی کوچے کوچے میں جاتے رہے اور اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آپ جہاں موقع پاتے چند لوگوں کو اکٹھا کر کے اسلام کے بنیادی عقیدے یعنی توحید پر روشنی ڈالتے اور مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد لوگوں کو دین حق قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔ بت پرستوں اور خاص طور پر ان کے اکابرین نے حضرت میراں حسین کی تبلیغ کے پرجوش انداز اور مدلل طرز بیان کو اپنے جھوٹے مذہب کے لئے زبردست خطرہ محسوس کیا اور آپ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ جب وہ آپ کو دین اسلام کی تبلیغ کرتے دیکھتے تو آپ پر آوازے کسنا شروع کر دیتے اور لوگوں سے کہتے اس درویش نے کیا نیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کے پیچھے بازاری لونڈے لگا دئے جاتے جو تالیاں بجا بجا کر آپ کا مذاق اڑاتے۔

تین سال تک آپ نے اس طرح کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے دین اسلام کی تبلیغ کی لیکن اس عرصہ میں کوئی بھی غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوا۔

Marfat.com

چنانچہ تین سال کے بعد آپ نے ایک دن بذریعہ کشف اپنے مرشد سے دریافت کیا کہ یا حضرت اب دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کیا طریقہ اختیار کروں۔ آپ کے مرشد نے فرمایا کہ "اے حسین جاؤ ہم نے تمہارے صبر کو آزما لیا ہے' اب سوائے جمعہ کے دن کے اپنی قیام گاہ پر ہی رہا کرو"۔ مرشد سے تبلیغ کے متعلق نیا حکم پاکر حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اس کی تعمیل شروع کر دی اور اب صرف جمعہ کے دن اندرون شہر جاتے اور لوگوں کو دعوت حق دیتے لیکن عمر کے آخری حصہ میں آپ نے جمعہ کے روز بھی شہر جانے کا طریقہ ترک کر دیا اور جائے قیام پر ہی زیادہ وقت گزارتے مگر جہاں بھی جی چاہتا چلے جایا کرتے تھے۔

ایک اور روایت ہے کہ آپ صرف جمعہ کے روز شہر جا کر تبلیغ کرتے اور یہ سلسلہ آپ نے کافی عرصہ تک جاری رکھا۔ اس طرح شروع شروع میں آپ کی کوششوں سے چند لوگ اسلام کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

روایت میں آتا ہے کہ آپ نے ایک دفعہ جمعتہ المبارک کے دن شہر میں تبلیغ کرنے کے بعد چند ہندو بیماروں کو پانی دم کر کے دے دیا جس سے وہ لوگ شفایاب ہو گئے۔ اس واقعہ نے لوگوں کو بہت متاثر کیا اور شہر میں آپ کی روحانیت کا چرچا ہونے لگا۔ پھر آپ سے کئی کرامات ظہور پذیر ہوئیں جس کی بنا پر جس کو فیض ملا وہی مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ صاحب فیض و کمال بزرگ ہیں تو لوگ شہر سے آپ کی قیام گاہ پر آتے اور آپ کے فیض سے مستفید ہوتے۔ یہ سلسلہ آپ کے آخری دم تک جاری رہا۔

تین سال تک آپ پانی کی ضروریات کو دریا سے پورا کرتے رہے۔ اس کے بعد جب آپ کی جائے قیام پر معتقدین آنے لگے تو اس وقت پانی کی بڑھتی ہوئی ضرورت کے پیش نظر آپ نے اور آپ کے چند عقیدت مندوں نے ایک کنواں کھودا۔ اس کنویں کا پانی کھاری تھا۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی

Marfat.com

تو خدا کی رحمت سے اس کنویں کا پانی عام پانی کی طرح میٹھا ہو گیا۔ وہ کنواں آج تک "میراں دی کھوئی" کے نام سے مشہور اور موجود ہے۔

آپ نے اپنے قیام کے لئے جو جگہ منتخب فرمائی وہاں کافی عرصہ رہنے کے بعد کچھ فاصلے پر یاد خدا کے لئے ایک جگہ مخصوص کرلی تھی اور اس مقام پر آپ نے چند درخت لگائے تھے۔ اس باغ میں اکثر آپ حالت استغراق میں رہتے۔ وفات کے بعد اسی باغ میں آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ یہی باغ بعد میں باغ زنجان کے نام سے مشہور ہوا۔

آپ نے بذریعہ کشف اپنے مرشد ابوالفضل سے دریافت کیا کہ یا حضرت کیا میں راجہ انگ پال اور سہج پال کو دین اسلام کی دعوت دوں۔ آپ کے مرشد نے ارشاد فرمایا بیٹا خاموشی اختیار کرو۔ چنانچہ آپ نے دعوت نہ دی کیونکہ فتنے کا خطرہ تھا اور آپ درویشانہ اوصاف کے شیخ تھے۔

تاریخیں اس باب میں خاموش ہیں کہ آپ کی تبلیغی مساعی کے کیا نتائج نکلے لیکن بعض روایات سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے قیام لاہور کے زمانے میں علم و عرفان کا جو دریا بہایا اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں جو مساعی جمیلہ سرانجام دیں وہ رائیگاں نہیں گئیں۔ آپ کی دعوت حق سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے دین اسلام قبول کرلیا اور جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا ان میں سے بھی بہت سے لوگ ایسے تھے جو اسلام سے متاثر ہوئے۔ اس طرح آپ کے بعد آنے والے بزرگوں کے لئے راستہ صاف اور فضا ہموار ہو گئی۔ بعض تاریخوں میں آتا ہے کہ سبکتگین کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد لاہور پر ایک ہندو راجہ نے حملہ کیا اور صرف شہر کے ایک علاقے میں دو ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ ظاہر ہے یہ وہی مسلمان تھے جو حضرت میراں حسین اور ان کے ساتھیوں، بھائیوں اور حضرت شاہ اسمٰعیل بخاری کی کوششوں سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

Marfat.com

وہ لوگ جو آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کے معتقد اور عقیدت مند بنے انہیں اسلامی عبادت کے طریقے اور آداب سکھلانے بعد ضروری تھے۔ چنانچہ آہستہ آہستہ آپ نے اپنے پاس آنے والے نو مسلموں کو اللہ کی اطاعت اور بندگی کے طریقے سکھائے۔ دین اسلام میں ارکان کو بڑی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہ ایسی عبادات ہیں جن کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اور انہی ارکان پر عمل ہر مسلمان کے لئے فرض عین ہے۔ اس لئے آپ ہمیشہ ان لوگوں کو جو آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوتے' سب سے پہلے اسلامی عقائد پر ایمان کی تلقین کے بعد نماز سکھاتے اور انہیں پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کی تلقین فرماتے اور رمضان المبارک کے آداب سے آگاہ کرتے۔ ایسے ہی نماز روزہ کے بعد آپ انہیں زکوٰۃ اور حج کے مسائل اور فضائل کی تعلیم دیتے۔ اسلامی عبادات کے بعد آپ انہیں اسلامی ضابطہ حیات کے اخلاق صالح اور اسلامی حسن معاشرت کا درس دیتے۔

آپ نے ہمیشہ اپنے پاس آنے والوں کو صداقت اور ایمانداری کا سبق دیا اور ان کی عادات میں سے ہندوانہ رسومات ختم کرنے کی مکمل کوشش کی۔ ان میں اوصاف حمیدہ یعنی سخاوت' شرم و حیا' رحم' احسان' خوش کلامی اور جذبہ ایثار پیدا کئے۔

اگرچہ نئے نئے مسلمان حضرات کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کا مرحلہ بہت مشکل تھا لیکن اللہ کی خاص تائید اور رحمت سے آپ نے یہ فریضہ بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

اولیاء کی دعوت خلوص اور پیار پر مبنی ہوتی ہے۔ ان کا اخلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اخلاق و کردار کا آئینہ ہوتا ہے۔ ان کی تبلیغ وعظ و تقریر کی بجائے عمل و دعا ہوتی ہے۔ وہ اپنے پاس آنے والوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے لاہور کے لوگوں سے

Marfat.com

بے شمار دکھ سہے لیکن پھر بھی ان لوگوں سے پیار کیا اور ان سے طعنہ و تشنیع لینے کے بعد بھی ان کے حق میں اللہ کے حضور دعائیں کیں۔ آخر آپ اپنے تبلیغی مشن میں کامیاب ہوئے کیونکہ حضرت سید میراں حسین نے جس دور میں دعوت حق دی تھی ان دنوں لاہور میں ہر طرف ہندو مذہب ہی تھا اور کوئی بھی اس وقت اپنے مذہب کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا جب تک اسے نئی دعوت میں کوئی حقیقت اور سکون میسر نہ آئے۔ چنانچہ آپ کی دعوت حق سے لوگوں کو اطمینان قلب میسر آیا اور جو آپ کے قریب آئے وہ آپ کے اخلاق و کردار سے بے حد متاثر ہوئے۔ آخر آپ کی صحبت اور نگاہ فیض کے نتیجہ میں بے شمار ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔

پیر سید جاوید علی شاہ سجادہ نشین حضرت امام الحق شہید سیالکوٹ سید افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ

قطب الاولیاء، شیخ الاتقیاء، سرور صوفیاء، چشمہ جودوسخا، آفتاب مہر و وفا، جلوہ نور ہدیٰ، حجت الکاملین، قدوہ السالکین، شمس العارفین، مصباح العاشقین، رفیق الطالبین، شہباز لامکاں، رہبر سالکاں، طریقت کے روح رواں، معارف ربانی کے رازداں، اسلام کے پاسباں، منبع فیض رساں، مخزن علم و عرفاں، عاشق سرور کونین حضرت میراں حسین زنجانی برصغیرپاک و ہند کے ان قدیم اکابر اولیاء سے ہیں جو لاہور میں نور اسلام پھیلانے، تعلیمات اسلام کو گھر گھر پہنچانے، ظلمت میں اسلام کا ڈنکا بجانے، بندگان خدا کو خدام رسول بنانے، نادانوں کو قرینہ بندگی سکھانے، کفروشرک کو مٹانے، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھانے، بت پرستوں کو مشرف بہ اسلام کرنے، لاہور کے مکینوں کو اسلامی نظریہ حیات سے روشناس کرانے اور مظلوموں کو ظالموں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لئے تمام اولیاء سے پہلے تشریف لائے جس کا ثبوت حضرت نظام الدین اولیاء کی روایت ہے۔

فوائد الفواد میں مذکور ہے کہ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری کو جب ان کے پیرو مرشد حضرت ابوالفضل ختلی نے فرمایا کہ بیٹا تبلیغ اسلام کی خاطر لاہور جاؤ تو حضرت علی ہجویری نے جواباً" عرض کیا کہ وہاں تو میرے بڑے پیر بھائی حضرت شیخ حسین زنجانی موجود ہیں، تو وہاں میرے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر مرشد کامل نے فرمایا کہ تمہیں عذر کی بجائے تعمیل سے غرض ہونی چاہیے

چنانچہ علی ہجویری جب اپنے مرشد کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو لاہور کی مشرقی جانب آئے، شہر سے ایک جنازہ نکل رہا تھا۔

Marfat.com

انہوں نے دریافت کیا کہ یہ جنازہ کس کا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہ جنازہ حضرت شیخ حسین زنجانی کا ہے۔ اس وقت داتا صاحب کو اپنے پیر و مرشد کا حکم یاد آیا کہ یہ سچ تھا کہ مرشد نے روحانی سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے مجھے یہاں آنے کا حکم دیا تھا۔ یہ واقعہ 431ھ کا ہے۔

لیکن جدید محقق سنون میں اختلاف کے باعث اسے الحاقی قرار دینے میں پیش پیش ہیں مگر وہ یہ مد نظر نہیں رکھتے کہ ایک ولی کا بیان دوسرے تمام مورخین کی بجائے زیادہ صحت پر مبنی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آبائی وطن:

حضرت سید میراں حسین زنجانی ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے رہنے والے تھے۔ اسی نسبت سے آپ کو زنجانی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر ایران کے شمال میں کوہ البرز کے دامن میں واقع ہے۔ کسی زمانے میں یہ اندجان اور نجان کی مانند ایک قصبہ تھا مگر آہستہ آہستہ ایک شہر کی صورت اختیار کر گیا۔ اس وقت شہر کی آبادی کچھ پختہ اور کچھ کچی تھی۔ سڑکیں اور گلیاں کشادہ تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شہر انتہائی زرخیز علاقہ میں واقع ہے اور قدرتی دولت سے مالامال ہے۔

خاندان

حضرت سید حسین زنجانی کا تعلق حضرت امام حسین سے ہے جن کے خاندان میں سے چند افراد خلفاء راشدین اور بعد کے دور میں عراق میں آکر بس گئے اور پھر تیسری صدی ہجری میں اسی خاندان سادات کے ایک بزرگ جو امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے تھے' بغداد سے زنجان آکر آباد ہوئے۔ ان بزرگوار کا اسم گرامی حضرت سید ابو جعفر برقعی تھا۔ ان ہی سے سادات زنجانیہ کا سلسلہ نسب آگے بڑھا۔ حضرت ابو جعفر برقعی حضرت سید میراں حسین زنجانی کے دادا تھے۔

Marfat.com

آپ کے والد ماجد کا نام سید علی محمود تھا۔ سید علی محمود اپنے زمانے کے جید عالم تھے اور کھیتی باڑی کا پیشہ کرتے تھے۔ آپ اس زمانے کے پیر طریقت حضرت موسیٰ کے مرید تھے۔ انہی سے باطنی فیض حاصل کیا۔ آپ نے جوانی کے عالم میں حضرت مریم صغریٰ سے شادی کی اور انہی سے آپ کی اولاد کا سلسلہ چلا۔

حضرت سید میراں حسین کی والدہ ماجدہ کا نام مریم صغریٰ تھا ان کا تعلق بھی خاندان سادات میں سے تھا۔ آپ بڑی زاہدہ عابدہ اور صوم و صلوۃ کی پابند خاتون تھیں۔

حضرت میراں حسین کا شجرہ نسب

امام طریقت، پیشوائے اولیاء، ہادی اہل حقیقت، واقف رموز شریعت، شمس العارفین، قدوالسا لکین، حجتہ الکاملین، قطب الاقطاب حضرت سید میراں حسین زنجانی کا شجرہ نسب یوں ہے۔

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

حضرت امام باقر علیہ السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت ابرہیم رحمتہ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ ثانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابراہیم عسکری حسن رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابو جعفر برقعی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت علی محمود رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

حضرت سید علی محمود کی اولاد

آپ کے ہاں پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی۔ 2۔ سیدہ کلثوم۔ 3۔ سیدہ زینب۔ 4۔ سید اسحاق۔ 5۔ سید یعقوب۔ 6۔ سید موسیٰ۔ 7۔ سید علی۔ 8۔ سیدہ فاطمہ

سید میراں حسین زنجانی	سیدہ کلثوم	سیدہ زینت	سید اسحاق
347ھ	349ھ	351ھ	355ھ
سید یعقوب	سید موسیٰ	سید علی	سیدہ فاطمہ
356ھ	359ھ	361ھ	365ھ

حضرت سید علی محمود کی اولاد میں سے صرف حضرت سید میراں حسین زنجانی' حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی لاہور تشریف لائے جن کے مدفن بھی یہیں ہیں۔ آپ کی بقیہ اولاد زنجان ہی میں ہے۔

پیدائش کے متعلق بشارت

حضرت شیخ میراں حسین زنجانی کے والد بزرگوار کی عمر جب 27 برس کی ہوئی تو اس وقت آپ کو ایک رات خواب میں آپ کے مرشد کی طرف سے بشارت ہوئی کہ اے علی! اللہ تعالیٰ اپنے رحمت سے تم کو جو بیٹا عطا کرے گا جو خاندان سادات کے جد امجد حضرت امام حسین کے نقش قدم پر چل کر دنیا کے مال و اسباب اور جاہ و جلال سے بے نیاز رہ کر دین اسلام کی خدمت کرے گا۔ اس بنا پر آپ کا نام حسین رکھا گیا اور تاریخ میں آپ شیخ حسین زنجانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ نے اپنے والد کے مرشد کی بشارت کے مطابق سادات کے جد امجد سیدنا امام حسین کی پیروی میں اپنے وطن مالوف کو چھوڑا اور تبلیغ اسلام

Marfat.com

کے لئے شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ پھرے اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ صاحب گلزار ابرار نے آپ کا نام فخرالدین حسین زنجانی لکھا ہے۔ فخرالدین دراصل آپ کا لقب تھا۔ آپ 347ھ میں 26 شعبان بوقت 10 بجے رات پیدا ہوئے۔

آپ کی تعلیم و تربیت زنجان ہی میں ایک امام مسجد کے زیر سایہ ہوئی۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد آپ نے تفسیر' حدیث اور فقہ کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ استاد کے فیض صحبت سے آپ کے دل میں روحانیت کے باطنی اسرار جاننے کی تڑپ پیدا ہوئی۔

جوان ہوتے ہی آپ تلاش حق کے جذبے سے سرشار ہو کر مرشد کامل کی تلاش میں نکلے۔ ان دنوں حضرت ابوالفضل ختلی کی روحانیت کا بہت چرچا تھا چنانچہ آپ اپنے والد کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہی کے مرید ہو کر منازل سلوک طے کیں۔ آپ کے سلسلہ طریقت کو سلسلہ جنیدیہ کہا جاتا ہے جس کے بانی حضرت جنید بغدادی تھے۔

آپ کا شجرہ طریقت یوں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی

خواجہ ابوالفضل محمد بن الحسن ختلی

مرید حضرت ابوالحسن حصری

حضرت ابوبکر شبلی

ابوالقاسم جنید بغدادی

حضرت سری سقطی

معروف کرخی

حضرت داؤد طائی

حضرت حبیب عجمی

حضرت خواجہ حسن بصری اور وہ مرید حضرت علی کے۔

Marfat.com

آپ نے کئی سال مرشد کی خدمت میں گزارے اور اسرار باطنی حاصل کرنے کے لئے بہت سے مجاہدے اور ریاضت کے لئے کئی ایک مصائب اور ہر طرح کی سختیوں کو بھی برداشت کیا۔ آپ نے پیرومرشد کی نگرانی میں کئی ایک چلے بھی کاٹے اور کافی مدت تک بحکم مرشد ایک مکان میں گوشہ نشین بھی رہے۔ یہ وقت آپ نے ذکرالٰہی اور ورد و وظائف پڑھنے میں صرف کیا۔ آپ اللہ کا بہت زیادہ ورد کیا کرتے تھے۔ بزرگان دین اور صوفیائے عظام کے مطابق یہ ورد دوسرے تمام وردوں سے افضل تصور کیا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ شب میں خداوند تعالیٰ کی عبادت میں اس قدر مشغول ہوتے تھے کہ بعض اوقات عشاء کی نماز کے وضو سے ہی صبح کی نماز ادا کرتے تھے۔ خدمت مرشد کے دوران آپ نے طریقت اور تصوف کی عملی تعلیم بھی حاصل کی۔ آپ نے اپنے مرشد کی غلاموں کی طرح خدمت کی اور جب کبھی آپ کے پیرومرشد سیروسیاحت کے لئے سفر اختیار کرتے تو آپ کو ساتھ لے جاتے۔ دوران سفر پیر طریقت کا سامان اٹھاتے اور مرشد کے ہر حکم کی تعمیل باعث سعادت سمجھتے۔ آپ کے مرشد حضرت ابوالفضل نے جب دیکھا کہ عظیم المرتبت مرید نے ظاہری اور باطنی علوم میں کامل دست گاہ حاصل کرلی ہے تو انہوں نے آپ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور میراں کا خطاب دیا جو رموز ولایت میں اعلیٰ درجے کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو آج تک آپ کے اصلی نام کی بجائے اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔

جب حضرت سید میراں حسین زنجانی نے روحانیت کی منزلوں پر عبور حاصل کرلیا تو آپ کے شیخ نے فرمایا کہ جاؤ بیٹا بلاد ہند میں جاکر تبلیغ اسلام کا کام کرو اور ہندوستان کے لوگوں کو دعوت اسلام دو۔

مرشد سے حکم تبلیغ پاکر آپ واپس اپنے شہر زنجان آئے اور وہاں سے ایک چھوٹے سے قافلے کی صورت میں آپ نے ہندوستان کی طرف 385ھ میں

Marfat.com

تبلیغی سفر کا آغاز کیا۔ اس قافلہ میں آپ کے حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی بھی تھے۔ ایک طویل سفر کے بعد یہ قافلہ قذوین شہر رے، سبزوار، نیشاپور، ہرات، کاکاخیل، ہزارہ، جنجوعہ، ممند، چنبہ، کابل، جلال آباد، پشاور، مارگلہ، گکھڑ کے مقامات سے ہوتا ہوا 387ھ بمطابق 997ء میں لاہور پہنچا۔ راستے میں بے شمار تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑا۔

صوفی عبدالستار۔ علامہ شمس الدین بخاری جسٹس منیر احمد مغل، شیخ امین الدین ہمراہ سید افضال زنجانی

Marfat.com

سفر تبلیغ کے حالات

سفر تبلیغ کا آغاز:

بحکم مرشد 385ھ کے آخر میں آپ نے اس تبلیغی سفر کا آغاز کیا۔ جب آپ زنجان سے چلے تو شام کا وقت تھا۔ راستے میں کوئی بستی نظر نہ آئی۔ دو میل چلنے کے بعد ایک کاشت کار کی جھونپڑی کے پاس سے گزر ہوا۔ اس کاشت کار کا نام سلیمان تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے قافلے کے افراد نے جھونپڑی کو دیکھا تو ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ کاشت کار نے آپ کی بہت تواضع کی۔ آپ نے قافلے کے ہمراہ جھونپڑی میں رات گزاری۔

رات بسر کرنے کے بعد جب صبح ہوئی تو یہ قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ چلتے وقت آپ نے سلیمان کے حق میں دعائے خیر کی۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے قافلے کے چند افراد اپنے وطن مالوف کو چھوڑنے سے گریز اور مجبوری ظاہر کر رہے تھے لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ جان اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اگر توحید الٰہی اور دین محمدی کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہوئے دم بھی نکل جائے تو اس سے بڑی کر زندگی کا اور کون سا بہتر مقصد ہو گا۔ جب قافلے کے افراد نے آپ کے یہ چند الفاظ سنے تو ان کے دلوں میں دین اسلام کی تبلیغ کے لئے ایک نئی روح پیدا ہو گئی اور وہ آپ کے ساتھ سفر اختیار کرنے کو اپنی خوش قسمتی سمجھنے لگے۔

Marfat.com

تبلیغ کا آغاز:

سلیمان کی جھونپڑی سے چلنے کے بعد آپ بیس میل کا فاصلہ طے کر کے ایک قصبے میں پہنچے جس کا نام "تونہ" تھا۔ تونہ کے اکثر لوگ زرتشی تھے۔ آپ نے وہاں سے تبلیغ کا آغاز کیا۔ اس قصبے کے لوگوں کو اکٹھا کر کے آپ نے ان کو توحید الٰہی کا درس دیا۔ آپ کے اس درس تبلیغ کے نتیجے میں تین آدمی نور ایمان سے منور ہوئے۔ آپ ایک مہینہ اس قصبے میں ٹھہرے۔ اس کے بعد آپ نے عبداللہ کے حق میں جو ابھی نیا مسلمان ہوا تھا' دعائے خیر فرما کر روانگی کا ارادہ فرمایا۔ اس نومسلم کا نام عبداللہ آپ نے حدیث پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مطابق رکھا۔ یہ نام اللہ کے ہاں سب ناموں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

آپ نے بذریعہ کشف اپنے مرشد سے آئندہ قدم جاری رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ کے مرشد نے فرمایا سفر جاری رکھو' البتہ راستے میں تکالیف ضرور ہوں گی مگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے آپ پر مہربانی کرے گا۔

سفر قزوین:

قصبہ تونہ سے کوچ کرنے کے بعد آپ نے قذوین کا رخ کیا۔ قزوین ایران کا ایک تاریخی شہر ہے اور اسے ماضی میں بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ قزوین کو طہماسپ اول نے اپنا پایہ تخت قرار دیا تھا اور جب ہندوستان کا مغل بادشاہ شیر شاہ سے شکست کھا کر گیا تو کچھ عرصہ اسی قزوین میں شاہ طہماسپ اول کے پاس مقیم رہا تھا۔ اس زمانے میں شاہ طہماسپ اول کے محلات قابل دید تھے جو اب تباہ ہو چکے ہیں۔ صرف محل کا صدر دروازہ باقی ہے جو علی قپی کے نام سے مشہور ہے۔

قزوین پہنچ کر آپ نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ قزوین میں اکثریت مسلمانوں کی تھی لیکن ان میں حقیقی روح ایمانی کی کمی تھی۔ آپ نے ان مسلمانوں کو سچا

Marfat.com

مسلمان بنانے اور ان میں اسلام کا حقیقی جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ قزوین میں ایک دن آپ کو چند اشخاص ایسے ملے جو علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی سے بھی تھوڑی سی واقفیت رکھتے تھے۔ آپ نے ان کو مرشد کامل کی صفات کے بارے میں چند لفظ بتائے جن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

"آپ نے فرمایا مرشد کامل میں وہ سب صفات ہوتی ہیں جن کی بدولت وہ مرید کو ایک دن میں خداوند تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے مگر طالب کے لئے صادق الیقین ہونا ضروری ہے"۔

چند دن قزوین میں ٹھہرنے کے بعد آپ آگے بڑھے۔

شہر رے

قزوین سے روانہ ہوتے وقت آپ کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب نے آپ کو مشورہ دیا کہ شہر رے کو بھی دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے رے کا رخ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو عصر کا وقت تھا۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ نے وہاں ایک رات اور ایک دن قیام کیا اور اس کے بعد آگے چل پڑے۔

شہر رے اس زمانے میں بارونق شہر تھا۔ یہ شہر بغداد کے بعد آبادی اور خوشحالی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر تھا۔ تغلق بن سلجوقی نے اسے اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اس طرح اس کی شان و شوکت میں بہت اضافہ ہوگیا۔ عمارتیں خوبصورت اور چھوٹی اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں۔ فضا صاف ستھری' راستے کشادہ اور عمارتیں نہایت پرشکوہ تھیں لیکن رے شہر کی عظمت اور شان و شوکت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ اس شہر کو منگول حملہ آوروں نے 1221ء میں یلغار کر کے خاک میں ملا دیا۔ اس کے بعد چنگیز خان نے بھی اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی۔ اب سوائے چند کھنڈروں کے کچھ نظر نہیں آتا۔

شہر سبزوار

Marfat.com

رے شہر سے رخصت ہونے کے بعد 35 میل کا فاصلہ طے کر کے آپ سبزوار کے مقام پر پہنچے۔ سبزوار میں سید عبدالحمید کی اولاد موجود تھی جو سادات عظام میں سے تھے۔ یہاں کے زیادہ گھرانے مسلمان تھے۔ چند گھر زرتشتوں کے بھی تھے۔ اس شہر میں آپ نے صرف ایک دن قیام کیا اور زرتشتی گھرانوں کو دعوت اسلام دی لیکن افسوس انہوں نے یہ دعوت قبول نہ کی۔

نیشاپور:

سبزوار میں اس مختصر قیام کے بعد آپ پھر چل پڑے۔ راستے میں ثمان اور والطان میں قیام کرتے ہوئے نیشاپور پہنچے۔ نیشاپور میں زرتشتی اور عیسائی دونوں مذاہب کے لوگ رہتے تھے۔ آپ نے کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔

ہرات:

نیشاپور سے آپ نے ہرات کا رخ کیا اور طویل سفر کی صعوبت برداشت کرنے کے بعد ہرات پہنچے۔ یہاں افغان قوم کے لوگ آباد تھے۔ ان کی زبان سے معمولی سی واقفیت تھی۔ چند روز ہرات میں قیام کرنے کے بعد آپ نے سفر شروع کر دیا اور ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام اسماعیل خیل تھا۔ وہاں وحشی قسم کے لوگ آباد تھے لیکن آپ نے محمود کی لکھی ہوئی تحریر حفاظت دکھائی تو ان لوگوں نے آپ سے تعرض نہ کیا۔

کاکاخیل گاؤں:

اسماعیل خیل کے بعد آپ کاکاخیل پہنچے۔ یہ مقام اسماعیل خیل سے 36 میل کے فاصلے پر تھا۔ کاکاخیل میں صرف ایک بازار تھا۔ ہر گھر میں سامان جنگ موجود تھا۔ ہر گھر کی چھت پر مورچہ بنا ہوا تھا۔ مشہور تھا کہ یہ لوگ خالد بن ولید کی اولاد سے ہیں۔ کاکاخیل میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد آپ نے اپنا سفر پھر

Marfat.com

شروع کر دیا۔ اس علاقے میں آپ اور آپ کے قافلے نے زیادہ تر پھلوں پر گزارہ کیا کیونکہ افغانستان کے اس علاقے میں انار، انگور، سردا، بادام، پستہ اور خوبانی کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس آبادی کے بعد پہاڑ تھے جو کو عبور کرنا بہت مشکل تھا۔ اس واسطے آپ نے وہ راستہ اختیار کیا جو اگرچہ طویل تھا لیکن زمین ہموار تھی۔

ہزارہ:

آپ طویل راستہ طے کرنے کے بعد ہزارہ پہنچے۔ ہزارہ افغانستان کے وسط میں واقع تھا۔ یہ علاقہ پہاڑی اور غیر آباد تھا۔ آپ کا گزر اس علاقے کی ایک معمولی سی بستی سے ہوا جو تقریباً 20 گھروں پر مشتمل تھی۔ اس بستی کا سردار ایک بارعب افغانی شیبانی خان تھا جو نہایت اچھا مسلمان تھا۔ اس نے آپ کو تین دن اپنے ہاں ٹھہرایا اور خوب خاطر تواضع کی۔ آپ نے اس آبادی کے لوگوں سے پوچھا کہ آپ کا ملک زرخیز بھی ہے یا نہیں۔ انہوں نے جواب دیا یہ علاقہ بہت بڑا ہے مگر بنجر ہے، البتہ بدخشاں اور مزار شریف کے علاقے نہایت سرسبز ہیں جو یہاں سے کافی دور ہیں۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی پھر ان لوگوں سے رخصت ہوئے۔

سفر جنجوعہ:

بستی شیبانی سے روانہ ہو کر چند میل کے فاصلے پر ایک مقام آیا جس کا نام جنجوعہ تھا۔ یہ مقام بہت پرفضا تھا۔ آب و ہوا بہت اچھی تھی۔ جنجوعہ کے اردگرد ہرے بھرے باغات تھے۔ لوگ بااخلاق تھے۔ پشتو اور فارسی زبان بولتے تھے۔ ان کا ایک سردار تھا وہی فیصلے کرتا تھا۔ اس کا نام حشمت خان تھا۔ جنجوعہ سے تھوڑے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں تھیں مگر یہ پہاڑیاں خشک تھیں۔ جنجوعہ سے تقریباً تین سو میل دور ریگستان ہیں جو جنوب کی جانب واقع ہیں۔ ان کو

Marfat.com

صحرائے سیستان کہتے ہیں۔

مہمند:

جنجوعہ سے چلنے کے بعد آپ ایک گاؤں پہنچے جس کا نام مہمند تھا جو جنجوعہ سے 20 میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس کی آبادی 80 نفوس پر مشتمل تھی ان میں سے اکثر کا پیشہ بھیڑ بکریاں چرانا تھا۔ لوگ مسلمان' خوش خلق اور حنفی مذہب کے پیرو تھے۔ خاندان سادات کے بہت زیادہ معتقد تھے۔ انہوں نے آپ کی بہت عزت کی۔ سواری اور کچھ رسد کا سامان بھی نذر کیا جو راستے میں آپ کے کام آیا۔

چنبہ:

اگرچہ سواری کا کچھ سامان آپ کے پاس پہلے بھی تھا لیکن مزید سواری کا سامان ملنے سے اور آسانی ہو گئی۔ پھر کئی میل کا فاصلہ طے کر کے آپ ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام چنبہ تھا۔ چنبہ کے لوگ سلطان محمود سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔ جس شخص کے گھر آپ نے رات بسر کی اس کا نام داب خان تھا۔ وہ عرصہ سے آشوب چشم میں مبتلا تھا۔ آپ نے پانی دم کر کے اسے دیا۔ اسے فورا" آرام آ گیا۔ جب چنبہ کے لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو کچھ لوگ عقیدت مندی کے تحت آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان سب کے حق میں دعائے خیر کی اور اگلی منزل کے لئے روانہ ہو گئے۔

ہلمند:

چنبہ سے روانہ ہونے کے بعد آپ نے کئی میل کا فاصلہ طے کیا اور ایک بستی آئی جس کا نام ہلمند تھا۔ اس بستی کے تمام مکان پتھر کے تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر خچر اور گدھوں پر سواری کرتے تھے۔ یہاں کے لوگوں نے التجا کی کہ ہمارے

Marfat.com

تالاب کا پانی کھاری ہے۔ آپ اللہ سے دعا فرمائیں اس کا پانی میٹھا ہو جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور تالاب کا پانی میٹھا ہو گیا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر بستی کے لوگ آپ کے معتقد ہو گئے اور اس تالاب کا نام آپ کے نام پر حسینی رکھا گیا۔ یہ تالاب ہلمند میں آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ ہلمند کا سردار مجید گل تھا۔ اس نے گراں قدر نذرانہ پیش کیا مگر آپ نے قبول نہ فرمایا البتہ مجید گل نے سواری کا جو سامان پیش کیا وہ آپ نے قبول فرمالیا۔ ہلمند کے لوگ آپ کے ساتھ سات میل تک آئے اور آپ کو الوداع کہہ کر واپس گئے۔

غزنی میں آمد:

ہلمند کے آگے کوہ ہندوکش کی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ چونکہ انہیں براہ راست عبور کرنا نہایت دشوار تھا اس لئے آپ ان پہاڑیوں کا چکر کاٹ کر غزنی پہنچے۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب سلطان محمود ہندوستان پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ آپ نے محلّہ دارالسلام میں سکونت اختیار کی۔ وہاں سادات عظام کے چند گھر موجود تھے۔ ان لوگوں نے آپ کو مدعو کیا۔ آپ نے ان لوگوں کی دعوت رد نہ فرمائی۔ چند روز بعد غزنی کے ایک افغان سردار نجیب خان نے آپ کو اپنے گھر مدعو کیا۔ چنانچہ آپ نے بیس دن اس افغان سردار کے ہاں گزارے۔ نجیب خان نہایت راست باز اور پرہیزگار انسان تھا۔

غزنی میں آپ کے خوارق:

ایک روز کا واقعہ ہے نجیب خان نے آپ سے سوال کیا کہ یا حضرت بتائیں کہ اولین اور بدترین بخت کون انسان ہیں؟

آپ نے جواب دیا اولین اور بدترین و آخرین انسان قدار بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ملجم ہیں۔ حضرت صالح کی اونٹنی کو قتل کرنے والا قدار بن عمر تھا اور حضرت علی کو شہید کرنے والا عبدالرحمٰن بن ملجم تھا۔ قدار بن عمر زنا زادہ تھا

Marfat.com

اور عبدالرحمٰن بن ملجم بھی زنا زادہ تھا۔

حضرت صالح کی قبر نجف میں ہے اور حضرت علی کی قبر بھی نجف میں ہے۔ حضرت صالح کی اونٹنی کو شہید کرنے والے قدار کی معشوقہ قطام تھی اور حضرت علی کو شہید کرنے والے کی معشوقہ کا نام بھی قطام تھا۔

حضرت صالح کی اونٹنی وقت کے مقتدر اعلیٰ غنیرہ کی سازش سے شہید کی گئی اور حضرت علی بھی مقتدر اعلیٰ جماعت خارجی کی سازش سے شہید ہوئے تھے۔

پھر نجیب خان نے سوال کیا کہ دنیا میں کون سی ایسی مخلوق ہے جو بطن مادر سے پیدا نہیں ہوئی۔

آپ نے جواب دیا۔

1. حضرت آدم۔ 2. حضرت حوا۔ 3. گوسفند ابراہیم۔ 4. ناقہ صالح۔ 5. حور بہشت۔ 6. اور شیطان۔

نجیب خان ان دونوں سوالوں کا جواب سن کر حیران رہ گیا۔ جھک کر سلام کیا اور حضرت سید میراں حسین سے کہا کہ آپ نے میرے دل کو اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ میں اور میری اولاد آپ کی خادم ہو گئی۔

کابل میں آمد:

غزنی سے آپ نے کابل کا رخ کیا۔ راستے میں ایک رات سرنج کے مقام پر بسر کی۔ وہاں سے کابل پہنچے۔ کابل غزنی سے پچاس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ شہر دریائے کابل پر واقع ہے۔ اس زمانے میں اس شہر کی عمارتیں چھوٹی اینٹ کی بنی ہوئی تھیں۔ بعض مکان پتھروں کے بھی تھے۔ کابل میں آپ نے ایک روز قیام کیا اور پھر جلال آباد کو روانہ ہو گئے۔

جلال آباد میں ورود:

راستے میں ایک چھوٹا سے قصبہ آیا جس کا نام جانباز تھا۔ اس قصبے کے لوگ

Marfat.com

حنفی عقیدے کے پیرو تھے۔ اثنائے راہ میں ایک لنجا ملا جس کی حالت پر آپ کے بھائی حضرت یعقوب کو ترس آیا اور انہوں نے اسے پانی دم کر کے دیا اور کہا اس دم کئے ہوئی پانی سے پانچ روز نہاؤ۔ لنجے نے اس پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تندرست ہو گیا۔

قصبہ جانباز سے 36 میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ایک بستی آئی جو انتیس گھروں پر مشتمل تھی۔ یہ راستہ زیادہ کٹھن اور پتھریلا تھا لیکن آپ کے پاس گھوڑے تھے اس لئے یہ سفر زیادہ دشوار محسوس نہ ہوا۔ اس طرح آپ کا قافلہ جلال آباد پہنچ گیا۔ جلال آباد اس زمانے میں اچھا خاصا بارونق شہر تھا۔ زیادہ لوگ افغان نسل سے تعلق رکھتے تھے اور حنفی عقیدے کے پیرو تھے۔ ان لوگوں میں ایک شخص خان یار خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ جلال آباد کے متمول لوگوں میں سے تھا۔ اس نے حضرت سید میراں حسین زنجانی اور آپ کے اہل قافلہ کی نہایت اخلاق اور محبت سے تواضع کی۔

روایت ہے کہ خان یار کی ایک لڑکی آسیہ تھی جو جذام (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا تھی۔ خان یار نے آپ سے التجا کی کہ یا حضرت دعا فرمائیں کہ خدا میری بیٹی کو اس بیماری سے نجات دلائے۔ آپ نے فرمایا آؤ ہم سب مل کر بارگاہ شافی حق میں دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ عشاء کی نماز کے بعد آپ نے دعا فرمائی اور تھوڑا سا پانی دم کر کے خان یار کو دے دیا اور فرمایا جاؤ اس پانی کو دوسرے پانی میں ملا کر اپنی بیٹی کو نہلاؤ۔ آسیہ کے باپ نے آپ کی ہدایت پر عمل کیا۔ چند دن کے بعد لڑکی بالکل تندرست ہو گئی اور تمام شہر میں آپ کی کرامت کی دھوم مچ گئی۔

خان باز خان جو سلطان محمود کی طرف سے اس علاقے کا حاکم تھا آپ کی روحانی شہرت کے بارے میں سن کر ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے شریعت اسلامیہ کے مطابق اس کے ساتھ احترام کا سلوک کیا۔ اس نے بھی سادات کے خادم ہونے کی حیثیت سے آپ کی نہایت تعظیم کی اور کچھ نذرانہ

Marfat.com

پیش کیا لیکن آپ نے قبول نہ فرماتے ہوئے واپس کر دیا۔

چند روز جلال آباد میں قیام کرنے کے بعد آپ نے قافلہ کو روانگی کا حکم دیا۔ خان یار نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت کہا جا رہے ہیں۔ آپ نے جواب دیا ہمارا ارادہ ہند میں تبلیغ اسلام کی غرض سے جانے کا ہے۔ اس نے بھی ساتھ جانے کی خواہش کی لیکن آپ نے اسے منع فرما دیا۔

جلال آباد سے روانگی:

جلال آباد سے روانہ ہونے کے بعد راستے میں کوہ سفید آتا تھا جسے عبور کرنا آسان نہ تھا کیونکہ اس کا راستہ دشوار تھا۔ کوہ سفید کوہ ہندوکش کی شاخ ہے اور اس میں بکثرت جنگلات تھے۔ اس لئے اس صعوبت سے بچنے کے لئے آپ نے تیس کوس کا چکر کاٹا اور ایک بستی میں پہنچے۔ جہاں کے لوگوں نے بتایا کہ پہلے یہ بستی ہندوستان کی حدود سلطنت میں شامل تھی لیکن کچھ عرصہ سے سبکتگین نے اسے فتح کر کے اپنے علاقے میں شامل کر لیا ہے۔ اس بستی کا سردار نژاد گل تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا لاہور یہاں سے کتنی دور ہے۔ اس نے بتایا لاہور یہاں سے ابھی کافی دور ہے۔ اس بستی سے روانہ ہونے کے بعد آپ درہ خیبر کی طرف آئے۔ راستے میں پھر ایک بستی میں پہنچے جس کا نام لقمان تھا۔ وہاں سے پشاور بیس کوس کے فاصلے پر تھا۔ اس مقام پر تھوڑی دیر قیام کرنے کے بعد درہ خیبر کے پہاڑ کو عبور کرتے ہوئے ہند کی طرف آئے۔

پشاور:

بستی لقمان سے چلنے کے بعد آپ نے پشاور کا رخ کیا۔ پشاور میں آپ چند روز مقیم رہے لیکن دوران قیام کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر آپ پشاور سے آگے ایک بستی میں پہنچے جس کا نام ومند تھا۔ ومند سے دریائے سندھ کی طرف بڑھے اور کنارے پر پہنچ کر کشتی کے ذریعے دریا کو عبور

Marfat.com

کیا۔ دریائے سندھ کو عبور کرنے کے بعد آپ جس مقام پر پہنچے اس کا نام مارگلہ تھا۔

مارگلہ میں آپ کی کرامت:

مارگلہ میں بت پرست لوگ رہتے تھے۔ ان پر بدو نامی ایک جادوگر کا بہت اثر تھا جو اپنے جادو کے ذریعے اپنے منہ سے آگ نکالتا تھا۔ جو بھی یہ دیکھتا مرعوب ہو جاتا۔ بدو خود کو گوسائیں کہلواتا تھا۔ آپ نے بت پرستوں کو دعوت اسلام دی اور انہیں توحید کی طرف بلایا۔ ان لوگوں نے یہ شرط لگا دی کہ اگر گوسائیں مسلمان ہو جائے تو ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ گوسائیں کو اپنے جادو پر بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کی آمد اور ان کی دعوت توحید کا حال سنا تو بڑے غرور سے کہنے لگا کہ مجھے کون زیر کر سکتا ہے میں نے کئی درویشوں کو دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک دن گوسائیں اور اس کے ساتھ بہت سے بت پرست آپ کے پاس آئے اور گفتگو کرنے لگے۔ آپ نے گوسائیں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سنا ہے تم اپنے منہ سے آگ نکالتے ہو، ہمیں بھی ذرا اپنا کمال دکھاؤ۔ اس نے جادو کے ذریعے اپنے منہ سے آگ نکالنا شروع کر دی۔ آپ نے اللہ کا نام لے کر ایک پھونک ماری تو اس کے منہ سے آگ نکلنا بند ہو گئی۔ یہ دیکھ کر وہ آپ کے قدموں میں گر گیا اور ایمان لے آیا۔ اس کے مسلمان ہونے سے اس کے کئی ساتھی مسلمان ہو گئے۔

گجرات

مارگلہ سے آپ منزل بہ منزل ہوتے ہوئے گجرات آئے۔ یہ شہر بہت قدیم ہے اور آج کی طرح اس زمانے میں بھی یہ شہر لاہور کے راستے میں تھا لہٰذا اس شہر سے گزرتے ہوئے آپ گکھڑ آئے۔

Marfat.com

گکھڑ میں قیام:

گکھڑ میں آپ نے چند روز قیام کیا۔ اس زمانے میں یہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جس میں گکھڑ قوم رہتی تھی۔ یہ وہی گکھڑ قوم ہے جو گوجرانوالہ اور وزیر آباد کے درمیان واقع ہے اور آپ ایک چھوٹے سے شہر کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یہاں دوران قیام کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔ اس کے بعد حضرت سید میراں حسین زنجانی اگلی منزل کی جانب چل دئے۔

چند روز کے بعد قافلہ دریائے راوی کے مغربی کنارے پر پہنچ گیا۔ شام کا وقت تھا دریا میں طغیانی تھی اس لئے آپ نے دریا کے کنارے پر بڑ کے ایک درخت کے نیچے ڈیرہ لگایا۔ شب وہاں گزاری صبح بوقت چاشت بذریعہ کشتی دریا عبور کیا اور شہر کی شمالی جانب پہنچ گئے۔ آپ 387 ہجری مطابق 997ء میں لاہور تشریف لائے۔

حضرت میراں حسین زنجانی کی لاہور آمد کے متعلق مختلف مورخوں نے اپنی اپنی کتابوں میں مختلف آراء ظاہر کی ہیں۔ تحقیقات چشتی کے مولف مولوی نور احمد چشتی لکھتے ہیں کہ سید یعقوب زنجانی کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور حضرت یعقوب زنجانی کے متعلق لکھا ہے کہ 535ھ میں بعہد بہرام شاہ غزنی سے لاہور تشریف لائے۔ اس کتاب کے صفحہ 238 پر لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب صدر دیوان زنجانی نے 557ھ میں لاہور نزول فرمایا۔ ایک اور جگہ لکھا ہے کہ جب علی ہجویری 431ھ میں لاہور تشریف لائے تو ان کے آنے سے ایک دن قبل حضرت میراں حسین زنجانی انتقال کر چکے تھے پھر ایک جگہ پر حضرت میراں حسین زنجانی کی تاریخ وفات 604 ہجری لکھی ہے۔ ایک طرف تو ان کی آمد 535ھ یا 557ھ بتاتے ہیں دوسری طرف ان کی وفات 431ھ اور 604ھ قرار دیتے ہیں۔ رائے کنہیا لال' جس نے 1884ء میں تاریخ لاہور کے نام

Marfat.com

سے ایک کتاب لکھی' وہ لکھتا ہے کہ شاہ حسین زنجانی سلاطین غوریہ کے زمانے میں لاہور تشریف لائے اور یہ زمانہ غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کی گرفتاری 582ھ سے شروع ہوتا ہے لیکن کنہا لال کی تاریخ لاہور حضرت میراں حسین زنجانی کی آمد کا سن بتانے سے قاصر ہے۔ مفتی غلام سرور بھی لاہور کے قابل مصنف اور شاعر گزرے ہیں انھوں نے بھی لاہور میں آپ کی آمد کا سن نہیں لکھا' صرف اتنا لکھا ہے کہ شاہ حسین زنجانی اور سید یعقوب زنجانی لاہور اکٹھے تشریف لائے اور سید علی ہجویری کی آمد اور سید حسین زنجانی کی وفات کا سن ایک ہی ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے تو اتنی بات ہر مورخ تسلیم کرتا ہے کہ 367ھ میں امیر سبکتگین پنجاب پر حملہ آور ہوا اور یہاں کے راجہ باج گزار بنا کر واپس چلا گیا۔ اس وقت اس صوبہ میں مسلمانوں کے قدم جمنا شروع ہو گئے اور مسلمان مبلغین کی آمد کا سلسلہ 380ھ کے لگ بھگ شروع ہوا لیکن میں نے جن قلمی کتب یعنی ملفوظات قاسمیہ اور سفینۃ الاخبار سے استفادہ کیا ہے اس میں آپ کی آمد 387ھ مطابق 997ء صحیح ہے۔

لاہور میں آنے کے بعد آپ اور آپ کے ساتھیوں نے چند روز شہر کے جنوبی علاقے میں جہاں آج کل شاہ عالمی ہے' گزارے۔ اس دوران اپنے مشن کی تکمیل کے لئے اپنے چھوٹے بھائی یعقوب زنجانی کو کہا کہ وہ تبلیغ کے لئے شہر کے جنوبی حصے کو مرکز بنا لیں۔ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ زنجانی نے مستی دروازہ کی آبادی میں ڈیرہ لگایا۔ آپ نے اپنے لئے لاہور شہر کے مشرقی علاقے میں آبادی سے دور ساحل دریا کی خلوت کو پسند فرمایا جسے آپ کے اسپ مبارک کی نسبت سے چاہ میراں کہتے ہیں۔ آپ جس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے بلاد ہند میں آئے تھے اس کو پورا کرنے کے لئے آپ نے تبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا۔ ان دنوں لاہور کے لوگوں کی اکثریت ہندو دھرم کے پیروکاروں پر مشتمل تھی۔ یہ لوگ سورج دیوتا کے مندر

Marfat.com

میں اپنی رسومات کو ادا کرتے تھے اور وہاں پر اپنے عقیدے کے مطابق دیوتا کے بت کی پوجا کرتے تھے۔ تبلیغ سے پہلے آپ نے ہندوؤں کی زبان سیکھی تاکہ لوگوں کو ان کی زبان میں دین اسلام سمجھایا جاسکے پھر آپ نے تبلیغ کا آغاز فرمایا اور ایک عرصہ تک یہ طریقہ اختیار کیا کہ آپ روزانہ شہر کی گلی گلی کوچہ کوچہ میں جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے۔ آپ جہاں موقع پاتے چند لوگوں کو اکٹھا کر کے بنیادی عقیدے یعنی توحید پر روشنی ڈالتے اور مذہب اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے بعد لوگوں کو دین حق قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔ بت پرستوں اور ان کے اکابرین نے حضرت میراں حسین زنجانی کی اس تبلیغ کے اس پرجوش اور مدلل طرز بیان کو اپنے مذہب کیلئے زبردست خطرہ محسوس کیا اور آپ کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ چنانچہ جب وہ آپ کو دین کی تبلیغ کرتے دیکھتے تو آپ پر آوازے کسنا شروع کر دیتے اور لوگوں سے کہتے اس درویش نے کیا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات آپ کے پیچھے بازاری لونڈے لگا دئے جاتے جو تالیاں بجا بجا کر آپ کا مذاق اڑاتے۔

حضرت میراں حسین زنجانیؒ کا خیال تھا کہ ڈھول بجانے والے ہندو نوجوانوں کا یہ وقتی اور اضطراری عمل ہے جو اسی محلے کے لئے مخصوص تھا لیکن جب خدائے واحد کا پیغام سنانے والی یہ مختصر سی جماعت دوسرے محلے میں پہنچی تو وہاں بھی یہی ڈھول بجانے والے موجود تھے۔ حضرت میراں حسین زنجانی نے دوسرے محلے کے ہندوؤں کو مخاطب کرنا چاہا مگر وہاں بھی آپ کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا یہاں تک کہ مبلغ اسلام کی آواز ڈھول کے شور میں ڈوب گئی۔

پھر حضرت سید میراں حسین زنجانی جہاں جہاں تشریف لے گئے وہ شوخ و شریر راجپوت نوجوان آپ کے تعاقب میں چلتے رہے یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آگیا۔ آپ نے قریب ہی کوئی صاف سی جگہ دیکھی اور رومال بچھا کر نماز ادا کرنے لگے۔ حضرت سید میراں حسین اس مختصر سی صف کے امام ہوتے اور

Marfat.com

مقتدیوں میں آپ کے دونوں حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی اور دوسرے چند خدمت گار ہوتے۔

مقامی ہندو آپ کے طریقہ عبادت کو بہت غور سے دیکھتے اور ایک دوسرے سے سوال کرتے۔

یہ کیسے لوگ ہیں۔ ان کے سامنے کوئی صورت ہے نہ مورت۔ پھر یہ کس کے آگے سر جھکا رہے ہیں۔

حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی کفار لاہور کا رویہ دیکھ کر بہت آزردہ خاطر ہو گئے تھے۔ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ نے اپنے دونوں بھائیوں اور دوسرے مبلغین اسلام کو تسلیاں دیں۔

"شیخ ہم وعظ و تقریر کی مشقت سے نہیں گھبراتے مگر کوئی ہماری بات سننے کے لئے اپنی سماعت کے دروازے تو کھولے" حضرت یعقوب زنجانی نے انتہائی غم زدہ لہجے میں اہل ہنود کی بے حسی کی شکایت کی۔ "ہم گوشت پوست کے انسانوں سے نہیں پتھروں سے سر ٹکرا رہے ہیں"۔

اپنے بھائی کی بات کے جواب میں حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا "یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں اور دلوں پر مہریں لگا دی گئی ہیں"۔

"تو پھر نہ یہ پردے اٹھیں گے اور نہ مہریں کھلیں گی" دوسرے بھائی حضرت موسیٰ زنجانی نے عرض کیا۔ "ہم کون ہوتے ہیں ان کی تقدیرات کے بارے میں فیصلہ کرنے والے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا۔ "ہمیں تو اس صنم کدہ میں اذان دینے کا حکم ہے۔ اب کوئی فلاح و خیر کی طرف آتا ہے یا نہیں۔ اب اس کا علم تو اس ذات بے نیاز کو ہے جس کی لامحدود بصارت سے اس کائنات کا حقیر ترین ذرہ بھی محفوظ نہیں"۔

جس صورتحال سے حضرت میراں حسین اور ان کے رفیقان کار گزر رہے تھے

Marfat.com

اس کی عکاسی علامہ اقبال نے اپنے شعر میں یوں کی ہے۔

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

پھر صورتحال مزید خراب ہوگئی۔ ڈھول اور تالیاں بجانے والے ہندو نوجوان کبھی کبھی کسی مبلغ کی دستار چھین کر بھاگ جاتے یا عبا کا دامن چاک کر ڈالتے۔ بت پرستوں کی اس جارحیت پر حضرت سید میراں حسین زنجانی اپنے ساتھیوں کو صبرو ضبط کی تلقین فرماتے۔

اسی طرح تین سال گزر گئے مگر ایک بھی ہندو دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا۔ بشریت کے تقاضوں سے مجبور ہو کر آپ کے بھائی اور ساتھی بددل نظر آنے لگے۔ آخر ایک دن، حضرت یعقوب زنجانی نے بصد احترام عرض کیا۔

"شیخ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سنگلاخ زمین اس قابل نہیں کہ اس میں اسلام کی تخم کاری کی جاسکے"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی اپنے چھوٹے بھائی کا اشارہ سمجھ گئے تھے مگر آپ نے اپنی رائے کا اظہار کرنے کی بجائے دوسرے بھائی موسیٰ حسین زنجانی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "تم کیا محسوس کرتے ہو موسیٰ؟"

حضرت موسیٰ زنجانی نے عرض کیا "شیخ! میری رائے تو یہی ہے کہ ہم لوگ واپس چلیں۔ پتھروں کو پوجتے پوجتے یہاں کے لوگ بھی پتھر ہو گئے ہیں۔ بارش بھی ان جمے ہوئے گردو غبار کو صاف کر دیتی ہے مگر ان میں شگاف نہیں ڈال سکتی"۔

دوسرے خدمت گاروں کی بھی یہی رائے تھی کہ جب یہ بہرے سماعت کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے تو پھر اہل ایمان کی تقریریں ان پر کیا اثر کریں گی۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اندازہ کر لیا تھا کہ آپ کے تمام ساتھی اس کار تبلیغ کو لاحاصل سمجھ رہے تھے۔ ایسی حوصلہ شکن ساعتوں میں بھی آپ

Marfat.com

نے امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور مبلغین اسلام کی اس نہایت مختصر جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

"بے شک ہمارے نرم و نازک الفاظ کی بارش ان پتھروں میں شگاف نہیں ڈال سکتی مگر وہ حی و قیوم تو اس بات پر قادر ہے کہ زمین پر حشر برپا کر دے اور ایسا زلزلہ لے آئے کہ ان پتھروں کو چور چور کر دے۔ اسمائے حسنہ میں ایک اسم پاک "مقلب القلوب" بھی ہے یعنی دلوں کو پھیرنے والا بدلنے والا۔ میں اپنے اللہ کے بے پناہ کرم پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایک نہ ایک دن ہماری ان کوششوں کو ضرور قبولیت کا شرف بخشے گا" یہ کہہ کر حضرت سید میراں حسین زنجانی نے کچھ دیر کے لئے سکوت اختیار کیا اور اپنے ساتھیوں کے چہروں کا بغور جائزہ لینے لگے۔

حضرت شیخ کے احترام میں سب لوگ خاموش تھے لیکن ان کے چہروں پر جوش اور شادابی کے اثرات نہیں تھے۔

"ہو سکتا ہے ہماری یہ تحریک ناکام ہو جائے مگر ہمیں انجام اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنا کام جاری رکھنا چاہیے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے نہایت پرسوز لہجے میں فرمایا۔ "اگر تم لوگ اکتا گئے ہو تو اپنے گھروں کو واپس جا سکتے ہو مگر میں اپنے پیر و مرشد کے حکم کا پابند ہوں۔ جب تک بارگاہ شیخ سے کوئی دوسرا حکم جاری نہیں ہو گا اس وقت تک میں سرزمین لاہور کو نہیں چھوڑوں گا۔ یا تو حق تعالیٰ مجھ عاجز کی کوششوں کو بار آور کر دے گا یا پھر میں یہیں پیوند خاک ہو جاؤں گا"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے یہ عزائم دیکھ کر آپ کے دوسرے ساتھی بھی اپنے اپنے جسموں میں ایمان کی نئی حرارت محسوس کرنے لگے تھے۔

پھر اس رات جب میراں حسین زنجانی سوئے تو آپ نے خواب میں اپنے پیر و مرشد کو دیکھا۔ حضرت شیخ ابوالفضل ختلی آپ کو مخاطب کر کے فرما رہے

Marfat.com

تھے۔

"فرزند! ہمیں تمہاری یہ استقامت پسند آئی۔ اب تم کیا چاہتے ہو"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ نے اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں عرض کیا "سیدی! آخر مجھ سے کیا کوتاہی ہو رہی ہے جو یہاں کے لوگ میری بات تک سننا گوارا نہیں کرتے"۔

حضرت شیخ ابوالفضل نے نہایت محبت آمیز لہجے میں فرمایا "فرزند! کار تبلیغ میں تم سے کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہوئی۔ اللہ کے ہاں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔ تمہارے صبر کی آزمائش تھی سو اس میں تم پورے اترے۔ اب تمہیں لازم ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن تبلیغ کے لئے گلی کوچوں میں نکلا کرو باقی دنوں میں اپنے گھر میں قرار پکڑو اور انتظار کرو کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ میں شب و روز دعا کرتا ہوں کہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو۔ مجھے یقیں ہے کہ اس عاجز کی دعائیں رائیگاں نہیں جائیں گی"۔ ان کلمات خیر کے ساتھ شیخ ابوالفضل ختلی رخصت ہو گئے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی آنکھ کھلی تو فجر کا وقت قریب تھا۔ آپ نے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتے ہوئے اپنے خالق کی کبریائی بیان کی۔ اور فوری طور پر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

Marfat.com

پھر صبح کو حضرت سید میراں حسین نے اپنا خواب دوسرے ساتھیوں سے بیان کرتے ہوئے فرمایا "میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ پیرو مرشد ہمارے حال سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ اہل ایمان کو راہ حق میں نئی کوششوں کی نوید ہو"۔

حضرت میراں حسین کا خواب سن کر حضرت یعقوب زنجانی' حضرت موسیٰ زنجانی اور دیگر ساتھیوں کے چہرے اس طرح کھل اٹھے جیسے رحمت حق کی تیز بارش نے شکست و ناکامی کا غبار دھو دیا ہو اور انہیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے ان کے دلوں کو کسی دست نادیدہ نے تھام لیا ہو اور وہ آن کی آن میں استقامت و ہمت کا کوہ گراں بن گئے ہوں۔

پھر اسی روز سے حضرت سید میراں حسین کا معمول بن گیا کہ آپ جمعۃ المبارک کے دن نماز فجر ادا کر کے تبلیغ کے لئے اپنے خانقاہ سے نکلتے پھر گھر واپس آ کر نماز جمعہ ادا کرتے۔ اس کے بعد دوبارہ اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے لاہور کے گلی کوچوں میں جا نکلتے۔

ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس نے لاہور کی جمود زدہ فضاؤں میں ارتعاش پیدا کر دیا۔

واقعہ یوں ہوا کہ لاہور کا ایک آسودہ حال راجپوت بیمار پڑ گیا۔ شہر کے تمام طبیبوں نے اس کا معائنہ کیا' مرض کی تشخیص بھی کی اور بہترین دوائیں بھی تجویز کیں مگر اس راجپوت کو ذرہ برابر افاقہ نہ ہوا بلکہ دواؤں کے ساتھ ساتھ اس کا مرض بڑھتا چلا گیا۔

"جب تم لوگ مرض کو پہچان بھی گئے ہو اور تمہارے بقول تم نے بہترین دوائیں بھی تجویز کی ہیں تو پھر میں شفایاب کیوں نہیں ہوتا؟" راجپوت نے انتہائی غضب ناک لہجے میں اپنے معالجین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مرض کی تشخیص بھی ہو چکی ہے اور بہترین دوائیں بھی استعمال کرائی جا رہی ہیں" تمام ویدوں (طبیبوں) نے بیک زبان کہا "اب اگر آپ صحت یاب نہیں

Marfat.com

ہوتے تو پھر بھگوان جانیں کہ ان کی کیا مرضی ہے"۔

ویدوں سے مایوس ہو کر راجپوت نے مندروں میں اپنے خرچ سے "ہون اور بھجن" کرائے۔ لاہور کے تمام بڑے بڑے پنڈتوں اور معزز برہمنوں کو لذیز کھانے کھلائے، غریبوں میں نقد پیسے تقسیم کئے مگر مریض کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ روز بہ روز اس پودے کی طرح سوکھتا جا رہا تھا جو پانی سے محروم ہو گیا ہو۔ پروہتوں اور نجومیوں کو بلایا۔ انہوں نے اپنے اپنے حساب کے مطابق اندازے لگائے اور بیمار مریض کے عزیزوں سے دبے الفاظ میں کہہ دیا کہ مریض تو بس چند دنوں کا مہمان ہے۔

ہر طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد بیمار کے عزیزوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ "اب لاہور میں وہی لوگ باقی رہ گئے ہیں جو سینکڑوں خداؤں کا انکار کرتے ہوئے ایک خدا کا اقرار کرتے ہیں" بیمار راجپوت کے ایک عزیز نے حضرت سید میراں حسین زنجانی اور ان کے ساتھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ان سے بھی بات کر کے دیکھ لو جو کسی نادیدہ طاقت کے آگے سر جھکاتے ہیں"۔

آخر بت پرستوں کی مجبوریاں انہیں ایک خدا پرست کے دروازے پر لے گئیں۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے بیمار راجپوت کے غم زدہ ماں باپ کو اپنے سامنے دامن پھیلائے کھڑا دیکھا تو مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"فقیر کے پاس کیا مانگنے آئے ہو۔ اس جگ کا داتا تو کوئی اور ہے۔ اسی کے دوار (دروازے) پر جاؤ اور اسی سے مانگو" حضرت سید میراں حسین نے ہندو راجپوتوں سے انہی کی زبان میں گفتگو کی اور واضح کر دیا کہ دینے والا ایک ہی ہے۔ اسی کے اختیار میں انہی کے بیٹے کی زندگی بھی ہے۔

"ہم اپنے سارے دیوی دیوتاؤں کو پکار چکے مگر کسی نے ہماری نہیں سنی" بوڑھے ماں باپ اپنی بے کسی پر رونے لگے۔

"سننے والا ایک ہے اور تم سیکڑوں کو پکارتے ہو" حضرت سید میراں حسین

Marfat.com

زنجانی نے پر جلال لہجے میں فرمایا۔
"ہم اس ایک کو نہیں جانتے" بوڑھی ہندو عورت نے کہا۔ "تم اسے جانتے ہو تو اسے پکارو۔ ہمیں اپنے بیٹے کی زندگی چاہیے"۔
حضرت سید میراں حسین زنجانی بت پرستوں کو مختصر پیغام توحید سنا چکے تھے۔ پھر آپ نے اپنے ایک ساتھی سے پانی طلب کیا اور اس پر دم کر کے وہ پیالہ بوڑھی عورت کی طرف بڑھا دیا۔ "یہ پانی اپنے بیٹے کو پلا دو۔ وہ جو ایک ہے اور اکیلا ہی اس دنیا کا مالک ہے تمہارے بیٹے کو شفا بخشے گا"۔ بوڑھے ماں باپ نے شدید حالت جبر میں وہ پانی اپنے بیٹے کو پلا دیا۔
پھر وہ پانی موت کے دروازے پر کھڑے ہوئے ایک بیمار کے لئے آب حیات ثابت ہوا۔ نوجوان راجپوت چند دنوں میں صحت یاب ہو گیا۔اور اپنے پیروں پر چل کر حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خانقاہ میں حاضر ہوا۔ "میں اپنے دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکا مگر آپ کے قدموں پر سر رکھتا ہوں" اس نے رقت آمیز لہجے میں کہا اور حضرت سید میراں حسین زنجانی کے پیروں کی طرف جھکنے لگا۔
"میں تمہیں یہی راز تو سمجھانے آیا ہوں کہ ایک انسان کا سر نہ تو دوسرے انسان کے سامنے جھکتا ہے اور نہ پتھر کی مورتیوں کے سامنے۔ سجدہ گزاری کے لائق تو وہ بس ایک ہی ہے جو اپنی ذات میں واحد ہے"۔
"آج میں بھی سیکڑوں کی نفی کر کے اسی ایک کی بندگی کا اقرار کرتا ہوں" نوجوان راجپوت نے حضرت سید میراں حسین کی تلقین پر کلمہ پڑھا اور داخل اسلام ہو گیا۔
اذیتوں کے تپتے ہوئے صحرا میں ساڑھے تین سال گزارنے کے بعد ٹھنڈی ہوا کا یہ پہلا جھونکا تھا جسے حضرت سید میراں حسین اور آپ کے ساتھیوں نے محسوس کیا۔ یہ پہلا پتھر تھا جو اہل ایمان کی سانسوں کی حرارت سے پگھلا تھا۔

Marfat.com

راجپوت گھرانے کے قبول اسلام کے بعد یہ خبر بہت تیزی سے پورے لاہور میں پھیل گئی۔ پھر جتنے لاعلاج مریض تھے وہ حضرت سید میراں حسین کی خانقاہ کی طرف دوڑے ہوئے جانے لگے۔ ان میں سے کچھ مریض بہت زیادہ بے باک ہوتے وہ حاضر ہوتے ہی صاف صاف کہہ دیتے ''ہم صحت یاب ہونے کے بعد تمہارا مذہب قبول نہیں کریں گے''۔

جواب میں حضرت میراں حسین فرماتے ''جو تمہیں شفا بخشے گا وہی تمہیں ہدایت بھی دے گا۔ میں کسی بیمار کو نہ صحت دے سکتا ہوں اور نہ ہدایت''۔

آخر وہی لوگ شفایاب ہو کر ایمان لے آتے۔ اس طرح آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ پھر وہ لوگ بھی اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے جو چند سال پہلے راجپوتوں کے تشدد کے باعث ہندو مذہب کی طرف لوٹ گئے تھے۔ اپنی صفوں کو درہم برہم ہوتے دیکھ کر یہ افواہ پھیلانی شروع کر دی کہ حضرت میراں حسین کا دم کیا ہوا پانی دراصل جادوئی پانی ہے جس سے اہل ہنود کی ماہیت قلب بدل جاتی ہے اور وہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نادیدہ خدا پر ایمان لے آتے ہیں۔ بت پرستوں نے بڑی شدومد کے ساتھ یہ تشہیر کی مگر اس کا کوئی خاص اثر مرتب نہ ہوا۔ خود کفار کے حلقے سے چند لوگ اٹھے اور انہوں نے اپنے پنڈتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''پانی پر تو تم لوگ بھی پھونکیں مارتے ہو مگر اس سے کوئی مریض شفایاب نہیں ہوا۔ اگر وہ مسلمان فقیر جادوگر ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کر لو کہ وہ تم سے بڑا ساحر ہے''۔

صنم کدوں کی دیواریں جو بظاہر بہت مضبوط نظر آتی تھیں ان میں ضرب لاالہ سے ہلکے ہلکے شگاف پڑنے لگے۔ پھر اس خوف سے کہ کہیں یہ شگاف بڑھتے بڑھتے بت خانوں کی بنیادوں کو نہ ہلا دیں لاہور کے پنڈتوں نے حضرت سید میراں حسین اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس کام کے لئے چار ایسے نوجوانوں کا انتخاب کیا گیا جو شمشیر زنی کے فن میں ماہر تھے۔

Marfat.com

پھر ایک رات جب چاند کی آخری تاریخیں تھیں اور فضا پر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی یہ چاروں شمشیر بکف آدھی رات کے وقت حضرت میراں حسین زنجانی کی خانقاہ میں داخل ہوئے۔ انہیں معلوم تھا کہ حضرت شیخ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد چند گھنٹوں کے لئے آرام فرماتے ہیں اور پھر تہجد کی نماز کے لئے اٹھ جاتے ہیں۔ اس وقت بس ایک خدمت گار بیدار ہوتا ہے اور باقی درویش محو خواب ہوتے ہیں۔ راجپوت نوجوانوں کی یہ ساری جاسوسی اور خبرگیری اس لئے بھی تھی کہ خانقاہ کے دوسرے خدمت گار قاتلوں کے راستے میں مزاحم نہ ہوں اور حضرت سید میراں حسین زنجانی کو خاموشی کے ساتھ قتل کیا جاسکے۔

مکمل منصوبہ بندی کے بعد چاروں نوجوان اپنی بے نیام شمشیریں لئے حضرت میراں حسین کے اس کمرے میں داخل ہوئے جو آپ کی ریاضت و عبادت کے لئے مخصوص تھا۔ اس وقت حضرت شیخ اسم اللہ کا ورد کر رہے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آہستہ آہستہ پڑھتے رہتے پھر اچانک ایک زوردار نعرہ لگاتے۔ جب وہ راجپوت نوجوان حجرے میں پہنچے تو حضرت سید میراں حسین کی پشت مبارک ان ہی کی طرف تھی۔ قتل کے ارادے سے آنے والوں کو اپنی منزل بہت آسان نظر آرہی تھی۔ چاروں نوجوان دبے پاؤں آپ کے قریب جاپہنچے اور پھر جیسے ہی ان کے طاقت ور بازو مرد مومن پر وار کرنے کے لئے فضا میں بلند ہوئے حضرت میراں حسین نے "اللہ" کی ضرب لگائی اور وہ چاروں نوجوان بینائی سے محروم ہوگئے۔

وہ مسلح راجپوت اپنی حالت زار پر چیخنا چاہتے تھے مگر اس خوف سے چپ رہے کہ کہیں ان کی چیخوں سے خانقاہ کے دوسرے خدمت گار بیدار ہوکر ان پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ پھر وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹے اور انہوں نے دل ہی میں نیت کی کہ وہ حضرت میراں حسین کو قتل نہیں کریں گے۔ اس خیال کے آتے ہی ان چاروں کی گمشدہ بینائی لوٹ آئی۔ جب وہ مسلح راجپوت گھر واپس جانے لگے

Marfat.com

تو دروازے کے قریب پہنچتے ہی ان کے خیالات بدل گئے۔

"یہ ایک حادثہ بھی ہو سکتا ہے کہ چند لمحوں کے لئے ہماری آنکھوں کی روشنی غائب ہو گئی ہو اور پھر اسی حادثاتی عمل کے تحت واپس لوٹ آئی ہو"۔ راجپوت نوجوانوں نے دروازے کے باہر جاکر آپس میں سرگوشیاں شروع کر دیں۔

"دراصل یہ ایک حادثہ تھا جسے ہم نے مسلمان سادھو (حضرت سید میراں حسین) کا چمتکار سمجھ لیا" دوسرے راجپوت نے پریقین لہجے میں کہا۔ یہ بڑا دھوکا ہے۔ واپس چلو اور اس کا کام تمام کر دو۔ ایسا موقع بار بار نہیں ملے گا۔

باقی راجپوتوں کے دلوں میں بھی شیطان نے وسوسے ڈالے اور ان کے دماغوں کو مکمل طور پر منتشر کر دیا۔ چنانچہ ان چاروں نوجوانوں نے دوبارہ اپنی تلواریں سونت لیں اور دبے قدموں آگے بڑھے۔ پھر جیسے ہی حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قریب پہنچے' ان کی دوبارہ وہی حالت ہو گئی۔ آنکھوں کی روشنی سے یکسر محروم جیسے وہ پیدائشی اندھے ہوں۔ یہ افتاد ناگہانی دیکھ کر چاروں نے دوبارہ دل میں عہد کیا کہ وہ مسلمان بزرگ کو قتل نہیں کریں گے۔ مسلح راجپوتوں کا خیال تھا کہ یہ عہد کرتے ہی پہلے کی طرح ان کی بینائی لوٹ آئے گی مگر خلاف توقع ایسا نہیں ہوا۔

وہ چاروں زیر لب بار بار عہد و پیماں کرتے رہے کہ آئندہ ادھر کا رخ نہیں کریں گے مگر ان کی آنکھوں کی روشنی لوٹ کر واپس نہیں آئی۔ "بھگوان کے لئے ہمیں ہمارے گھر کا راستہ بتا دو ہم اندھے ہو چکے ہیں"۔

راجپوت نوجوانوں کا شور سن کر حضرت سید میراں حسین مراقبے کی حالت سے باہر آئے۔ مصلے سے اٹھے اور حیرت سے ان چاروں نوجوانوں کو دیکھنے لگے جو دروازے تک جانے کے لئے خانقاہ کی دیواروں سے ٹکرا رہے تھے۔

حضرت سید میراں حسین مسلح نوجوانوں کے قریب آئے اور آپ نے انتہائی پرجلال لہجے میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "تم لوگ کون ہو اور یہاں کیوں

Marfat.com

آئے ہو"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی آواز سنتے ہی چاروں نوجوانوں کے ہاتھ سے تلواریں چھوٹ کر گر گئیں۔ یہ ایک مرد درویش کا روحانی جلال تھا جو اپنے حجرے میں تنہا بھی تھا اور غیر مسلح بھی۔

مسلح راجپوتوں کی بات سن کر حضرت سید میراں حسین مسکرائے۔ "آنکھوں سے محروم ہونے کے بعد تم مجھے کیسے قتل کر سکو گے۔ تمہیں تو اپنا ہدف بھی نظر نہیں آئے گا"۔

اپنے سینے میں پتھر جیسا دل رکھنے والے راجپوتوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے "ہمیں ہماری آنکھیں لوٹا دو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کریں گے"۔

چاروں قاتل اس بے دست و پا شخص سے امان کے طالب تھے جو کچھ دیر پہلے ان کی شمشیروں کی زد میں تھا۔

"میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے" حضرت سید میراں حسین نے فرمایا۔ "نہ میں کسی کو کچھ دے سکتا ہوں اور نہ کسی سے چھین سکتا ہوں۔ پھر بھی دونوں جہان کے مالک سے تمہاری آنکھوں کی روشنی کے لئے دعا کرتا ہوں"۔

ابھی حجرے میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے الفاظ کی بازگشت باقی تھی کہ بجھے ہوئے چراغ پھر روشن ہو گئے۔ چاروں نوجوانوں کی بینائی پھر لوٹ آئی۔

"ہم آپ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگتے ہیں" چاروں راجپوت بڑے عاجزانہ لہجے میں سر جھکائے کھڑے تھے۔

"یہ درویش بے سروسامان تمہارا میزبان ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اپنے مخصوص تبسم دل نواز کے ساتھ فرمایا۔ "درویش اپنے مہمانوں کو تواضع کے بغیر نہیں جانے دیتے۔ تم لوگ میری جان لینے آئے تھے مگر بینائی چھن جانے کے باعث تم اپنے ارادوں کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکے۔ اسی وجہ

Marfat.com

سے میں نے حق تعالیٰ سے تمہاری آنکھوں کی روشنی کے لئے دعا کی تھی۔ تاکہ اجالے میں تمہاری شمشیروں کو اپنا ہدف صحیح نظر آسکے۔ اپنی تلواریں اٹھاؤ اور انہیں بے دریغ میرے جسم پر آزماؤ"۔

حضرت میراں حسین کے لہجے میں ایسی ہیبت پوشیدہ تھی کہ راجپوت نوجوانوں کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور ان کے ہاتھوں سے شمشیریں چھوٹ کر حجرے کے فرش پر گر گئیں۔ پھر وہ چاروں آگے بڑھے اور حضرت سید میراں حسین کے قدموں پر گر پڑے۔

"ہم قوم کے راجپوت ہیں اور بڑے سے بڑے راجہ سے سامنے ہمارا سر نہیں جھکا" چاروں مسلح نوجوان گریہ زاری کے انداز میں کہہ رہے تھے۔ "اپنے قاتلوں کو معاف کرنے والا کوئی انسان نہیں مہاتما ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم آپ کے پیروں پر سر رکھتے ہیں"۔

"اٹھو کہ سر جھکانے کے دن گزر گئے ہیں" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا۔ "میں بحکم اللہ تمہیں انسانوں اور پتھروں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آیا ہوں"۔

حضرت سید میراں حسین کا حکم سن کر چاروں راجپوت اٹھ کھڑے ہوئے اور پتھرائی ہوئی آنکھوں سے مسلمان درویش کی طرف دیکھنے لگے۔

"میں اس حجرے میں تنہا اور تمہارے ارادوں سے بے خبر تھا مگر پھر بھی تم مجھے قتل نہ کر سکے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے پرجلال لہجے میں فرمایا۔ "آخر ایسا کیوں ہوا تم نے سوچا؟"

"ہماری عقل عاجز و پریشان ہے۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آیا" چاروں راجپوت نوجوانوں نے بیک وقت کہا۔

"تم مجھے قتل کر بھی نہیں سکتے کہ وہ میرا محافظ اعلیٰ ہے" حضرت سید میراں حسین نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے کہا۔ "تم اسی کے

Marfat.com

حکم سے اندھے ہوئے اور اسی کے حکم سے تمہاری تلواریں ہاتھوں سے چھوٹیں اور اب اسی کے حکم سے تم بینا انسانوں کی طرح اپنے گردوپیش کی ہر چیز کو دیکھ رہے ہو۔ یہ کائنات اسی کے حکم سے چل رہی ہے جو اپنی ذات میں واحد ہے۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ میں تم چاروں کا جرم معاف کرتا ہوں" یہ کہہ کر حضرت سید میراں حسین زنجانی اپنی خواب گاہ میں تشریف لے گئے۔

راجپوت نوجوانوں نے اپنی شمشیریں اٹھائیں اور سروں کو جھکائے ہوئے اس طرح چلے گئے جیسے ان کے نہتے حریف نے انہیں بدترین شکست سے دوچار کر دیا ہو۔

لاہور کے راجپوت سرداروں کا خیال تھا کہ ان کا منصوبہ کامیاب ہو چکا ہو گا مگر جب حسب معمول شہر کی فضا پرسکون رہی تو راجپوت سرداروں نے ان نوجوانوں کو طلب کر کے پوچھا "اب تک مسلمان درویش کے خون سے دیوی دیوتاؤں کی سرزمین رنگین کیوں نہیں ہوئی"۔

"اس لئے کہ وہ مسلمان سادھو ہم سب سے زیادہ طاقت ور ہے" ایک راجپوت نوجوان نے کہا۔ "اس کے پاس اتنی بڑی فوج ہے کہ تمام ہندوستانی راجاؤں کی سپاہ مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی"۔

اس نوجوان کا بیان سن کر راجپوت سردار گھبرا گئے "کہاں رہتی ہے اتنی بڑی فوج۔ اس مسلمان سادھو کے تو بس چند سیوک ہیں جو وہیں جھونپڑی میں رہتے ہیں"۔

"سردار وہ سینا (فوج) دور سے نظر نہیں آتی" دوسرے راجپوت نوجوان سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "قریب جاؤ تو ہر طرف سے مسلح سپاہی نکل آتے ہیں"۔

"تو پھر ہم سب کو جمع ہو کر مسلمان سادھو پر چڑھائی کرنی ہو گی" ایک اور راجپوت سردار نے تشویش آمیز لہجے میں کہا۔

Marfat.com

"اس سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ آپ ہار جائیں گے" تیسرے راجپوت نوجوان نے درپردہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی روحانی طاقت کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

ایک مسلمان درویش کی تعریفیں سن کر راجپوت سردار غضب ناک ہو گئے اور ان چاروں نوجوانوں کو دھتکارتے ہوئے کہا "تم بھی جادوگر کے طلسم میں گرفتار ہو گئے۔ لعنت ہو تم پر تمہارے دیوی۔ دیوتاؤں کی"۔

وہ چاروں راجپوت نوجوان اٹھے اور سیدھے حضرت سید میراں حسین کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنی چمک دار تلواریں مرد درویش کے قدموں میں رکھتے ہوئے کہا "اے مہاتما! ہم تیرے نادیدہ ہتھیاروں سے ہلاک ہو گئے۔ ہمیں نیا جیون پردان (عطا) کیجئے"۔

حضرت سید میراں حسین نے چاروں نوجوانوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کی اور پھر وہ دیکھتے ہی دیکھتے جی اٹھے۔

اس واقعے سے لاہور کے غیر مسلموں خصوصاً" راجپوتوں میں ہلچل مچ گئی۔

جن برہمنوں اور پنڈتوں نے حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قتل کے لئے راجپوت نوجوانوں کو متعین کیا تھا اب وہی ہندو دھرم کے کرتا دھرتا راجپوت سرداروں سے انتہائی تحقیر آمیز لہجے میں کہہ رہے تھے "جب مذہب کے نگہبان ہی دشمنوں سے جا ملیں تو پھر دیوی دیوتاؤں کی حفاظت کون کرے گا"۔

ہندوؤں میں سب سے زیادہ جفاکش' غیرت مند' جنگجو اور شجاع قوم راجپوت ہے۔ یہ برہمنوں کی سیاست ہے کہ مذہب کی حفاظت کی ذمہ داریاں راجپوتوں کے کندھوں پر ڈال کر خود مندروں کے سنگھاسن (تخت) پر بیٹھ گئے۔ خون بہانے کے لئے راجپوت اور سادہ لوح عوام کے دلوں پر حکومت کرنے کے لئے برہمن۔ آج جب راجپوت زادوں نے اپنی تلواریں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قدموں میں رکھ دیں تو لاہور کے پنڈتوں نے ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ ان

Marfat.com

چاروں کے باپوں اور دیگر رشتہ داروں کو بڑے مندر میں طلب کر کے انتہائی سخت لہجے میں بازپرس کی گئی اور آخر میں پنڈتوں نے فیصلہ سنا دیا ”ان چاروں راجپوتوں کو ہندو دھرم سے بغاوت کرنے کے جرم میں سرعام دردناک سزائیں دی جائیں تاکہ پھر کوئی ہندو اپنے مذہب سے برگشتہ ہو کر اسلام قبول نہ کرے“۔

یہ فیصلہ بڑا جارحانہ تھا۔ یہ چاروں نوجوان، الگ الگ راجپوت خاندانوں سے تھے۔ اپنی جوان اولادوں کے خلاف یہ سنگدلانہ فیصلہ سن کر چاروں راجپوت خاندان برہم ہو گئے اور پھر ان لوگوں نے بیک زبان مندر میں کھڑے ہو کر پنڈتوں کے سامنے فیصلہ سنا دیا ”بے شک ہمارے بچوں سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے اور اس کی پاداش میں ہم ان چاروں سے قطع تعلق کر سکتے ہیں لیکن کسی برہمن نے اگر ان میں سے کسی کو ہاتھ لگایا تو لاہور کے گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہہ جائیں گی“۔

اس سلسلے میں لاہور کے دوسرے راجپوت خاندانوں نے بھی ان چاروں کا ساتھ دیتے ہوئے کہا ”بلاشبہ وہ پاپی ہیں بس ان کی یہ سزا کافی ہے کہ انہیں ہمیشہ کے لئے ہندو دھرم سے نکال دیا جائے لیکن اگر انہیں جانی نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو لاہور اور پنجاب کے تمام راجپوت مل کر اس کے خلاف شدید مزاحمت کریں گے“۔

شاطر پنڈتوں نے بڑی چالیں چلیں مگر برہمن سیاست ناکام ہو گئی۔

وہ چاروں نومسلم راجپوت اپنے سابقہ مذہب کے قوانین کے مطابق راندہ درگاہ ٹھہرے اور ہندو برادری نے انہیں اچھوت بنا کر رکھ دیا۔ مگر جب وہ ایک بوریہ نشین مرد کے ساتھ فرشی خاک پر بیٹھے تو انہیں اندازہ ہوا کہ کل تک وہ غلام تھے اور آج پہلی بار ان کی آنکھوں کے سامنے خورشید حریت طلوع ہوا ہے۔ وہ حریت جس میں واحد و نادیدہ طاقت کی بندگی ہے اور باقی تمام قوتوں کی

Marfat.com

نفی۔

کچھ دن بعد ان چاروں نوجوانوں کے ماں باپ بھی حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باپ دادا کے صدیوں پرانے صنم خانے کو چھوڑ کر مسجد کے فرش پر اس معبود کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے جس کی کوئی شکل و صورت نہیں تھی اور جو انہیں ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس واقعے کے بعد حضرت سید میراں حسین کی روحانی قوتوں کا ذکر صف دشمناں میں بھی ہونے لگا۔ برہمن اور راجپوت مل کر اپنی صفوں کو درست کرنے لگے مگر حضرت میراں حسین کی ضرب "لا الہ" سے ان کی صفوں میں رخنے پڑنے لگے۔ پھر ایک نئے واقعے کی گونج نے بت پرستوں کو حیران و عاجز کر دیا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خانقاہ سے کچھ فاصلے پر ایک ہندو کسان رہتا تھا۔ وہ زمین میں بیج بوتا اور فصل کاٹتا۔ یہی اس کا ذریعہ معاش تھا۔ ہندو کاشتکار کے تین بیٹے تھے اور وہ ایک موذی اور اذیت ناک مرض میں مبتلا تھے۔

ایک دن ہندو کسان کو اس کے ایک ہم مذہب نے سمجھایا کہ تمہارے پڑوس میں اتنا بڑا وید (طبیب) رہتا ہے اور تم پھر بھی مسلسل آزار جھیل رہے ہو۔

ہندو کسان نے حیران ہو کر اس شخص کی طرف دیکھا "میرے پڑوس میں تو ایک مسلمان سادھو رہتے ہیں۔ ان کا حکمت سے کیا تعلق؟"

"وہ مہاتما بھی ہیں اور بہت بڑے طبیب بھی۔ ایک بار ان کے پاس جا کر تو دیکھو" اس شخص نے نہایت عقیدت مندانہ لہجے میں کہا۔

ہندو کسان اپنے عقیدے میں بہت کٹر تھا مگر شب و روز کی یہ تکلیف ایک دن اسے آپ کے دروازے پر لے گئی۔ ہندو کسان کو یقین نہیں تھا کہ اسے اس بیماری سے نجات مل جائے گی لیکن صرف ایک مسلمان درویش کو آزمانے کے لئے وہ حضرت سید میراں حسین کی خانقاہ میں حاضر ہو گیا۔

"ویسے تو تمہاری بیماری لاعلاج ہے مگر دنیا میں صرف ایک حکیم ایسا ہے، جو

Marfat.com

تمہیں چند لمحوں میں صحت عطا کر سکتا ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے ہندو کسان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"مجھے اس حکیم کا پتا بتا دیں" بیماری کی شدت سے مجبور ہو کر ہندو کسان نے حضرت سید میراں حسین کے پاؤں پکڑ لئے۔

"وہ حکیم ان بیماروں سے نہیں ملتا جو سیکڑوں خداؤں کی پوجا کرتے ہیں" حضرت سید میراں حسین نے نہایت شفقت آمیز لہجے میں فرمایا۔ آپ غیر مسلموں کو تبلیغ کرتے وقت بہت نرم رویہ اختیار کرتے تھے۔ "اگر تم ایک خدا پر ایمان لے آؤ تو یہ اذیت ناک بیماری تمہارا پیچھا چھوڑ دے گی"۔

"کیا میں صحت یاب ہو جاؤں گا؟" ہندو کسان تذبذب اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔

"تم ابھی اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ لو گے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے تبسم دلنواز کے ساتھ فرمایا۔ "مگر شرط وہی ہے کہ تم دیانت داری اور خلوص کے ساتھ کوئے بتاں سے نکل کر ایک خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو گے"۔

ہندو کسان کچھ دیر تک گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ اسے اپنا آبائی مذہب چھوڑتے ہوئے بہت دکھ ہو رہا تھا۔ لوگ کیا کہیں گے' بیوی بچے کیا سلوک کریں گے۔ پوری بستی میں اچھوت بن کر رہ جاؤں گا۔ ہندو کسان کے دماغ پر مختلف خیالات کی یلغار تھی۔ آخر اس کا ذہن ایک منافقانہ فیصلے پر جم گیا۔

"میں زبان سے مسلمان ہو جاتا ہوں مگر دل سے اپنے دیوتاؤں کا پجاری رہوں گا۔ کسی کو کیا خبر ہو گی"

اس منافقانہ فیصلے کے بعد ہندو کسان نے حضرت سید میراں حسین کی تلقین پر کلمہ طیبہ پڑھ لیا اور جیسے ہی اللہ اور حضور ﷺ کی ذات پر گواہی دینے کے عمل مکمل ہوا ہندو کسان کو اپنے جسم کے اندر غیر معمولی تغیر کا احساس ہونے لگا۔ مرض کی شدت کے باعث اس کی سانس گھٹ گھٹ جاتی تھی اور آنکھیں

Marfat.com

ابل پڑتی تھیں۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی سے گفتگو کرتے وقت ہندو کسان اچانک خاموش ہو جاتا تھا پھر بڑی مشکل سے سانس پر قابو پاتا اور اپنی بات جاری رکھتا۔ مگر جیسے ہی اس نے کلمہ طیبہ پڑھا' سانس کی تکلیف اس طرح ختم ہو گئی جیسے اسے یہ مرض کبھی تھا ہی نہیں۔

ہندو کسان نے جوش عقیدت میں حضرت سید میراں حسین کا ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس جانے لگا۔ وہ بہت خوش تھا۔ ہاتھ سے ہندو دھرم بھی نہیں گیا اور برسوں پرانے اذیت ناک مرض سے نجات بھی مل گئی۔ بہت آسان نسخہ تھا اور نہایت سستا سودا۔

مگر جب ہندو کسان خانقاہ کے دروازے پر پہنچا تو حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا "ایک بات یاد رکھو میں نے تمہیں جس مذہب کی تلقین کی ہے' وہ اپنے ماننے والوں سے پوری سچائی چاہتا ہے' ظاہر و باطن کی یکسانیت۔ اسلام زبان اور دل دونوں کی گواہی مانگتا ہے۔ تم نے میرے سامنے اقرار کیا ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن باہر جا کر تمہارے دل نے انکار کر دیا تو پھر تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ جان لیوا بیماری دوبارہ اسی شدت کے ساتھ ابھر آئے گی۔ تمہاری تمام روحانی اور جسمانی بیماریوں کا ایک ہی علاج ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے تم نے جو عہد کیا ہے اس پر آخری سانس تک پورے یقین اور استقامت کے ساتھ جمے رہو"۔

ہندو کسان حیرت زدہ رہ گیا۔ اس کے دل کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی منافقت ایک مرد روشن ضمیر پر عیاں ہو گئی تھی۔ ہندو کسان لرزتے قدموں کے ساتھ پلٹا اور حضرت سید میراں حسین کے سامنے اپنے منصوبے کا اعتراف کرنے لگا۔

"اپنے اس گناہ کی معافی اس ذات پاک سے مانگو جو تمام اندیشوں اور وسوسوں سے باخبر ہے اور ان خیالات کو بھی جانتا ہے جو ابھی تمہارے ذہن میں پیدا ہی نہیں ہوئے" حضرت سید میراں حسین نے حق تعالیٰ کی بے پناہ قدرت کو اس

Marfat.com

موثر طریقے سے بیان کیا کہ ہندو کسان رونے لگا۔ پھر اس نے سب کے سامنے اپنے اس منافقانہ عمل سے توبہ کی۔ جب وہ اپنے گھر کی طرف واپس جا رہا تھا تو اس نے اپنے دل، دماغ اور روح کو بہت ہلکا محسوس کیا جیسے کوئی بڑا بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

ہندو کسان کے تبدیلی مذہب کی اس کی بیوی اور بیٹوں کو کوئی خبر نہیں تھی۔ وہ سب ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ مگر جب کسان نے اپنی بیوی اور بیٹوں کو بھی مذہب اسلام کی تلقین کی تو وہ پتھر پگھلے نہیں اور بدستور پتھروں کی پوجا کرتے رہے۔

مسلمان ہونے کے بعد کسان عقیدت اور خدمت کے طور پر اناج اور سبزیاں حضرت سید میراں حسین کی خانقاہ میں بھیجا کرتا تھا تاکہ درویشوں کی اس جماعت کو غذائی قلت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ بیوی بچے کسان کے اس طرز عمل پر سخت لعنت ملامت کرتے تھے مگر وہ پوری خوش عقیدگی اور استقامت کے ساتھ اپنے راستے پر چلتا رہا۔ مسلمان ہونے کے بعد مادی طور پر سب سے بڑا انقلاب اس طرح رونما ہوا تھا کہ اس کی زمینیں سونا اگلنے لگی تھیں۔ ایک بیگھ زمین جو کچھ دن پہلے بیس من اناج اگاتی تھی اس زمین سے چالیس پچاس من اناج پیدا ہونے لگا۔ کسان کے پاس جو بنجر زمین تھی، اسے بھی خالق کائنات نے قوت نمو بخش دی۔ کسان کے بیوی بچے کھلی آنکھوں سے ان نشانیوں کو دیکھ رہے تھے مگر پھر بھی اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔

پھر اس کسان کا آخری وقت آن پہنچا۔ اس نے اپنے بیوی بچوں کو جمع کر کے بڑے رقت آمیز لہجے میں وصیت کی "میں نے چاہا کہ تم بھی اس حقیقت پر ایمان لے آؤ جسے تسلیم کرنے میں انسان کی نجات ہے مگر تم نے میری ایک نہیں سنی اور میرے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک روا رکھا۔ میں بہت جلد اس دنیا سے چلا جاؤں گا لیکن میری آخری بات غور سے سنو۔ جس طرح میں سید صاحب کی

Marfat.com

خدمت میں اپنے کھیتوں کا اناج اور سبزیاں پیش کرتا تھا' اسی طرح تم بھی میرے بعد اس عمل کو جاری رکھنا۔ بد قسمتی سے تمہیں آخرت تو حاصل نہ ہو سکے گی مگر سید صاحب کی اس خدمت کے باعث دنیا ضرور مل جائے گی"۔

اس کے بعد وہ کسان مرگیا۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی' دعائے مغفرت کی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ تینوں بیٹے یہ منظر دیکھتے رہے اور دل ہی دل میں اپنے باپ کے انجام پر افسوس کرتے رہے۔ ان کے خیال اور عقیدت کے مطابق آگ میں جلنے اور انسانی جسم کی راکھ کو دریا میں بہانے ہی سے نجات حاصل ہوتی تھی۔

پھر جب ان کے کھیت اناج اور سبزیوں سے بھر گئے تو کسان کے بیٹوں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "ہمارا باپ احمق تھا کہ اس نے سید صاحب کے پیچھے اپنی آخرت بھی برباد کرلی اور دنیا بھی۔ اگر وہ سارا اناج اور سبزیاں مسلمانوں کو نہ بھیجی جاتیں تو آج ہمارے پاس کتنا پیسہ جمع ہوتا۔ ہم وہ حماقت کبھی نہیں دہرائیں گے" تینوں بھائیوں نے بیک ۔ زبان کہا' اپنے لہلہاتے کھیتوں پر آخری نظر ڈالی اور گھر کو چلے گئے۔

دوسرے دن تینوں بھائی جب اپنے کھیتوں پر آئے تو ان کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ عجیب ناقابلِ یقین منظر تھا۔ گیہوں کی بالیں اس طرح مرجھائی ہوئی تھیں جیسے ایک ہی رات میں انہیں بادِ صرصر نے کھا لیا ہو اور یہی حال سبزیوں کا بھی تھا' سوکھی ہوئی اور بے جان۔

تینوں بھائیوں پر کچھ دیر سکتے کی سی کیفیت طاری رہی پھر وہ لڑکھڑاتی زبانوں کے ساتھ ایک دوسرے کو پوچھنے لگے "فصلوں کو کیڑا بھی لگتا ہے' وہ برباد بھی ہو جاتی ہیں مگر ایک ہی رات میں یہ کیا ہو گیا۔ کھیت اتنی جلدی تو نہیں سوکھتے"۔

تینوں بھائی کئی گھنٹے تک حیران و سرگرداں اپنے ایک ایک کھیت اور ایک ایک کیاری کو دیکھتے رہے اور کفِ افسوس ملتے رہے۔ فصلوں کی بربادی کے سبب

Marfat.com

انہیں ہر طرف بے زری اور بھوک منڈلاتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ آخر اسی مایوسی کے عالم میں ایک بھائی کو اپنے باپ کی وصیت یاد آئی۔

"بدقسمتی سے ہمیں آخرت تو حاصل نہ ہو سکی مگر سید صاحب کی اس خدمت کے ذریعے دنیا ضرور مل جائے گی"۔

اس خیال کے آتے ہی اس نے اپنے دونوں بھائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کہیں سید صاحب کی بددعا کے سبب تو ہمارے کھیت برباد نہیں ہو رہے؟"

پھر یہ تینوں بھائی خانقاہ میں حاضر ہو کر حضرت سید میراں حسین سے اپنی بدنیتی کی معافی مانگنے لگے۔

جواب میں حضرت زنجانیؒ نے فرمایا "ہم اہل ایمان کسی کو بددعا نہیں دیتے۔ تمہارا باپ ہمارا دینی بھائی تھا اور محبت و عقیدت سے نذر پیش کیا کرتا تھا۔ حق تعالیٰ نے بھی اسے آخرت اور دنیا کی دولتوں سے نوازا۔ جب تک وہ زندہ رہا اس کے کھیت بھی ہرے بھرے رہے۔ اب اگر فصلیں تباہ ہو رہی ہیں تو اس میں موسم کا کوئی قصور نہیں۔ سب کچھ مرضی مولیٰ کے زیر اثر ہے۔ وہ جسے چاہے سرسبز و شاداب بنا دے اور جسے چاہے بنجر کر دے۔ ان درویشوں کو کوئی انسان رزق فراہم نہیں کرتا۔ دینے والا ہمیں اپنے در غیب سے دیتا ہے" یہ کہتے کہتے حضرت میراں حسین کے چہرہ مبارک پر رنگ جلال ابھر آیا تھا۔

تینوں بت پرست حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قدموں سے لپٹ کر رونے لگے۔ آخر سید میراں حسین نے ان کو معاف فرما دیا اور فرمایا "تمہارا باپ اہل ایمان میں سے تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اس کی زمینیں آباد اور فصلیں سرسبز و شاداب رہیں" یہ کہہ کر حضرت سید میراں حسین اپنے حجرہ خاص میں تشریف لے گئے۔

پھر تیسرے دن تینوں بھائی جب اپنے کھیتوں پر گئے تو فضا بدلی ہوئی تھی۔ مرجھائی ہوئی گیہوں کی بالیں اور سبزیاں اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ رہی

Marfat.com

تھیں۔ چند دنوں میں سارے کھیت اسی طرح لہلہانے لگے۔ حضرت سید میراں حسین کی یہ کرامت دیکھ کر کسان ۔ کے بیٹے بھی ''شہربتاں'' سے دارالامان کی طرف چلے آئے۔ ان کے دلوں کے پتھر بھی موم ہو گئے اور زبانوں پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔ علامہ اقبال نے اپنے شعر میں اسی فراست کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے ''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور کو دیکھتا ہے''۔ اور یہ اللہ کے نور ہی کی طاقت ہے کہ وہ لمحوں میں کفر و باطل کے اندھیروں کو زائل کر دیتا ہے۔

پیر سید ذیشان مجتبی سجادہ نشین حضرت پیر چراغ علی شاہؒ (والٹن) پیر سید کبیر علی شاہ سجادہ نشین

امام علی شاہ لودھراں ہمراہ افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

اس واقعہ کے بعد کفار کے حلقہ میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کی روحانی طاقت کا مزید چرچا ہوا اور ایک مرد مومن کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے کے لئے لاہور کے پنڈت' پروہت اور جوگی نئے انداز سے منصوبہ بندی کرنے لگے مگر ہر بار انہیں ذلت آمیز ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ہر مرتبہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کامران و سرخرو رہے۔ علامہ اقبال کے بقول:

تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

بعض تذکرہ نگاروں کی روایت کے مطابق اندرون شہر ایک ہندو عورت بلونت کور رہا کرتی تھی۔ اس کی شادی کو کئی سال ہو چکے تھے مگر وہ بے اولاد تھی۔ بلونت کور نے شروع میں تو اس پر کوئی دھیان نہیں دیا مگر جب سسرال والوں نے طعنہ زنی کی تو وہ لاہور کے تمام بڑے پنڈتوں کے پاس پہنچی اور اولاد کے لئے ان سے دعائیں کرائیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق اپنے دیوی دیوتاؤں کے قدموں میں نذرانے رکھے اور ان کے نام پر چڑھاوے چڑھائے۔ اپنے مقامات مقدسہ کاشی' متھرا اور ہردوار یاترا (سفر) کی منتیں مانیں مگر اس کی گود ہری نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ شعبدہ بازوں سے جادو ٹونے اور ٹوٹکے بھی کرائے مگر ہر تدبیر رائیگاں گئی اور ہر کوشش بے اثر ٹھہری۔ بڑے بڑے پنڈتوں اور گیانیوں سے لے کر ادنیٰ مداریوں تک سب نے ایک ہی بات کہی۔

"بھگوان نے تیری قسمت میں اولاد نہیں لکھی پھر ہم کیسے مٹا سکتے ہیں تقدیر کے لکھے کو۔ تو پیدائشی ابھاگن ہے"۔

دھرم ادھیکاریوں (اجارہ داروں) کے فیصلے کو سن کر بلونت کور پر قیامت سی ٹوٹ پڑی اور وہ مایوس ہو کر گھر کے کونے میں پڑ گئی۔ پھر جب حضرت سید

Marfat.com

میراں حسین کی بعض کرامتوں کا ذکر عام ہوا تو بلونت کور کی پڑوسی عورت نے ایک دن اس سے کہا۔

"ایک مسلمان سنیاسی دریائے راوی کے کنارے رہتے ہیں۔ سنا ہے ان کے دیئے ہوئے پانی سے لاعلاج مریض بھی شفایاب ہو جاتے ہیں۔ تو بھی کسی دن قسمت آزما دیکھ عجب نہیں تیرا دامن مراد بھی بھر جائے"۔

اگرچہ بلونت کور ایک کٹر ہندو عورت تھی لیکن اولاد کی طلب' دل کی خلش اور دنیا والوں کے طعنے اسے حضرت سید میراں حسین زنجانی کے آستانہ عالیہ پر لے گئے جو لاہور کے گلی کوچوں میں گھوم کر علی الاعلان خدائے واحد کے پیغام کی تبلیغ کرتے تھے اور اہل ہنود کے سیکڑوں خداؤں کی نفی۔ یہ بڑا مشکل کام ہوتا ہے کہ ایک انسان اسی شخص سے مدد طلب کرے جس کے مذہبی نظریات سائل کے عقائد سے اس قدر متصادم ہوں کہ دونوں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں۔

مگر ضرورت اور مجبوری اتنی شدید تھی کہ بلونت کور نے حضرت سید میراں حسین زنجانی کے سامنے ہاتھ پھیلا دئے۔

حضرت سید میراں حسین نے کچھ دیر مراقبہ کیا پھر بلونت کور کو مخاطب کر کے فرمایا "خاتون! لوح محفوظ لکھنے والے نے تمہاری قسمت میں اولاد کی نعمت تحریر نہیں کی۔ تمہارا بانجھ ہونا آسمانی فیصلہ ہے۔ اس عبارت کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ یہاں تک کہ وہ خود اپنے ہی دست قدرت سے ان الفاظ کو حذف کر دے اور اس کی جگہ نئی عبارت لکھ دے۔ وہ بے نیاز ہے جیسے چاہے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرے"۔

حضرت سید میراں حسین کی بات سن کر بلونت کور کا چہرہ شدت کرب سے دھواں ہو گیا۔ "میری قوم کے گیانی اور پنڈت بھی یہی کہتے ہیں۔ پھر ان میں اور آپ میں کیا فرق ہے" یہی کہتے کہتے بلونت کور رو پڑی۔

Marfat.com

"پھر لوگ کیوں کہتے ہیں کہ آپ کے دیئے ہوئے پانی سے لاعلاج مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں" بلونت کور کی اشک ریزی میں شدت آگئی۔

"میرے پانی میں کوئی تاثیر نہیں" حضرت سید میراں حسینؒ زنجانی نے نہایت انکسار کے ساتھ فرمایا۔ "وہ شافی مطلق جس کی بیماری کو چاہتا ہے دور کر دیتا ہے"۔

بلونت کور دیوانہ وار اپنی جگہ سے اٹھی اور حضرت سید میراں حسین کے قدموں سے لپٹ گئی "اے مہاتما میں بھی تو بیمار ہوں۔ گنگا جل سے تو کچھ نہیں ہوا۔ اب مجھے اس پانی کی بھیک دے جس میں شفا کی تاثیر ہے اور جو جنم جنم کے روگیوں کے لئے امرت ہے"۔

حضرت سید میراں حسین نے بلونت کور کو بہت سمجھایا مگر اس نے آپ کے پائے مبارکہ کو نہیں چھوڑا۔ بس ایک ہی بات کہتی رہی "اس وقت تک فریاد کرتی رہوں گی جب تک آپ دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ مجھے اولاد کی خوش خبری دیں یا موت کی"۔

بلونت کور کا شور و فغاں اس قدر تیز تھا کہ حضرت سید میراں حسین کو اس سے وعدہ کرنا پڑا "ہم تیری خاطر اللہ کے حضور میں اپنا دامن پھیلائیں گے"۔

اس یقین دہانی کے بعد بلونت کور اپنے گھر چلی گئی۔

اسی رات حضرت سید میراں حسین زنجانی نے تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد بلونت کور کے لئے انتہائی رقت آمیز لہجے میں دعا کی "اے مالک بحر و بر! وہ بت پرست عورت سمجھتی ہے کہ مجھے تیری ذات اقدس سے ایک نسبت خاص ہے۔ ورنہ اے عالم الغیوب! تو خوب جانتا ہے کہ میں تو خود تیرے کوچہ رحمت کا ادنیٰ ترین گداگر ہوں اور ہر وقت تجھ سے اپنی مغفرت کا سوال کرتا ہوں مگر اے بندوں کو بے حساب دینے والے! بلونت کور کو بھی اپنے فضل و کرم سے اولاد نرینہ بخش دے کہ تو اپنی قدرت کے ہر زاویہ اظہار پر قادر ہے۔ وہ کہتی ہے کہ

Marfat.com

مجھ میں اور اس کے سنیاسیوں میں کیا فرق ہے اے حق و باطل کے فرق کو خوب خوب ظاہر کرنے والے! اب اس فرق کو بھی ظاہر کر دے جو تیرے عاجز بندے سید حسین اور لاہور کے ہندو گیانیوں کے درمیان ہے"۔

اسی دعا کے دوران حضرت سید میراں حسین زنجانی کی آنکھ لگ گئی اور آپ نے خواب میں ہاتف غیبی کی آواز سنی۔

"سید حسین! تمہاری دعا قبول بارگاہ ہوئی۔ اہل لاہور عنقریب کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ ان گنت پجاریوں کے خداؤں میں اور ایک خدا کی عبادت کرنے والے میں کیا فرق ہے" ان الفاظ کے ختم ہوتے ہی ہاتف غیبی کی آواز معدوم ہو گئی۔

پھر حضرت سید میراں حسین نے اسی عالم میں ایک اور عجیب منظر دیکھا۔ اس بانجھ عورت بلونت کور کے ساتھ ایک خوبصورت بچہ ہے جو باآواز بلند کلمہ طیبہ کا ورد کر رہا ہے۔

اس کے بعد وہ عارضی نیند جو قدرت حق سے طاری ہوئی تھی' یک بہ یک زائل ہو گئی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ فوراً سجدے میں چلے گئے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور زبان پر کلمات شکر جاری تھے "بے شک! تو اپنے نام لیواؤں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑتا"۔

دوسرے دن بلونت کور خدمت عالیہ میں حاضر ہوئی تو حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "سننے والے نے اس عاجز کی دعا سن لی اور تیرے حوالے سے لوح محفوظ پر نئی عبارت رقم کر دی۔ تجھے خوش خبری ہو کہ تیرے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہو گا مگر میری آنکھیں اسے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دیکھتی ہیں۔ وہ عقیدتاً "مسلمان ہو گا"۔

اولاد نرینہ کی خبر سن کر بلونت کور وارفتہ ہو گئی اور جوش جذبات میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے مبارک قدموں سے لپٹ گئی "میں تو بس یہ چاہتی

Marfat.com

ہوں کہ میرے ویران اور اجاڑ باغ میں ایک پھول کھل جائے۔ اب یہ پھول کی قسمت ہے کہ اسے کون سے چمنستان کی آب و ہوا راس آتی ہے"۔

پھر ایک سال بعد اس شاخ پر پھول کھل گیا جو اہل دنیا کی نظر میں خشک ہو گئی تھی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی پیش گوئی کے مطابق بلونت کور کے ہاں ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا جس کے خدوخال تو ماں باپ سے ملتے تھے مگر دلکشی کے اعتبار سے وہ الگ نظر آتا تھا۔ لڑکے کے چہرے میں ایک خاص کشش تھی۔ بلونت کور کے خاندان اور اڑوس پڑوس والوں میں ایک ہنگامہ سا برپا ہو گیا۔ اس "انہونی" پر ہر شخص سر بگریباں اور انگشت بدنداں تھا۔ چند روز بعد بلونت کور اپنے بچے کو لے کر حضرت سید میراں حسین کے سلام کے لئے حاضر ہوئی۔ حضرت شیخ بچے کو دیکھ کر مسکرائے پھر عجیب کیف و جذب کے عالم میں فرمایا "بچے تم وہی ہو جس کے بارے میں ہمیں خبر دی گئی تھی۔ تم کہیں بھی رہو' ہمارے ہی رہو گے۔ اللہ تمہاری حفاظت فرمائے"۔

بلونت کور اور اس کا شوہر ایک عارف کی باتوں کے اسرار و رموز سمجھنے سے قاصر تھے وہ سب تو اولاد نرینہ کی خوشی سے سرشار تھے۔ پھر اسی نشے میں جھومتے ہوئے اپنے گھر چلے گئے۔ روز و شب کا قافلہ اپنی مقررہ رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ دو سال بعد بلونت کور شدید بیمار پڑی اور چند روز میں دنیا سے چلی گئی۔ بچے کی پیدائش سے لے کر موت تک بلونت کور نے کئی بار سوچا کہ وہ حلقہ بتاں سے نکل کر "موحدوں کی بستی" میں چلی جائے مگر کچھ تو بت پرستی کے پیدائشی اثرات اور کچھ ہم مذہبوں کا خوف۔ غرض اسی کشمکش میں دن رات تیزی سے گزر گئے اور فرشتہ اجل آ پہنچا۔ اس نے اہل ایمان کی کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی مگر خود ایمان نہ لا سکی یہاں تک کہ اس کی سانسوں کا شمار ختم ہو گیا۔

باپ نے بے ماں کے بچے کی بڑی محبت سے پرورش کی۔ جب وہ لڑکا چھ سات سال کا ہوا تو ایک دن اس نے عجیب خواب دیکھا

Marfat.com

لڑکا کسی مقام پر تنہا کھڑا ہے یکایک ایک نورانی صورت مسلمان بزرگ نمودار ہوتے ہیں اور لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہتے ہیں ”پڑھو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔

لڑکے نے حیرت سے مسلمان بزرگ کی طرف دیکھا ”میں تو ہندو ہوں اور میرے ماں باپ نے مجھے یہی سکھایا ہے اوم ہرے کرشنا ہرے رام“۔ اہل ہنود کے عقائد کے مطابق یہ ان کا کلمہ ہے جسے پڑھ کر وہ ہندو دھرم میں داخل ہوتے ہیں۔

لڑکے کی بات سن کر مسلمان بزرگ نے فرمایا ”تم ہندو نہیں ہو مسلمان ہو اور تمہارا کلمہ یہ ہے۔ اللہ ایک ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں“۔ مسلمان بزرگ نے کلمہ طیبہ کی تلقین کی اور حیرت انگیز طور پر لڑکے نے بڑی روانی کے ساتھ وہ الفاظ دہرائے جنہیں دہرانے کے بعد ایک غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔

پھر لڑکے کی آنکھ کھل گئی اس نے دوسرے دن باپ کو اپنا خواب سناتے ہوئے کہا کہ اب وہ ہندو نہیں رہا مسلمان ہو گیا ہے۔

بیٹے کی بات سن کر باپ بدحواس ہو گیا اور فوری طور پر اسے لے کر لاہور کے سب سے بڑے پنڈت کے پاس پہنچا۔ اس نے لڑکے کی زبان سے پورا واقعہ سنا اور پھر اس کے باپ سے کہنے لگا۔

”یہ سب کچھ بیرونی اثرات کا نتیجہ ہے۔ مسلمان تیرے بیٹے کی تاک میں ہیں۔ وہ اسے خوابوں میں آکر پریشان کر رہے ہیں تاکہ یہ ہندو دھرم سے بیزار ہو کر باہر سے آنے والوں کا مذہب قبول کر لے“۔

باپ پریشان ہو گیا اور اپنے دھرم ادھیکاری سے اس کا توڑ پوچھنے لگا۔ مہا پنڈت نے اپنی مذہبی کتابوں ”گیتا“ اور ”وید“ کے کچھ اشلوک (آیات) پڑھ کر پانی پر دم کئے اور وہ پانی اپنے ہاتھ سے لڑکے کو پلا دیا اور پھر بڑے غرور اور نخوت سے کہنے

Marfat.com

لگا۔

''میں نے باہر سے آنے والوں کی بندش کر دی ہے۔ اب نہ وہ خوابوں میں آئیں گے اور نہ جاگتے میں لڑکے پر ان باتوں کا اثر ہو گا''۔

باپ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ پھر جب لڑکا سویا تو اسے وہی مسلمان بزرگ خواب میں نظر آئے اور دوسری بار کلمہ طیبہ کی تلقین کی۔ لڑکے نے بڑی روانی اور ذوق و شوق سے کلمہ طیبہ پڑھا۔ بزرگ نے جاتے وقت ایک بار پھر فرمایا۔

''تم ہمارے ہو اور تمہیں ہم سے کوئی جدا نہیں کر سکتا''۔

لڑکے نے صبح اٹھتے ہی اپنا وہ خواب باپ کے سامنے بیان کر دیا مگر اس بار لڑکے کے چہرے پر پریشانی کے بجائے اطمینان اور خوشی کے آثار تھے۔ اس نے پر اثر لہجے میں اپنے باپ کے روبرو کلمہ طیبہ دہرایا اور بڑی معصومیت کے ساتھ کہا

''پتا جی! مجھے یہ بہت اچھا لگتا ہے آپ بھی پڑھیں''۔

باپ اور زیادہ پریشان ہو گیا اور دوبارہ مہا پنڈت کے پاس پہنچا۔ جواب میں مہا پنڈت نے نئے اشلوک پڑھ کر نئے پانی پر دم کر دیا اور ہدایت کی کہ تھوڑا تھوڑا پانی لڑکے کو چالیس دن تک پلایا جائے پھر اسے بیرونی اثرات سے مکمل طور پر نجات مل جائے گی۔

ایک ہندو باپ کی طرف سے یہ دفاعی تیاریاں جاری تھیں کہ ہونے والی ہو پڑی اور لاہور کے تمام بت پرست دیکھتے ہی رہ گئے۔ حسب معمول حضرت سید میراں حسین زنجانی جمعہ کے دن شہر کی گلیوں میں تبلیغ کر رہے تھے کہ اتفاقاً بلونت کور کا لڑکا بھی ادھر آ نکلا۔ جیسے ہی اس کی نظر حضرت سید میراں حسین کے چہرے پر پڑی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور حضرت شیخ کے قریب پہنچ کر بڑے والہانہ انداز میں کہنے لگا۔

''میں نے آپ کو پہچان لیا۔ آپ وہی ہیں جو میرے خوابوں میں آتے ہیں''۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ بلونت

Marfat.com

کور کے لڑکے کو گلے سے لگاتے ہوئے فرمایا "ہاں ہم وہی ہیں۔ جب ہم نے تمہاری ماں سے کہہ دیا تھا کہ تم ہمارے ہو' تو پھر ہم تمہیں کیسے چھوڑ سکتے تھے"۔

لڑکے نے بت پرستوں کے ہجوم میں باآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھا اور حضرت میراں حسین سے عرض کرنے لگا "مجھے اپنے ساتھ لے چلیں"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی لڑکے کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے گئے۔ باپ نے جب حضرت شیخ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔

"ہم نے تمہیں بچے کی پیدائش سے پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہارے گھر پیدا ہونے والا لڑکا مسلمان ہو گا" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے بلونت کور کے شوہر کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ "سو اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس بچے کو اپنے ساتھ لے جائیں۔ اگر تم خوشی سے اپنے بیٹے کو جانے کی اجازت دے دو گے تو تمہارا بھی بھلا ہو جائے گا اور اگر کسی نے اسے روکنے کی کوشش کی تو یہ تمام بندشیں' دیواریں اور زنجیریں توڑ کر ہمارے پاس آجائے گا"۔

ابھی اس واقعے کی گونج ختم نہیں ہوئی تھی کہ ایک دوسرے واقعے نے بت پرستوں کی صفوں میں انتشار برپا کر دیا۔

لاہور کے وسطی علاقے میں ایک امیر کبیر شخص رام چندر رہا کرتا تھا۔ عالیشان مکان' نوکر چاکر' بیوی بچے اور دنیا کی ہر آسائش۔ مگر وہ خود اپنی طویل و عریض کوٹھی کے چھوٹے سے کمرے میں اکیلا پڑا رہتا۔ نوکر دونوں وقت کھانا لا کر اس کے سامنے رکھ دیتے اور تیزی کے ساتھ واپس چلے جاتے۔ بیوی بچے کبھی کبھی دروازے میں کھڑے ہو کر جھانک لیتے اور رام چندر انہیں پکارتا رہ جاتا۔

"کچھ دیر تو میرے پاس بیٹھو مجھ سے باتیں کرو۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ تمہارا شوہر ہوں پھر تم لوگ میرے ساتھ اچھوتوں جیسا سلوک کیوں کرتے ہو" یہ کہتے ہوئے رام چندر رو پڑتا۔

Marfat.com

بہت سے یار دوست جو اس کے ساتھ دونوں وقت دسترخوان پر موجود رہتے تھے' اب ان کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ عیش و عشرت کی ساری محفلیں اجڑ کر رہ گئی تھیں اور اب رام چندر ایک کوٹھڑی میں اکیلا پڑا اپنے ماضی کو یاد کرتا رہتا تھا۔ بیوی بچوں اور یار دوستوں نے ملنا جلنا اس لئے ترک کیا تھا کہ رام چندر جذام (کوڑھ) کے خوف ناک مرض میں مبتلا تھا۔ سیکڑوں ویدوں سے علاج کروانے کے باوجود اس کی بیماری روز بروز بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ رام چندر کا پورا جسم جذام کی لپیٹ میں تھا۔ زخموں سے بہنے والی پیپ اس قدر متعفن تھی کہ کوئی شخص چند لمحوں کے لئے بھی رام چندر کے پاس کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کا چہرہ بگڑ کر مسخ ہو گیا تھا اور ہاتھ پیروں کی انگلیاں بھی گلنا شروع ہو گئی تھیں۔

جب کوئی نیا وید (حکیم) رام چندر کے علاج کی غرض سے اس کے پاس آتا تو وہ رو رو کر ایک ہی بات کہتا "مجھ سے میری ساری دولت لے لو مگر اس عذاب سے نجات دلا دو۔ میں محنت مزدوری کر لوں گا مگر لوگوں کو اپنا چہرہ تو دکھا سکوں گا۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تو کھا سکوں گا"۔

نئے آنے والے وید جھوٹی تسلیاں دے کر چلے جاتے۔ حقیقتاً" ان کے پاس جذام کا کوئی علاج نہیں تھا اور یہ راز رام چندر بھی جانتا تھا کہ اس کا مرض لاعلاج ہے۔ وہ روزانہ اس موت کا مشاہدہ کرتا جو آہستہ آہستہ اس کے جسم پر نازل ہو رہی تھی۔ ایک دن اس کے کسی نوکر نے اس کو حضرت سید میراں حسین زنجانی اور اس لڑکے کے ساتھ ہونے والے احوال کا واقعہ سنایا۔ یہ ایک انہونی تھی۔ اس انہونی کا قصہ سن کر رام چندر مضطرب ہو گیا۔

"مجھے بھی اس مسیحا کے پاس لے چلو جس کی دعاؤں سے ایک بانجھ عورت کا ہاں بھی اولاد ہو سکتی ہے"۔

رام چندر کی جسمانی حالت یہ تھی کہ زخموں کی کثرت کے باعث وہ پورے

Marfat.com

کپڑے بھی نہیں پہن سکتا تھا مگر ایک مسلمان درویش کی خانقاہ میں جانے کے لئے رام چندر نے مکمل لباس پہنا اور اپنے نوکروں کے ہمراہ پالکی میں سوار ہو کر حضرت سید میراں حسین کی خدمت میں اس طرح حاضر ہوا کہ دروازے کے باہر پالکی رکوا کر حضرت شیخ کے نام پیغام بھجوایا کہ "میں اندر آنے کے لائق نہیں ہوں۔ براہ کرم خانقاہ سے باہر آنے کی زحمت کیجئے اور مجھے بس ایک نظر دیکھ لیجئے"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے رام چندر کی درخواست سنی اور اپنے ایک خدمت گار کو حکم دیا "آنے والے سے کہو کہ بے جھجک اندر چلا آئے۔ ہمارے یہاں چھوت کا کوئی گزر نہیں"۔

رام چندر نے ایک مسلمان درویش کا پیغام سنا تو شدت جذبات سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر جب وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے روبرو پہنچا تو زخموں کی تکلیف سے کراہ رہا تھا "اے مہاوانی (مرد سخی) مجھے بھی اپنی محبت کی بھیک دے۔ اس حالت میں تو میرے بیوی بچے بھی مجھ سے دور بھاگنے لگے ہیں۔"

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے پر جلال لہجے میں فرمایا "انسان کو جو کچھ ملتا ہے اسی قادر مطلق کی بارگاہ سے ملتا ہے جو اپنی ذات میں واحد ہے اور جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر انسان کسی کو کچھ دینے کے لائق ہوتا تو اب تک تمہاری بیماری دور ہو چکی ہوتی۔ ہم بھی دوسرے آدم زادوں کی طرح عاجز و مجبور ہیں مگر تمہاری شفایابی کے لئے خالق عالم اور شافی مطلق کی بارگاہ میں اپنا دامن پھیلائیں گے۔ صبر اور یقین کے ساتھ انتظار کرو کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے"۔

اس کے بعد حضرت سید میراں حسین زنجانی نے تھوڑا سا پانی دم کر کے جذام کے مریض کو دیا۔ رام چندر نے جیسے ہی وہ پانی پیا اس کے زخموں کی سوزش ختم

Marfat.com

ہو گئی اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے۔ اس نے انتہائی شکرگزاری کے لہجے میں کہا۔

"اے مہاتما! آج کے بعد مجھے تیری یہ سبھا (محفل) اپنے گھر سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ میرے اہل خانہ زخموں سے اٹھنے والے تعفن کے باعث میرے قریب بھی نہیں آتے تھے مگر تجھے اور تیرے سیوکوں (خدمت گاروں) کو سلام کہ کسی نے میرے ساتھ چھوت چھات نہیں برتی۔ اگر میں اس عذاب ناک مرض سے نجات پا گیا تو وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی ساری دولت تیرے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا"۔

رام چندر کا جوش جذبات دیکھ کر حضرت سید میراں حسین نے تبسم فرمایا "ہم اہل ایمان کسی مفاد میں اجرت کے لئے بیمار انسانیت کی خدمت نہیں کرتے۔ تمہاری دولت کے ڈھیر تمہیں مبارک" یہ کہہ کر حضرت شیخ نے کچھ اور پانی دم کر کے رام چندر کو دے دیا اور ہدایت کی کہ جب بھی وہ غسل کرے تو اس پانی کے چند قطرے غسل کے پانی میں ملا لے۔

رام چندر نے حضرت سید میراں حسین کی ہدایت پر عمل کیا اور دس دن کے اندر اندر مکمل صحت یاب ہو گیا۔ اب اس کے جسم پر کوڑھ کا ہلکا سا نشان بھی نہیں تھا۔ رام چندر کے بیوی بچوں اور احباب کے لئے یہ بات ناقابل یقین تھی مگر پھر انہیں یقین کرنا ہی پڑا کہ وہ کوئی خواب نہیں دیکھ رہے ہیں۔ رام چندر کو لاعلاج بیماری سے نجات حاصل ہو چکی تھی۔

Marfat.com

پھر اہلیان لاہور نے وہ عجیب منظر دیکھا جب شہر کا رئیس اپنے ملازمین اور بیوی بچوں کے ساتھ حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خانقاہ کی طرف جا رہا تھا۔ ملازمین کے سر پر کئی خوان رکھے ہوئے تھے۔ رام چندر اور اس کے بیوی بچے شاندار گھوڑا گاڑیوں میں سوار تھے اور خوان بردار ملازمین پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔

خانقاہ پہنچ کر رام چندر نے وہ سارے خوان حضرت سید میراں حسین کے قدموں میں رکھ دئے۔ ان خوانوں میں سونے اور چاندی کے سکے بھرے ہوئے تھے۔ "اے مہاتما! میرے تن کا روگ جاتا رہا۔ اب میں اپنا وعدہ وفا کرنے آیا ہوں۔ میرے پاس جو کچھ تھا میں آپ کی نذر کر رہا ہوں"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے خوان پوش الٹ کر دیکھا۔ سونے اور چاندی کے سکے دمک رہے تھے۔ "تم اپنے وعدے کے سچے تھے سو تم نے اپنا عہد نبھایا" حضرت میراں حسین نے محبت آمیز لہجے میں فرمایا۔ "فقیر نے بھی تمہیں بہت پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ اہل ایمان کسی معاوضے یا اجرت کے لئے بیمار انسانیت کی خدمت نہیں کرتے"۔

رام چندر نے بہت خوشامد کی کہ کسی طرح حضرت سید میراں حسین اس کی نذر قبول کرلیں یہاں تک کہ اس نے حضرت شیخ زنجانی کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا مگر مرد قلندر کے ہونٹوں پر حرف انکار ہی رہا۔ پھر جب رام چندر گریہ زاری کرنے لگا تو حضرت سید میراں حسین نے اس کی تالیف قلب کے لئے فرمایا "اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو پھر کچھ نقد رقم اور کپڑے محتاجوں میں تقسیم کردو اور اپنے طور پر سمجھ لینا کہ ہم نے تمہاری نذر قبول کرلی"۔

رام چندر نے وہ رقم خانقاہ کے خدمت گاروں کو دینی چاہی مگر حضرت سید

Marfat.com

میراں حسین زنجانی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا "میرے ساتھی بہت آسودہ حال ہیں۔ اس صدقہ و خیرات پر تو محتاجوں کا حق ہے"۔

حضرت شیخ کی شان استغنا دیکھ کر رام چندر نے عرض کیا "میں خود کو غلامی کے لئے پیش کر سکتا ہوں کیا مجھے بھی قبول نہیں فرمائیں گے" یہ کہتے کہتے رام چندر شدت جذبات سے مغلوب ہو گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

"ہاں اگر تم چاہو تو اس فقیر سے نیا رشتہ قائم کر سکتے ہو" حضرت سید میراں حسین نے اپنے مخصوص دل نواز تبسم کے ساتھ فرمایا۔

یہ سنتے ہی رام چندر نے اپنی کمر اور گردن کے گرد پڑا ہوا جینو (مذہبی دھاگا) توڑ دیا اور ماتھے کے قشقے کو کھرچ دیا۔ پھر اللہ کی وحدانیت اور خاتم النبین ﷺ کی رسالت پر اس طرح گواہی دی کہ لاہور کے بت پرست حلقے حیران رہ گئے۔ آج ان کی صفوں کا ایک ممتاز رکن سیکڑوں خداؤں کا انکار کر کے نہ صرف خدائے واحد پر ایمان لے آیا بلکہ لاہور کا رئیس اعظم ایک درویش بے سروساماں کے آستانے پر جھاڑو لگا رہا تھا۔ جب بت پرست رام چندر کو جاروب کشی کرتے دیکھتے تو بے اختیار کہہ اٹھتے۔

"یہ کیسا جادو ہے کہ اپنا مذہب بھی ترک کر دیا اور دنیا کے عیش چھوڑ کر ایک سادھو کے سوکھے ٹکڑے گوارا کر لئے"۔

قبول اسلام کے بعد حضرت سید میراں حسین نے رام چندر کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا۔

یہ حضرت شیخ زنجانی کی بڑی کرامت تھی۔ رام چندر لاہور کا وہ پہلا مسلمان تھا جس نے اسلام کی خاطر اپنی دولت و امارت کو خیرباد کہا۔

ایک دن حضرت سید میراں حسین زنجانی کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب زنجانی آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ سارا دن دونوں بھائی مذہبی امور پر گفتگو کرتے رہے پھر حضرت سید میراں حسین نے برادر خورد سے پوچھا

Marfat.com

"تمہارے علاقے میں اہل ہنود کا کیا حال ہے"۔

جواب میں حضرت یعقوب زنجانی نے اداس لہجے میں عرض کیا "تمام تقریریں اور وعظ رائیگاں جاتے ہیں۔ ان پتھر دلوں پر کلام نرم و نازک کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میں آپ کے حکم کی وجہ سے ٹھہرا ہوا ہوں۔ اگر اجازت دیں تو وطن واپس لوٹ جاؤں۔"

چھوٹے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر حضرت سید میراں حسین نے فرمایا ہم اسی کے حکم سے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور اسی کے حکم سے اس کا پیغام گھر گھر پہنچاتے ہیں۔ بت پرست تو یہی چاہیں گے کہ وہ اپنے کانوں' دلوں اور گھروں کے دروازے بند کرلیں۔ اہل ایمان کا فرض ہے کہ مسلسل دستک دیتے رہیں۔ اب یہ تقدیر الٰہی پر منحصر ہے کہ کفار ہند اپنے دروازے کھولتے ہیں یا مقفل کر لیتے ہیں۔ ہدایت کو اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ ہمارا کام تو گم کردہ راہ مسافروں کو سمجھانا ہے کہ ان کے راستے میں کبھی نہ بجھنے والی آگ کا گڑھا ہے۔ سنبھل کر چلیں اور اپنے آپ کو اس کا ایندھن بننے سے بچائیں۔ حضرت سید میراں حسین نے چھوٹے بھائی کو تسلی دی اور اشاروں میں تبلیغ کا طریقہ بھی بتایا۔

الغرض اسی قسم کی گفتگو میں پورا دن گزر گیا یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو گئی۔ حضرت یعقوب زنجانی نے بڑے بھائی کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد بھی کچھ دیر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور رات کا اندھیرا گہرا ہوتا چلا گیا۔ آخر یعقوب زنجانی نے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا "تاریکی زیادہ ہو گئی ہے کل نماز فجر کے بعد چلے جانا"۔

حضرت یعقوب زنجانی ٹھہر گئے مگر فوراً ہی عرض کی "آپ رات کا کھانا کس وقت کھاتے ہیں"۔ حضرت یعقوب زنجانی کو شدید بھوک لگی تھی اس لئے اپنی خواہش کا اظہار دوسرے انداز سے کیا۔

چھوٹے بھائی کے سوال سے پہلے ہی حضرت میراں حسین زنجانی دل میں خیال

Marfat.com

کر چکے تھے کہ آج اگر گھر میں کھانے کو کچھ ہوتا تو یعقوب زنجانی کی تواضع کرتے۔ پھر جب چھوٹے بھائی نے خود ہی کھانے کے بارے میں سوال کر ڈالا تو حضرت سید میراں حسین نے مسکراتے ہوئے فرمایا "آج رزاق عالم کا خاص فضل ہے" جب کبھی گھر میں فاقہ ہوتا تو حضرت میراں حسین شکرانے کے طور پر یہی جملہ دوہرایا کرتے تھے۔

حضرت یعقوب زنجانی بڑے بھائی کے اس لطیف اشارے سے یہی سمجھے کہ آج حضرت شیخ نے ان کی دعوت کا خاص انتظام کیا ہے۔ "تو پھر کسی خادم سے کہئے کہ فوراً دسترخوان لگائے۔ بھوک اپنے عروج پر ہے"۔

چھوٹے بھائی کی بات سن کر حضرت شیخ زنجانی کے ہونٹوں کا تبسم مزید نمایاں ہو گیا۔ "فضل خاص کا مفہوم یہ ہے کہ آج فقیر کے گھر فاقہ ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو روٹی کا کبھی محتاج نہیں کیا۔ بے شک وہ غنی ہے اور اپنے نام لیواؤں کو بھی مستغنی کر دیتا ہے"۔

بڑے بھائی کے ارشادات سن کر حضرت یعقوب زنجانی نے بھی باآواز بلند کہا "الحمدللہ"۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے چہرے پر اطمینان و سکون کا آثار پیدا ہو گئے جیسے بھوک کی شدت میں بہت زیادہ کمی آگئی ہو۔

ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ حضرت سید میراں حسین نے چھوٹے بھائی کو مخاطب کر کے فرمایا "یعقوب ذرا دیکھو اس وقت کوئی ضرورت مند آیا ہے؟"

حضرت یعقوب زنجانی تیزی سے اٹھے اور دروازہ کھول کر دیکھا ایک شخص بہت بڑا خوان لئے کھڑا ہے۔ حضرت یعقوب زنجانی کے سامنے آکر اس شخص نے خوان آگے بڑھاتے ہوئے کہا "درویشوں کے لئے کچھ کھانا لایا ہوں قبول کر لیں"۔

حضرت یعقوب زنجانی نے اس شخص کا لایا ہوا خوان لے لیا اور کھانا لانے

Marfat.com

والے سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"شیخ مجھے جانتے ہیں" اس شخص نے آہستگی سے کہا۔

حضرت یعقوب زنجانی خوان لے کر اندر گئے اور حضرت سید میراں حسین کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت شیخ نے خوان پوش ہٹایا تو اکیس روٹیاں' سالن اور میٹھے چاول موجود تھے۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ سب کے سب تازہ تھے اور ان سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ لگتا تھا روٹیاں ابھی تندور سے نکالی گئی ہیں اور سالن سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ چولہے پر چڑھی ہوئی ہانڈی یا دیگ سے نکالا گیا ہے۔

"یہ کون مہربان دے گیا ہے؟" حضرت میراں حسین نے چھوٹے بھائی سے سوال کیا۔

"اس نے نام تو نہیں بتایا مگر اتنا ضرور کہا کہ شیخ مجھے جانتے ہیں" حضرت یعقوب زنجانی نے عرض کیا۔

حضرت میراں حسین زنجانی بہت تیزی سے اٹھے اور خانقاہ سے باہر نکل کر دیکھا۔ چاندنی رات تھی مگر دور دور تک کسی انسان کا عکس تک نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس وقت حضرت زنجانی دریائے راوی کے کنارے قیام پذیر تھے۔ اس ویران مقام پر آپ کی خانقاہ کے علاوہ کوئی دوسرا مکان بھی نہیں تھا اس لئے کھانا لانے والا کوئی پڑوسی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت شیخ زنجانی کچھ دیر تک چاروں طرف دیکھتے رہے پھر خاموشی سے واپس تشریف لے گئے۔ پھر اپنے تین خدمتگاروں کو طلب کیا اور ان کے ساتھ کھانا کھانے لگے۔

"بڑا متواضع شخص تھا" حضرت یعقوب زنجانی نے اجنبی شخص کے لائے ہوئے لذیذ کھانے کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔

"آج تم جو مہمان تھے" حضرت میراں حسین زنجانی نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "مہمانوں کا خیال تو رکھنا ہی پڑتا ہے ورنہ وہ جب بھی آتا ہے ہمارے لئے

Marfat.com

روکھی سوکھی غذا ہی لے کر آتا ہے۔ آج تمہارے طفیل ہمیں بھی پر تکلف کھانا مل گیا"۔

"یہاں دور دور تک کوئی مکان نہیں۔ وہ شخص بہت دور سے آیا ہو گا۔ پھر کھانا اس قدر گرم کیوں تھا۔ پڑوس سے آنے والا کھانا بھی اس قدر تازہ نہیں ہوتا"۔

حضرت یعقوب زنجانی کھانا لانے والے شخص کے بارے میں جاننا چاہتے تھے مگر حضرت سید میراں حسین زنجانی اٹھ کر اپنے حجرہ خاص میں تشریف لے گئے۔ آپ اپنے چھوٹے بھائی پر یہ راز فاش نہیں کرنا چاہتے تھے کہ کھانا لانے والا شخص رجال الغیب (مردان غیب) میں سے تھا۔

جس طرح کائنات کا انتظام جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بے شمار فرشتے متعین فرمائے ہیں اسی طرح بعض امور کی انجام دہی کے لئے "رجال الغیب" کو بھی مقرر کیا ہے۔ یہ لوگ اپنی ظاہری ساخت کے اعتبار سے انسان ہی ہوتے ہیں مگر دوسرے انسانوں کی آنکھ سے اوجھل رہتے ہیں ہاں جب حق تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے تو یہ ظاہر بھی ہو جاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح "مردان غیب" کو بھی بہت سی طاقتیں عطا کی جاتی ہیں۔ اگر کوئی مرد غیب چاہے تو سیکڑوں میل کا فاصلہ چند منٹوں میں طے کر سکتا ہے۔

رجال الغیب کی یہ طاقت اسی روحانی عمل کے مطابق ہے جس کا مظاہرہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف ابن برخیاہ نے سر دربار کیا تھا۔ آصف ابن برخیاہ کتاب کا علم رکھتے تھے اور اسی علم کے ذریعے آپ نے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکتے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ظاہر کر دیا تھا۔ اس واقعے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

حضرت یعقوب زنجانی کے لئے لایا جانے والا کھانا بھی اسی لئے گرم تھا کہ اسے ایک مرد غیب لے کر آیا تھا اور رجال الغیب کے لئے زمان و مکان کے طویل

Marfat.com

فاصلے اور وقت چند قدموں اور لمحوں میں سمٹ جاتے ہیں۔

حضرت سید میراں حسین کے حوالے سے دست غیب کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ مذکورہ واقعہ اس زمانے میں پیش آیا جب حضرت شیخ اور ان کے چند خدمت گار لاہور کے بت پرستوں کی جارحیت کا ہدف بنے ہوئے تھے اور انتہائی کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے یہاں تک کہ کئی کئی وقت کھانے کو مٹھی بھر چنے بھی نہیں ملتے تھے۔

یہ بھی اس زمانے کا ذکر ہے جب لاہور کے کفار اپنی مادی طاقت کے نشے میں حضرت سید میراں حسین کو جھٹلا رہے تھے۔ ایک دن آپ کسی ضروری کام سے راوی کے کنارے کھڑے تھے اور دریا کے پار جانا چاہتے تھے مگر وہاں کوئی کشتی موجود نہیں تھی۔ حضرت شیخ کو کھڑے کھڑے بہت دیر ہو گئی۔ آخر ملاح سنتو رام کی کشتی نظر آئی جو اس پار سے مسافروں کو لے کر ادھر آ رہی تھی۔ جب کشتی خالی ہو گئی تو حضرت شیخ نے ملاح سنتو رام سے فرمایا "بھائی ہمیں بھی دریا کے پار چھوڑ دو"۔

"تم بھی بیٹھ جاؤ۔ ہمارا تو کام ہی لوگوں کو دریا کے پار اتارنا ہے" ہندو ملاح نے بے دلی سے کہا۔ وہ بھی مقامی لوگوں کی طرح حضرت میراں حسین کو پسند نہیں کرتا تھا۔

"مگر ہمارے پاس کرائے کے پیسے نہیں ہیں" حضرت سید میراں حسین نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے فرمایا۔

"پھر کیوں میرا وقت برباد کر رہے ہو" ملاح سنتو رام نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "میں اگر اسی طرح لوگوں کو مفت میں دریا پار کراتا رہا تو روٹی کہاں سے کھاؤں گا۔ کوئی اور کشتی تلاش کر لو" یہ کہہ کر سنتو رام نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی چند قدم آگے بڑھے اور ہندو ملاح کے سامنے

Marfat.com

آکر فرمانے لگے ”ہم اس دریائی سفر کی اجرت کے بدلے تمہیں دعائیں دے سکتے ہیں اور دعائیں بہت قیمتی ہوتی ہیں۔ ابھی تمہیں اس کا اندازہ نہیں“۔

حضرت میراں حسن زنجانی کی بات سن کر ملاح سنتو رام ہنسا ”دعائیں کسی بھوکے کا پیٹ نہیں بھر سکتیں“۔

”پیٹ تو بہت معمولی چیز ہے۔ دعاؤں سے انسان کا دامن مراد بھر جاتا ہے“ حضرت میراں حسین نے انتہائی دل نشیں لہجے میں فرمایا۔

”اگر مجھے دعاؤں کی ضرورت پڑ ہی گئی تو میں اپنے سادھو سنتوں سے دعا کراؤں گا“ ملاح سنتو رام نے استہزائیہ لہجے میں کہا ”تمہاری دعاؤں میں تو اتنا بھی اثر نہیں کہ تمہیں کشتی کا کرایہ ہی مل جائے“۔

حضرت سید میراں حسین کچھ دیر اس انتظار میں کھڑے رہے کہ شاید سنتو رام آپ کو اپنے کشتی میں بٹھا لے لیکن دولت پرستی اور مذہبی عصبیت کے باعث اس نے مسلمان درویش کی جانب مڑ کر بھی نہیں دیکھا یہاں تک کہ کشتی ہندو مسافروں سے بھر گئی اور حضرت میراں حسین اپنی خانقاہ کی طرف تشریف لے گئے۔

جب آخری مسافر بھی سنتو رام کی کشتی پر سوار ہو گیا تو اس نے چپو سنبھالے اور ملاحوں کے گیت گاتے ہوئے اپنی کشتی کھینے لگا۔ جب کشتی روانہ ہوئی تو آسمان صاف تھا اور ہوا بہت آہستہ چل رہی تھی مگر جب سنتو رام کی ناؤ بیچ دریا میں پہنچی تو لاہور کا موسم ناقابل یقین تغیر کی لپیٹ میں آ گیا۔ چند لمحوں میں سیاہ آندھی اٹھی اور شہر کے بام و در پر چھا گئی۔ ہوا کے خوفناک جھکڑوں نے دریائے راوی کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ سنتو رام کی کشتی کئی بار الٹتے الٹتے بچی۔ تمام مسافر اپنے دیوی دیوتاؤں کو پکار رہے تھے۔ گہری تاریکی کے باعث سنتو رام نے کشتی کھینا بند کر دی۔ پھر جب آندھی کا زور مزید بڑھا تو ناؤ کے مسافر اپنی زندگی سے مایوس ہو کر رونے لگے۔ ایسے سنگین لمحات میں سنتو رام کو حضرت شیخ میراں

Marfat.com

حسین یاد آئے۔ اس نے انتہائی شکستہ لہجے میں فریاد کرتے ہوئے کہا "میری مت ماری گئی تھی اور میں زیادہ پیسا کمانے کی دھن میں اندھا ہو گیا تھا۔ یہ سب اسی کا شراپ (بددعا) ہے۔ کاش میں اس مسلمان سادھو کو اپنی کشتی میں بٹھالیتا تو آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا"۔

جیسے ہی سنتو رام کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ اسے ایک صدائے غیبی سنائی دی۔ گھبراؤ نہیں سنتو رام! جو سب کی کشتیاں پار لگاتا ہے وہی تمہاری ناؤ کو بھی کنارے پر لگائے گا"

یہ آواز تو اسی مسلمان سادھو کی ہے۔ سنتو رام نے سوچا اور چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی اسے اپنے قریب ہی دریا میں کھڑے نظر آئے آپ کشتی کو سہارا دے کر دریا کے کنارے لے جا رہے تھے اور نہایت مہربان لہجے میں فرما رہے تھے "سنتو رام انسان پر ایک وقت ایسا بھی آ جاتا ہے جب سارے مادی سہارے ناکام ہو جاتے ہیں اور اسے صرف دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں"۔

حضرت میراں حسین آہستہ آہستہ کشتی کو سہارا دیتے رہے یہاں تک کہ کشتی کنارے لگ گئی۔ پھر آندھی بھی رک گئی اور موسم بھی صاف ہو گیا۔ سنتو رام نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر حضرت سید میراں حسین نظر نہ آئے۔

یہ کانوں اور آنکھوں کا دھوکا بھی تو ہو سکتا ہے سنتو رام نے خود کلامی کے انداز میں کہا مگر پھر خود ہی اپنے خیالات کی تردید کر دی۔ اگر وہ مہاتما دریا میں میرے ساتھ نہیں تھے تو پھر کشتی کنارے کیسے پہنچی۔

آخر سنتو رام کو یقین آ گیا کہ وہ حضرت میراں حسین ہی تھے جو اس کی کشتی کو سہارا دے کر کنارے تک لائے تھے۔ اس یقین کے ساتھ ہی سنتو رام کی ذہنی اور دلی کیفیات بھی تبدیل ہو گئیں۔ دوسرے دن وہ حضرت میراں حسین کی

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ناروا سلوک کی معافی مانگنے لگا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی نے اپنا دست کرم ملاح سنتو رام کے سر پر سایہ فگن کرتے ہوئے فرمایا "ہم اہل ایمان برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے۔ تم نے ہمیں کنارے پر چھوڑ دیا تھا مگر ہم نے بحکم خدا طوفان میں بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا"۔

یہ تھا حضرت سید میراں حسین کا انداز تبلیغ کہ جس نے ایک بت پرست کا دل فتح کر لیا۔ ملاح سنتو رام کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور اس کے مشرکانہ عقائد کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو توحید کا سہارا مل گیا۔

بعض تذکرہ نگاروں نے اس قسم کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جس سے حضرت سید میراں حسین کی روحانی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ایک بار آپ کا ایک عقیدت مند اپنے کسی کام سے دریائے راوی کے پار گیا پھر کام ختم کر کے واپسی کے ارادے سے دریا کی طرف چلا۔ یکایک موسم میں ایک تغیر رونما ہوا اور تیز ہوائیں چلنی شروع ہو گئیں۔ اس شخص نے تیز تیز قدم اٹھانے شروع کر دئے مگر موسم اور بگڑ گیا۔ تیز ہواؤں نے سیاہ آندھی کی شکل اختیار کر لی اور اس کے ساتھ ہی بارش بھی شروع ہو گئی۔ اس شخص نے اپنی رفتار بڑھا دی مگر طوفان بادوباراں کی رفتار تیز تھی۔ وہ شخص گرتا پڑتا دریائے راوی کے کنارے تک تو پہنچ گیا مگر اسے یہ دیکھ کر شدید مایوسی ہوئی کہ دریا میں کوئی کشتی موجود نہیں تھی۔ بگڑے ہوئے موسم کو دیکھ کر تمام ملاح اپنے گھروں کو لوٹ گئے تھے۔

وہ شخص حیرت و پریشانی کے عالم میں دریائے راوی کے کنارے پر کھڑا رہا۔ بارش لحظہ بہ لحظہ تیز ہوتی گئی۔ ایک تو مغرب کا وقت دوسرے موسم کی خرابی، رات سے پہلے رات ہو گئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ عجیب بے چارگی کا عالم تھا۔ وہ شخص نہ پیچھے لوٹ سکتا تھا اور نہ آگے بڑھ سکتا تھا۔ موسلادھار

Marfat.com

بارش میں کہیں کوئی پناہ گاہ بھی نہیں تھی پھر بھی وہ برگد کے ایک گھنے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ جنگل کی رات' ہو کا عالم' درندوں اور زہریلے سانپوں کا خوف۔ اس شخص کو اختلاج ہونے لگا۔ خوف کو دور کرنے کے لئے وہ زور زور سے قرآنی آیات پڑھنے لگا۔ یکایک اسے اپنی سانس رکتی سی محسوس ہوئی۔ دس پندرہ گز کے فاصلے پر اسے دو چھوٹے چراغ نظر آئے جو آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ شخص نو مسلم تھا۔ چراغوں کو اپنی طرف آتا دیکھ کر یہی سمجھا کہ کوئی بھوت پریت ہے مگر جب اچانک پرہول فضا میں غراہٹ کی آوازیں گونجنے لگیں تو اس پر یہ خوفناک حقیقت واضح ہو گئی کہ وہ چراغ نہیں بلکہ رات کی تاریکی میں چمکنے والی کسی درندے کی آنکھیں ہیں۔ موت کو اتنے قریب پا کر اس شخص نے انتہائی پرسوز لہجے میں اپنے خالق کو پکارا "اے اللہ! اگر سید صاحب سچے ولی ہیں تو انہیں میری مدد کے لئے بھیج اور مجھے اس درندے سے محفوظ رکھ" اس کا اشارہ حضرت سید میراں حسین کی طرف تھا۔

ابھی اس شخص کی دعا جاری تھی کہ اسے اپنے قریب کسی انسان کی موجودگی کا احساس ہوا۔ "کون ہے" اس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "میں سید حسین بن علی ہوں۔ مجھے اللہ نے تمہاری مدد کے لئے بھیجا ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا۔

اگے بڑھتا ہوا درندہ اچانک رک گیا تھا۔ اس شخص نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "وہ درندہ۔۔۔۔"

"اس دن اللہ کے دوستوں کو کوئی خوف اور غم نہیں ہو گا" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی اور عقیدت مند سے فرمایا "میرا ہاتھ پکڑ اور اپنی آنکھیں بند کر لے"۔

اس شخص نے حضرت زنجانی کے حکم پر عمل کیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ پھر

Marfat.com

حضرت شیخ زنجانی نے "اللہ" کی ضرب لگائی جس کے جلال سے پورا جنگل گونج اٹھا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت شیخ نے فرمایا "آنکھیں کھول دو"۔ اس شخص نے ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں تو چند لمحوں کے لئے اسے سکتہ ہو گیا۔ وہ حضرت سید میراں حسین کے حجرہ مبارک میں کھڑا تھا۔ نئی زندگی ملنے کی خوشی میں وہ جوش عقیدت سے مضطرب ہو کر حضرت شیخ زنجانی سے لپٹ گیا اور گلوگیر لہجے میں عرض کرنے لگا "سید صاحب اگر آج آپ نہ ہوتے تو اللہ ہی جانتا ہے میرا کیا حشر ہوتا"۔

"وہی ہوتا جو تم اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے انکسار سے فرمایا۔ حسین بن علی نہ ہوتا تو اس کا کوئی اور بندہ ہوتا۔ انسان کے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب کوئی نہیں تھا تب بھی اللہ ہی تھا اور جب کوئی نہیں ہوگا اس وقت بھی اللہ ہی ہوگا۔ اول و آخر اور ظاہر و باطن اللہ ہی ہے۔ ہم لوگ تو اس کے عاجز و ناتواں کارندے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے سرفراز کر دیتا ہے۔ وہی دستگیر ہے اور وہی مشکل کشا و مددگار"۔

واضح رہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی اسم اللہ کا بہت زیادہ ورد کرتے تھے۔ صوفیائے کرام اور علمائے اسلام کی اکثریت نے اسم "اللہ" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہی اسم اعظم ہے۔

آخری عمر میں آپ کے عقیدت مندوں میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ ایک دفعہ تین آدمیوں نے آپ کی شہرت سنی کہ آپ اللہ کے فقیر ہیں لہٰذا آپ کی خدمت میں کاروبار میں خیروبرکت کی دعا کروانے کی غرض سے آنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ آپ کے پاس آنے کے لئے چلے تو راستے میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے چلے آرہے تھے کہ ان میں سے ایک شخص اپنے ساتھی سے پوچھنے لگا کہ تم کیا کھانا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا حلوہ کھانے کو جی چاہتا ہے کیا بابا جی سے

Marfat.com

حلوہ ملے گا۔ پھر وہ اس سے پوچھنے لگا تمہارا دل کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا میں آم کھانا چاہتا ہوں حالانکہ آموں کا موسم بھی نہیں تھا۔ پھر وہ تیسرے سے کہنے لگا تمہارا دل کیا چاہتا ہے' اس نے کہا حضرت ہمیں پکوڑے کھلائیں۔ باتیں کرتے ہوئے سفر کٹ گیا اور وہ حضرت میراں حسین زنجانی کے پاس آ پہنچے۔ آپ کمرے میں تشریف فرما یاد الٰہی میں مگن تھے کہ تینوں دوست آپ کے پاس آ پہنچے۔ آپ نے ان کی خیر و عافیت دریافت کی اور آنے کا مدعا پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ سرکار دعا کریں ہم اجناس کے تھوک فروش ہیں اور ہمارا کاروبار خراب ہو گیا ہے۔ ذریعہ آمدن کم ہو گیا ہے۔ آپ نے ان کے کاروبار میں برکت کے لئے دعا فرمائی۔ آپ کے پاس کچھ کھجوریں پڑی ہوئی تھیں آپ نے مہمان نوازی کے طور پر وہ کھجوریں ان کی خدمت میں پیش کیں اور تناول کرنے کو کہا۔ جس شخص نے حلوے کی خواہش کی اسے کہا یہ حلوہ ہی ہے۔ جس نے آم کھانے کی خواہش کی اسے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا کھایئے آم ہی ہے۔ جس نے پکوڑے مانگے تھے اس کہا کھاؤ پکوڑے ہی ہیں۔ وہ آپ کی بات سن کر حیران ہوئے کہ کھجوریں آم' حلوہ اور پکوڑے کس طرح ہو سکتی ہیں لیکن جب انہوں نے کھجوریں اٹھا کر منہ میں ڈالیں تو جس نے حلوہ مانگا تھا اس کے منہ میں کھجوریں حلوہ بن گئیں' جس نے آم کی خواہش کی تھی اس کے منہ میں آم بن گئیں اور جس نے پکوڑے مانگے تھے اسے کھجور کھانے میں پکوڑے کا ذائقہ آیا۔ وہ حیران ہو گئے کہ ہم نے آپ پر اپنے دل کی خواہش کا اظہار نہیں کیا تھا مگر جو چیز مانگی تھی وہی ملی ہے۔ وہ آپ کے اس روحانی تصرف پر بے حد حیران ہوئے اور آپ کی مدح سرائی کرتے ہوئے آپ سے رخصت ہو گئے۔

بعض تذکروں میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کی ایک ایسی پیشن گوئی کا بھی ذکر ملتا ہے جس سے فراست مومن کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب حضرت شیخ زنجانی بیمار رہنے لگے تھے اور آپ کا آخری

Marfat.com

وقت قریب آ پہنچا تھا۔ تمام خدمت گار اور عقیدت مند بستر علالت کے قریب جمع تھے۔ کسی خادم یا مرید نے شکستہ لہجے میں عرض کیا "سیدی! اگر آپ داغ مفارقت دے گئے تو لاہور ویران ہو جائے گا"۔

"منزل فراق سے تو ہر انسان کو گزرنا ہے" حضرت سید میراں حسین زنجانی نے فرمایا۔ "اللہ نے چاہا تو لاہور بھی ویران نہیں ہو گا اور میرا محبوب وطن زنجان بھی آباد رہے گا۔ جب میری سانسوں کا شمار ختم ہو جائے گا اس وقت زنجان میں ایک شیخ پیدا ہوں گے ان کے والد کا نام بھی علی ہو گا اور وہ علم و معرفت میں بلند درجے پر فائز ہوں گے"۔

حضرت سید میراں حسین کی یہ پیش گوئی عالم اسباب میں ظاہر ہوئی۔ تذکرہ نگاروں کے مطابق آپ کے وصال کے بعد زنجان میں حضرت سعد بن علی پیدا ہوئے۔ سعد بن علی کا علمی مقام یہ ہے کہ آپ کو "حافظ الحدیث" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ حضرت میراں حسین کے والد محترم کا نام بھی علی تھا۔ اس لئے بعض تذکروں میں آپ کو حسین بن علی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

مشہور بزرگ حضرت ابوالمظفر حضرت شیخ سعد بن علی کے مرید تھے۔ حضرت ابوالمظفر اپنے ذاتی حوالے سے ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ سے براہ راست زنجان پہنچ کر حضرت شیخ سعد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ جب میری روانگی کا دن طے پا گیا تو اسی رات میں نے ایک عجیب خواب دیکھا۔

میری والدہ بہت پریشان ہیں۔ ان کے بال کھلے ہوئے ہیں اور وہ ہاتھ اٹھا کر شدید اضطراب میں مجھے پکار رہی ہیں "میرے بیٹے! فوراً" اپنے وطن "مرو" پہنچو۔ اب مجھ سے تمہاری جدائی برداشت نہیں ہوتی"۔ ماضی میں "مرو"

Marfat.com

ایران کا مشہور قدیم شہر تھا۔

حضرت ابولمظفر بیان کرتے ہیں کہ میں نے والدہ کے پکارنے کو محض خواب سمجھا اور اس خواب کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ پھر میں نے اپنے منصوبے کے مطابق سفر کی تیاری شروع کر دی۔ خانہ کعبہ پر آخری نظر ڈالی اور زنجان کی طرف روانہ ہو گیا۔ شوق کا عجیب عالم تھا۔ دل چاہتا تھا کہ جلد از جلد فاصلے سمٹ جائیں اور خدمت شیخ میں حاضر ہو کر تشنہ جذبوں کو سیراب کروں۔

جب میں حضرت شیخ سعد بن علی کی خانقاہ کے قریب پہنچا تو عقیدت مندوں کا ایک ہجوم نظر آیا۔ حضرت شیخ کے گرد طالبان شوق اتنی تعداد میں جمع تھے کہ میری باری بہت دیر میں آئی۔ مجھے دیکھتے ہی حضرت شیخ سعد بن علی نے فرمایا۔

"ابوالمظفر! تمہیں جانا کہیں اور تھا اور تم میرے پاس چلے آئے؟"

"سیدی! میرے دل و نگاہ کا مرکز تو آپ ہی کی ذات گرامی تھی" میں نے بصد شوق عرض کیا۔ "یہی عہد تھا کہ فریضہ حج سے مشرف ہوتے ہی شیخ کی خدمت میں حاضری دوں گا"۔

"تمہیں کسی اور نے بھی تو آواز دی تھی" حضرت شیخ سعد زنجانی نے فرمایا۔

"پھر تم نے اس پکار کو کیوں نہیں سنا"۔

میں حضرت شیخ کی گفتگو کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ "سیدی! وہ کس کی آواز تھی جس نے مجھے پکارا تھا؟"

"کیا تمہاری مادر گرامی نے تمہیں آواز نہیں دی تھی؟" حضرت شیخ سعد زنجانی کے لہجے سے روحانی جلال نمایاں تھا۔

حضرت شیخ کے اشارے کے ساتھ ہی مجھے اپنا خواب یاد آ گیا جس میں والدہ محترمہ مجھے مخاطب کر کے فرما رہی تھیں "میرے بیٹے جلدی پہنچو۔ اب مجھ سے تمہاری جدائی برداشت نہیں ہوتی"۔ اس خواب کے یاد آتے ہی میرا سر بار ندامت سے جھک گیا۔

Marfat.com

"جب تمہیں خواب میں سب کچھ دکھا دیا گیا تھا تو اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟"
حضرت شیخ سعد زنجانی نے فرمایا۔ "فوراً" مرو روانہ ہو جاؤ۔ پہلے والدہ محترمہ کے مضطرب دل کو سکون پہنچاؤ اس کے بعد میرے پاس آؤ"۔

حضرت شیخ سعد بن علی زنجانی کے اس حکم میں یہ خاص نکتہ بھی پوشیدہ تھا کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کتنی ضروری ہے۔ اگر ماں باپ کا حکم شریعت کے خلاف نہ ہو تو اس کی تعمیل میں تاخیر اولاد کے لئے ایک وبال بن جاتی ہے۔ قرآن کریم میں والدین کے حقوق پوری صراحت کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت ابوالمظفر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے وطن "مرو" روانہ ہو گئے اور حضرت شیخ سعد بن علی زنجانی نے اپنے تمام مریدوں' خدمت گاروں اور عقیدت مندوں کے سامنے اس راز کو فاش کر دیا کہ بعض حالتوں میں والدین کا دیدار' مرشد کے دیدار سے افضل ہوتا ہے۔

سلسلہ چشتیہ کے عظیم و جلیل بزرگ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا قول ہے "ماں باپ کے چہرے کی طرف محبت سے دیکھنا بھی عبادت ہے"۔

بعض روایتوں کے مطابق حضرت شیخ سعد بن علی زنجانی کا انتقال 471ھ میں ہوا۔ اگر اس تاریخ کو درست مان لیا جائے تو حضرت سعد بن علی کا انتقال چوالیس سال کی عمر میں ہوا۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی 431ھ میں عالم فانی سے رخصت ہوئے اور حضرت شیخ سعد زنجانی آپ کے وصال کے بعد عالم اسباب میں ظاہر ہوئے۔ ہماری تحقیق کے مطابق حضرت شیخ سعد زنجانی نے تقریباً" ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی تھی۔ اس طرح آپ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے وصال سے بہت پہلے اس دنیا میں تشریف لا چکے تھے۔ یہ کتابت کا سہو ہے یا پھر تذکرہ نگاروں سے سن و سال کی تحقیق میں کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ بہرحال اس روایت کے بیان کرنے کا ایک ہی مقصد تھا کہ اہل دنیا پر ایک "ولی کامل" کی قوت کشف کو ظاہر کیا جا سکے۔

Marfat.com

معتبر روایتوں کے مطابق حضرت سید میراں حسین زنجانی نے چوالیس سال تک لاہور میں قیام فرمایا۔ اس نصف صدی میں آپ کے شب و روز کا ایک ایک لمحہ ذکر الٰہی اور تبلیغ اسلام میں بسر ہوا یہاں تک کہ آپ بیمار ہو کر بستر علالت پر دراز ہو گئے۔ مریدین اور معتقدین نے تیمارداری کا حق ادا کر دیا۔ دنیا میں ہر بیماری کی دوا موجود ہے مگر مرض الموت لاعلاج ہے۔ اسی آفاقی اصول کے مطابق حضرت سید میراں حسین سفر آخرت کی تیاری میں مصروف رہے۔ پھر آپ اس قدر نحیف و لاغر ہو گئے کہ سہارے کے بغیر آپ کے لئے بیٹھنا بھی دشوار ہو گیا۔

آخر ایک دن آپ کے سب سے بڑے عقیدت مند رام چندر (عبداللہ) نے عرض کیا ”شیخ میری عین خواہش ہے کہ غریب کدے پر تشریف لے چلیں“ عبداللہ نے یہ درخواست اس لئے کی تھی کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی لاہور تشریف لانے کے بعد زندگی بھر فرش خاک ہوئے۔ بس ایک چٹائی اور چادر آپ کا بستر ہوتا تھا۔ بڑھاپے اور بیماری میں سخت زمین انسانی جسم کو بہت اذیت پہنچاتی ہے اس خیال سے عبداللہ نے التجا کی کہ حضرت شیخ اس کے گھر منتقل ہو جائیں جہاں ہر قسم کی ظاہری آسائش میسر تھی۔

جواب میں حضرت سید میراں حسین نے ارشاد فرمایا ”عبداللہ اب اس سے کچھ حاصل نہیں ہو گا کہ میں دریائے راوی کے کنارے رہوں یا شہر میں۔ میرا بستر فرش خاک پر ہو یا حریر، اطلس و کمخواب کی نرم چادروں پر۔ مالک کا بلاوا آ گیا ہے بندے کو جانا ہی پڑے گا۔ انسان کو اول و آخر زیر زمین جانا ہے۔ سو یہی بہتر ہے کہ بستر خاکی پر میرا دم نکلے اور پھر میں اسی خاک میں ملا دیا جاؤں“۔

عبداللہ آپ کے قدموں سے لپٹ گیا اور گریہ و زاری کرنے لگا ”بس میرے غربت کدے کو یہ شرف بخش دیں کہ آپ وہاں تشریف لائے اور مکینوں کو یہ اعزاز عطا کر دیں کہ ان گنہ گاروں نے کچھ دن اللہ کے ایک دوست کی خدمت

Marfat.com

کی"۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی' عبداللہ کے جوش عقیدت اور شدت جذبات سے مجبور ہو کر اس کے گھر تشریف لے گئے جہاں دنیا کے سارے عیش و آرام میسر تھے۔ عبداللہ کے بیوی بچوں نے دن رات خدمت کی۔ لاہور اور قرب و جوار کے بڑے بڑے ویدوں کو بلایا گیا۔ طبیبوں نے اپنے اپنے نسخوں میں سریع الاثر دوائیں لکھیں۔ تریاق تجویز کئے مگر ایک وقت مقررہ پر ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر ذی روح کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ 19 شعبان 431ھ کو حضرت سید میراں حسین زنجانی بھی عالم خاکی سے عالم بالا کی طرف پرواز کر گئے۔ آخری لفظ جو آپ کی زبان سے ادا ہوا وہ "اللہ" تھا۔

بیشتر تذکرہ نگاروں کے مطابق حضرت سید میراں حسین زنجانی' حضرت شیخ ابوالفضل ختلی کے مرید تھے اور حضرت شیخ ہی کے حکم سے آپ نے زنجان کو خیرباد کہہ کر لاہور کو اپنا مستقل مسکن بنایا تھا۔ اس طرح شریعت و سنت کا عامل و عالم' عظیم صوفی بزرگ حضرت سید علی ہجویری (داتا گنج بخش) بھی حضرت سید ابوالفضل ختلی کے مرید تھے۔ جب سید علی ہجویری کی روحانی تربیت مکمل ہو گئی تو ایک دن حضرت شیخ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "سید علی! اب وقت آ گیا ہے کہ تم بھی سفر ہجرت اختیار کرو اور لاہور پہنچ کر بت خانہ ہند میں اذان دو"۔

حکم شیخ سن کر سید علی ہجویری نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "سیدی! وہاں تو میرے بھائی سید میراں حسین موجود ہیں" حضرت شیخ ابوالفضل نے فرمایا "وہ اپنے رازوں کو بہتر جانتا ہے مگر فی الوقت مشیت الٰہی یہی ہے کہ تم لاہور میں قیام کر کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراط مستقیم پر چلاؤ"۔

پھر جب سید علی ہجویری لاہور میں داخل ہوئے تو حضرت سید میراں حسین زنجانی کا جنازہ باغ زنجان کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ یہ وہی باغ تھا جہاں حضرت

Marfat.com

میراں حسین اکثر ذکر الٰہی کیا کرتے تھے لوگ زار و قطار رو رہے تھے اور شدت الم سے ان کا برا حال تھا۔

حضرت علی ہجویری نے لوگوں سے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے تو لوگوں نے جواب دیا یہ حضرت سید میراں حسین زنجانی ہیں۔ مبلغ اسلام اور اللہ کے دوست۔

اس انکشاف پر سید علی ہجویری حیران رہ گئے۔ اب آپ کو اندازہ ہوا کہ حکم شیخ میں کیا مصلحت پوشیدہ تھی۔ اپنے پیر بھائی حضرت سید میراں حسین کے وصال کی خبر سن کر حضرت سید علی ہجویری آبدیدہ ہو گئے اور نہایت رقت آمیز لہجے میں فرمایا "حسین بن علی سے مجھے نسبت خاص ہے۔ یہ میرے مرشد کی نشانی ہیں"

شرکائے جنازہ نے اس امر کو بڑے تعجب سے دیکھا مگر جاننے والے جانتے تھے کہ یہ کوئی اتفاق نہیں۔ قدرت کا ایک طے شدہ منصوبہ تھا جس میں نہ ایک لمحے کی عجلت ہو سکتی ہے نہ تاخیر۔ جیسے ہی معرفت کا ایک خورشید ضیابار غروب ہوا دوسرا طلوع ہو گیا۔

حضرت علی ہجویری نے حضرت میراں حسین کے جنازے کو کاندھا دیا پھر آپ نے ہی اپنے پیر بھائی کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت سید میراں حسین کا آخری دیدار کرتے ہوئے فرمایا "آپ نے اللہ کے لئے ہجرت کی۔ بت پرستوں کے جور و ستم برداشت کئے مگر اپنا راستہ نہیں بدلا۔ آپ اس دنیا سے بامراد و کامران گئے۔ اللہ آپ پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ پھر حضرت سید میراں حسین کو باغ زنجان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

Marfat.com

ارشادات عالیہ

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ روحانیت کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ تذکرہ نویسوں نے بزرگان دین کی کرامات قلم بند کرنے کی طرف تو خاص توجہ بلکہ ضرورت سے بھی زیادہ توجہ دی ہے مگر ان کی عملی زندگی اور ان کی تعلیمات کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دی۔ ظاہر ہے اس سے آنے والی نسلوں کو بہت نقصان پہنچا۔ یہی حادثہ حضرت میراں حسین زنجانی کے ساتھ پیش آیا۔ انکے تذکرہ نویسوں نے بھی ان کے افکار و نظریات کو محفوظ نہیں کیا البتہ ان کے بعض اقوال محفوظ ضرور ہو گئے ہیں جن سے حضرت موصوف کے نظریات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ گو کہ یہ کافی نہیں مگر جو کچھ ہیں وہ ہمارے لئے نعمت غیر مرقبہ سے کم نہیں۔ ذیل میں ان کے اقوال درج کئے جاتے ہیں۔

1. ایمان کی بنیاد دل کی تصدیق زبان کا اقرار تن کا عمل اور سنت کی متابعت ہے۔ ایسا ایمان محکم اور محفوظ ہوتا ہے۔

2. دنیا ایک دریا ہے اس کا ایک کنارا آخرت ہے اور تقویٰ کشتی ہے۔ اس کے بغیر دریا کو پار کرنا بڑا مشکل ہے۔

3. قرآن پاک پر عمل کرنا اور دنیا سے رغبت ہونا تبلیغ دین کا سب سے بڑا اور پہلا اصول ہے۔

4. ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کفر سے اجتناب کرے۔

5. انسان کو ایسی دولت جمع کرنی چاہیے جو مرتے وقت اس کے ساتھ جا سکے۔

6. جو شخص جوانی میں فرمان خداوندی کو ضائع کرتا ہے خدا اسے بڑھاپے میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔

Marfat.com

7. جس انسان کی زبان میں نرمی ہو اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوتا ہے۔
8. جہان کی ساری خوشیاں ان کو نصیب ہوتی ہیں جو اپنے رب کے حکم پر قائم رہتے ہیں۔
9. عورت جزو ایمان ہے۔
10. سکوت سے رہنا اچھا صدق اور ناپسندیدہ باتوں سے کنارہ کرنا ایمان میں داخل ہے۔
11. بے ادب تہی دست اور بے مراد ہوتا ہے۔
12. بے کار باتوں کے لئے زبان اس وقت آمادہ ہوتی ہے جب قوت عمل اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جائے۔ عشق الٰہی بیکار باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ عشق کی فطرت تسلیم و رضا ہے۔
13. جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے۔ اس پر وہ بچہ روتا اور چیختا ہے لیکن نیک صفت پاک باز اولیاء، صدیق و شہداء، اور آئمہ اطہار صفت یگان کو شیطان مس نہیں کرتا۔
14. بے علم فقیر یعنی درویش کافر کے برابر ہے۔
15. اصل درویش وہ ہے جو اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کی حاجت روائی کرے۔
16. بھنگی اور شرابی کو حضور ﷺ کا دیدار نصیب نہ ہو گا۔
17. کامل ولی کی نشانی یہ ہے کہ اسے قرب الٰہی حاصل ہو، اس کا باطن نور سے معمور ہو اور وہ شوق میں مسرور ہو۔
18. اہل بدعت اور بے نمازیوں کا ذکر و فکر قبول نہیں ہوتا۔
19. صاحب ہدایت جو کچھ اپنے مشاہدے میں دیکھتا ہے وہ معراج ہے اور صاحب بدعت جو کچھ دیکھتا ہے وہ سراسر گمراہی ہے۔
20. ایک سچے عالم دین کی تباہی جہان کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔

Marfat.com

21. خداوند کا نام سن کر جل جلالہ کہنا چاہیے۔

22. حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام سن کر درود بھیجنا چاہیے۔

23. وہ شخص جو آفت میں مبتلا ہو، جس کا مال ضائع ہو گیا ہو، اس کو بقدر ضرورت سوال کرنا جائز ہے۔

24. وہ شخص جس کو فاقہ درپیش ہو اور اس کی قوم کے تین عقل مند آدمی اس کے فاقہ کی تصدیق کر دیں تو اس کو سوال کرنا جائز ہے۔

25. آپ نے بوساطت امام جعفر صادق فرمایا کہ جو شخص شدید حاجت کے بغیر سوال کرے وہ گویا شراب پیتا ہے۔

26. جس قوم میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو اس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے اور دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہو جاتی ہے۔

27. محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہو رہی ہے۔

28. کاہل اور فاقہ مست لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

29. بے حیائی اور فحاشی کو ترقی ہو رہی ہے۔

30. مفت خوری کی وجہ سے معاشرے میں آوارگی اور بداطواری پھیلتی ہے۔

(مندرجہ ذیل اقوال ملفوظات قاسمیہ از سید محمد قاسم زنجانی سے لئے گئے ہیں جو اصل فارسی میں ہے اور ان کا ترجمہ کیا گیا ہے)

Marfat.com

حضرت میراں حسین زنجانی (رحمتہ اللہ علیہ) حضرت داتا گنج بخش (رحمتہ اللہ علیہ) کے پیش رو ہیں

حضرت میراں حسین زنجانی اور حضرت داتا گنج بخش ایک ہی مرشد کامل حضرت شیخ ابوالفضل ختلی کے مرید و خلیفہ ہونے کی حیثیت سے آپس میں پیر بھائی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت میراں حسین مرشد کامل کے حکم سے تبلیغ اسلام کے لئے لاہور آئے جب کہ اہل ہند کفر و شرک کی مضبوط زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، ظلم و تشدد کا دور دورہ تھا۔ لوگ توحید کے پیغام اور انسانیت کے حقیقی مقاصد سے ناواقف تھے۔ ان کے مذہبی عقائد میں بتوں کو سجدہ کرنا اور دیوی دیوتاؤں کو انسانی خون کی قربانی دے کے خوش کرنا مذہبی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں حضرت میراں حسین زنجانی نے سب سے پہلے لاہور میں آکر پیغام ایمان اور روحانی فیوض و برکات سے ضلالت و گمراہی اور جہالت کی گھنگور گھٹاؤں کو دور کیا۔ دلوں کے سومنات کو ایمان کی ضرب سے توڑ کر تشنگان حقیقت کو جام توحید پلایا بلکہ مے خانہ توحید کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ آپ کی تبلیغی کوششوں سے آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے اولیاء کی نسبت بہت کم لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن تبلیغ اسلام کی جو بنیاد آپ نے رکھی اس پر آپ کے بھائی حضرت یعقوب زنجانی، آپ کے ہم عصر حضرت، اسماعیل بخاری اور آپ کے بعد آپ کے پیر بھائی حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے تبلیغ

Marfat.com

اسلام کا عالیشان محل تعمیر کیا۔

حضرت داتا گنج بخش کو اپنے مرشد کی طرف سے لاہور آنے کا حکم ہوا تو آپ نے مرشد سے عرض کیا کہ حضرت وہاں میرے بڑے بھائی حضرت میراں حسین موجود ہیں لیکن مرشد کامل سے حکم ہوا کہ اے علی! تم وہاں ضرور جاؤ۔ آپ مرشد کے حکم کی تعمیل میں لاہور روانہ ہو گئے۔ جب لاہور پہنچے تو رات ہو چکی تھی اس لئے رات شہر کے باہر گزاری۔ جب صبح شہر میں داخل ہوئے تو اتنے میں ایک جنازہ دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کہ قطب الاقطاب حضرت حسین زنجانی کا جنازہ ہے۔ نماز جنازہ اور تدفین کی رسومات میں حصہ لیا پھر دعا کی کہ یاالٰہی مجھ سے بھی وہ کام لے جس کو میرے پیر بھائی حضرت شیخ حسین زنجانی نے آخر دم تک انجام دیا ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخش مرشد کے حکم سے لاہور آئے اور یہاں آکر تبلیغ اسلام اور روحانی فیض کے اسی سلسلے کو جاری رکھا جس کی بنیاد حضرت سید میراں حسین نے رکھی تھی۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت میراں حسین حضرت داتا گنج بخش کے پیش رو ہیں۔

خواجہ صاحب کی روضہ مبارک پر حاضری

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ ان نامور اور اکابر اولیاء میں سے ہیں جن پر زمانہ ہمیشہ فخر کرتا رہے گا۔ آپ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں اور آپ ہی کی کوششوں سے ہندوستان میں اسلام پھیلا۔

آپ 536ھ میں سیستان کے قصبہ سنجر میں پیدا ہوئے اس لئے آپ کو سنجری بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت علی ابن طالبؓ سے جا ملتا ہے۔ بارہ برس کی عمر میں والد کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ ترکہ میں ایک باغ اور چکی ملی۔ اسی کو روزی کا ذریعہ بنایا۔

Marfat.com

اس اثنا میں ابراہیم قلندر نامی ایک مجذوب سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کھلی کا ایک ٹکڑا دانتوں سے چبا کر آپ کو کھلایا جس کی تاثیر سے زندگی ہی بدل گئی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر طلب خدا میں چل پڑے۔ سمرقند پہنچے کلام پاک حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔

سمرقند سے عراق کا رخ کیا اور نیشاپور کی حدود میں ایک قصبہ ہارون سے گزر ہوا جہاں اس زمانہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی سکونت پذیر تھے۔ خواجہ صاحب نے ان کے دست حق پر بیعت کی۔ پیرومرشد نے کلاہ چار ترکی اور گلیم خاص مرحمت فرمایا۔ ان کی صحبت میں رہ کر خواجہ صاحب نے چند دنوں میں اپنے قلب کو منور کیا۔

خواجہ صاحب ڈھائی سال تک پیرومرشد کی خدمت میں رہے اور بہت ریاضت و مجاہدہ کیا۔ بعض بیانات کے مطابق آپ نے بیس سال تک مرشد کی خدمت کی اور انہی کے ساتھ سیاحت بھی کی۔ سفر میں مرشد کا بستر اور دوسری اشیاء اٹھائے پھرتے۔

خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ آپ سیوستان بھی گئے۔ پھر خواجہ صاحب بہاؤالدین اوشی سے شرف ملاقات بھی حاصل کیا۔ مرشد کے ہمراہ خواجہ صاحب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے جہاں پیرومرشد نے ان کے لئے دعا کی۔ مدینہ منورہ میں ہی خواجہ صاحب کو ہندوستان جانے کا حکم ہوا۔

مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد خواجہ صاحب بغداد آئے پھر سنجان پہنچ کر شیخ نجم الدین کی خدمت میں ڈھائی سال گزارے پھر حضور غوث الاعظم میراں محی الدین شیخ سید عبدالقادر جیلانی سے شرف نیاز حاصل کیا اور انہی کے ہمراہ بغداد آئے جہاں شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ ضیاء الدین کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ یہیں پر اوحدالدین کرمانی سے ملاقات کی اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

Marfat.com

آپ بغداد سے ہمدان تشریف لے آئے اور خواجہ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی پھر تبریز پہنچے اور شیخ جلال الدین تبریزی کے پیرو مرشد ابو سعید تبریزی کی زیارت کی اور ان کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ وہاں سے اصفہان آئے اور شیخ محمود اصفہانی سے کسب فیض کیا۔ بعد ازاں ہندوستان کا رخ کیا۔

جب خواجہ صاحب ہندوستان تشریف لائے تو حضرت شیخ علی ہجویری وصال فرما چکے تھے۔ لاہور پہنچ کر خواجہ صاحب شیخ علی ہجویری کے روضہ مبارک کے ساتھ ایک کوٹھڑی میں چالیس دن تک معتکف رہے۔ آپ کی چلہ گاہ مزار کی پائنتی کی جانب موجود ہے۔

خواجہ صاحب حضرت علی ہجویری کے مزار پر چلہ کشی کے بعد حضرت میراں حسین زنجانی کے دربار عالیہ میں بھی حاضر ہوئے اور روضہ مبارک کے برابر ایک جگہ تین دن کا اعتکاف کیا اور آپ کی اس جائے اعتکاف کو چلہ گاہ کے نام سے منسوب کیا گیا جو مزار مبارک کی پائنتی جانب مرجع خلائق ہے۔

لاہور میں کچھ عرصہ ٹھہرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب ملتان تشریف لے گئے وہاں پانچ سال تک سنسکرت اور پراکرات زبانیں سیکھیں۔ پھر دہلی جاتے ہوئے اجمیر شریف گئے اور 10 محرم 561ھ کو اجمیر شریف پہنچے۔

اس زمانے میں چوہان خاندان کا مشہور راجہ رائے پتھورائے اجمیر اور دہلی کا حکمران تھا۔ رائے پتھورائے تاریخ میں پرتھوی راج کے نام سے مشہور ہے۔

راجہ کے آدمیوں نے خواجہ صاحب کے قیام میں بڑی مزاحمت کی۔ خود راجہ بھی خواجہ صاحب سے اچھی طرح پیش نہ آیا لیکن بالاخر خواجہ صاحب کی تعلیمات سے وہ لوگ متاثر ہونے لگے۔ راجہ کے کئی ملازم خواجہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ اس طرح اجمیر سے اسلام کی کرنیں پھوٹ کر سارے ہندوستان میں پھیلیں۔

خواجہ صاحب نے 6 رجب المرجب 632ھ میں وفات پائی۔ سیر العارفین کے

Marfat.com

بیان کے مطابق آپ کی عمر مبارک 97 برس تھی

چلہ مبارک حضرت خواجہ معین الدین کی حقیقت

دربار حضرت سید میراں حسین کے جنوب مشرقی کونے میں چلہ مبارک حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہے جس کے بارے میں تاریخیں خاموش ہیں کہ کیا یہاں خواجہ صاحب نے چلہ کیا ہے کہ نہیں۔ لیکن اکثر کتب میں ایک دو سطور ایسی ملتی ہیں جن میں حضرت خواجہ صاحب اور حضرت میراں حسین کی ملاقات کا ذکر ملتا ہے جن سے حضرت کے عہد کے تعین کے بارے میں الجھن پیدا ہوتی ہے۔ بندہ فقیر کی معلومات کے مطابق حضرت خواجہ صاحب حضرت میراں حسین زنجانی کی حیات میں تشریف نہیں لائے بلکہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور تین دن تک اس جگہ معتکف رہے جسے چلہ گاہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے اور اسی دوران حضرت خواجہ صاحب سے روحانی طور پر آپ سے ملاقات ہوئی اور اسی عالم روحانیت میں راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ جب خواجہ صاحب اجمیر چلے گئے تو آپ نے کسی قریبی دوست سے لاہور میں حضرت میراں حسین سے باطنی ملاقات کا ذکر کیا جو بعد میں روایت در روایت بنتے ہوئے مورخین کی تحریروں میں ظاہری ملاقات بن گئی۔ اہل نظر حضرت میراں حسین سے یہ بات پوچھ سکتے ہیں تو انہیں یہی حقیقت نظر آئے گی جو بندہ نے درج کردی ہے۔

Marfat.com

تعلیمات کی تشریح

بزرگان دین کی تعلیمات کتاب اللہ اور ارشات نبی کریم ﷺ پر مبنی ہوتی ہیں۔ تصوف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے بھی اسی تعلیم پر زیادہ زور دیا ہے اور اس کی اشاعت و تبلیغ کی جو کتاب و سنت کے مطابق ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کی مفصل تعلیمات کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے لیکن آپ کی تعلیمات کا ایک نہایت ہی مختصر خاکہ آپ کے ان ارشادات عالیہ پر مشتمل ہے جو قبل ازیں درج کر دئے گئے ہیں۔ یہاں پر ان کی وضاحت کی جاتی ہے۔

استقامت ایمان:

حضرت کی تعلیمات میں ایمان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ایمان کی بنیاد دل کی تصدیق' زبان کا اقرار' تن کا عمل اور سنت کی متابعت ہے۔ ایسا ایمان محکم اور محفوظ ہوتا ہے۔ اس قول کی روشنی میں اگر ہم اپنے عمل کو دیکھیں کہ ہمارا ایمان کتنا محکم ہے تو ہمارے ایمان کی کمزوری کھل کر سامنے آجاتی ہے کیونکہ اکثر برائیاں ایمان کی کمزوری کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں اور یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ ' ملائکہ ' آخرت اور قرآن پاک سے غافل رہنے کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہیے کہ میراں حسین زنجانی نے اس قول پر عمل کر کے اپنے ایمان کو پختہ اور محکم بنائیں۔

تقویٰ کی تلقین

Marfat.com

حضرت کا یہ قول کہ دنیا ایک دریا ہے اور اس دریا کا کنارا آخرت ہے اور تقویٰ کشتی ہے۔ اس کے بغیر دنیا کے اس دریا کو عبور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ قول دوسرے بزرگان دین کی تعلیمات میں بھی عام ملتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے مخصوص بندوں کے گروہ میں شامل ہونے کے لئے تقویٰ کا سہارا لینا کتنا ضروری ہے کیونکہ بزرگان دین کی زندگی میں آزمائش کے بے شمار مواقع آتے ہیں جن میں ثابت قدم رہنے کے لئے تقویٰ کے بغیر کوئی اور سہارا نہیں ملتا اور تقویٰ اللہ کی ذات پر پختہ ایمان اور یقین کامل کی نشانیوں میں سے ہے۔

حضرت کے اس قول کے مطابق ایک مسلمان کی زندگی میں تقویٰ کی بے پناہ دولت ہونی چاہیے تاکہ کوئی بھی غیر مسلم مسلمانوں کو نیچا نہ دکھا سکے۔ مگر مسلم کی زندگی تقویٰ سے خالی ہے۔ اس کمی کی وجہ سے انسان نفسانفسی اور افراتفری کا شکار ہو جاتا ہے۔

جہاں تقویٰ ہوتا ہے وہاں سکون کی دولت میسر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی دنیا کے ستائے ہوئے دکھی انسانوں کو بزرگان دین کے مزارات پر سکون ملتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت ہم مزارات پر کھنچے چلے آتے ہیں۔

تبلیغ دین کا بنیادی اصول

آپ کا یہ قول کہ قرآن پر عمل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا تبلیغ دین کا سب سے بڑا اصول ہے' سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی صراط مستقیم پر استوار کرنے کے لئے قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔

بزرگان دین کو جو روحانی اہمیت' عظمت' بزرگی اور دائمی شہرت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر مسلمان کا یہ فرض عین ہے کہ وہ اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کو قرآن کے سانچے میں ڈھالے جس طرح ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ' صحابہ کرام اور بزرگان دین کی مثالیں موجود ہیں۔

Marfat.com

کفر سے اجتناب

آپ کا یہ قول کہ "مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کفر سے اجتناب کرے"۔ اس قول کی روشنی کے تحت مسلمان کو ایسے عمل نہیں کرنے چاہییں جو کافروں کے اعمال ہیں لیکن ہم بے شمار ایسے عمل کرتے ہیں جو کافروں کے ہیں۔ چنانچہ ایک سچا عاشق رسول اور مسلمان بننے کے لئے کافرانہ اعمال سے بچنا چاہیے۔ اگر ہمارے اعمال مسلمانوں والے نہیں ہوں گے تو ہم صرف نام کے مسلمان ہوں گے۔

بہترین دولت

حضرت کا پانچواں قول یہ ہے کہ انسان کو ایسی دولت جمع کرنی چاہیے جو مرتے وقت ساتھ جا سکے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسی کون سی دولت ہے جو مرنے کے بعد انسان کے کام آئے گی' تو وہ دولت' دولت ایمانی ہے جو نیک اعمال اور خدمت انسانیت سے حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ہم ایسی دولت جمع کرتے ہیں جو دنیا میں تو کام آتی ہے مگر آخرت میں نہیں۔ دنیاوی دولت کے حصول کو ہم آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور دنیوی دولت کے حصول کے لئے ہم نے دن رات ایک کر رکھا ہے اور ناجائز حربے استعمال کرتے ہیں جن سے آخرت کی دولت ضائع ہوتی ہے۔

جوانی کا عمل

آپ نے فرمایا کہ جو شخص جوانی میں فرمان خداوندی کو ضائع کر دیتا ہے خدا اسے بڑھاپے میں ذلیل و خوار کرتا ہے۔ آپ کا یہ قول آج بھی بالکل تازہ اور سچا معلوم ہوتا ہے۔ جوانی کی عمر وہ ہے جب کہ دنیا کی تمام خوشیاں اور لذتیں انسان کو دعوت شوق دیتی ہیں۔ انسان کی عقل بھی اپنی حد پرواز تک پہنچ چکی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ شعور بیدار ہو چکا ہوتا ہے اور وہ اپنا نفع نقصان اچھی طرح سوچ سکتا ہے۔ جو شخص جوانی میں یاد خدا کی طرف لگ جائے تو وہ کیمیا بن جاتا ہے۔ اگر خدا کے صراط مستقیم کو چھوڑ دے گا تو اللہ کی رحمت سے دور ہو جائے گا اور اللہ کی رحمت سے دوری انسان کی ذلت کا سبب بنتی ہے۔ جو جوانی میں شریعت کی حدود سے تجاوز کر کے عیش و عشرت کرتے ہیں اور دامن کو گناہ کی آلودگیوں سے ہم کنار کرتے ہیں' اللہ کے باغی اور نافرمان بنتے ہیں۔ اللہ ان کے نام ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ جو جوانی میں اللہ کے قانون کو اپناتے ہیں تو اللہ ان کے نام اس طرح زندہ کر دیتا ہے کہ جس طرح کئی سو سال گزرنے کے بعد بھی آج حضرت سید میراں حسین کا نام زندہ ہے۔

آداب گفتگو

آپ کا یہ قول کہ جس انسان کی زبان میں نرمی ہو اس کے دل میں محبت کا مادہ ضرور ہوتا ہے۔ آج بھی حرف آخر کی طرح حقیقت پر مبنی ہے۔ جن کی باتوں میں پیار اور محبت ہو وہ لوگوں سے نرم لہجے میں بات کرتے ہیں تو لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اصول صالح اخلاق کا آئینہ دار ہے لیکن اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ آج ہم اسلامی آداب گفتگو کو ایک طرف رکھ کر گفتگو میں نرمی سے کام نہیں لیتے۔ مالک نوکر کے ساتھ' افسر ماتحت کے ساتھ' حاکم رعایا کے ساتھ' اولاد ماں باپ کے ساتھ' بڑے چھوٹے کے ساتھ' استاد طلباء کے ساتھ حتیٰ کہ زندگی کے جس شعبے کو لیں اس میں ہماری گفتگو میں وہ نرمی اور لطافت نہیں ہوتی جو اسلامی اخلاق کا حصہ ہے۔

عورت کا مقام

حضرت میراں حسین زنجانی کا یہ کہہ دینا کہ عورت جزو ایمان ہے' کتنی تلخ حقیقت پر مبنی ہے۔ اگرچہ ایمان کامل کی شرائط میں یہ نہیں ہے کہ عورت ضرور

Marfat.com

مرد کی ساتھی ہو لیکن اس سے انکار بھی نہیں ہو سکتا کہ جب انسان کے ذہن پر عورت کا بھوت سوار ہوتا ہے تو وہ اپنے ایمان کا بھی سودا کر ڈالتا ہے اور عورت کی محبت اور جنسی خواہشات کی تشفی کے لئے زنا اور نہ جانے کتنی بڑی سے بڑی برائی کر گزرتا ہے اور ایمانی دولت کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے تو وہ بہت دور نکل چکا ہوتا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر آپ کے مندرجہ بالا قول کی تائید ہوتی ہے۔ اگر وقت پر انسان عورت کو زندگی کا ساتھی بنا لے تو وہ بے شمار برائیوں سے بچ سکتا ہے اور برائیوں سے بچنا ایمان محکم کی علامت ہے۔

دیر سے شادی کرانے کا رجحان ایسا ہے کہ جس کی بنا پر انسان بے شمار گناہوں کو اپنے سر پر ڈال لیتا ہے اور یہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے قول کے منافی ہے۔

اطاعت خداوندی

پھر آپ کا ایک قول یہ ہے کہ جہان کی سب خوشیاں ان کو نصیب ہوتی ہیں جو اپنے رب کے ہر حکم پر قائم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کے سبب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بے شمار انعام و اکرام سے نوازتا ہے اور ان کو وہ مسرت حاصل ہوتی ہے جو دائمی ہوتی ہے اور صدیوں لوگ ان کو یاد کرتے ہیں۔

فضول باتوں سے بچنا

آپ نے فرمایا کہ سکون سے رہنا اچھا صدق اور ناپسندیدہ باتوں سے کنارہ کرنا ایمان میں داخل ہے۔ یہ قول بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ فضول باتیں کرنے سے انسان بے شمار گناہ بے لذت مول لے لیتا ہے اور انسان کو پتا بھی نہیں چلتا اور وہ گناہوں سے بھاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

Marfat.com

ایک سنہری اصول

آپ کا یہ قول کہ بے ادب بے مراد اور با ادب بامراد ہوتا ہے۔ اس قول سے ہمیں آداب زندگی کا درس ملتا ہے۔ اس مادی دور میں آداب زندگی کو قطعاً ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ چھوٹے بڑوں کا ادب و احترام نہیں کرتے بلکہ زندگی کے جس شعبے کو بھی دیکھیں اسلامی آداب سے خالی نظر آتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارا اخلاقی معیار دن بدن گرتا چلا جارہا ہے۔

عشق الٰہی

آپ نے فرمایا بیکار باتوں کے لئے زبان اس وقت آمادہ ہوتی ہے جب قوت عمل اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے۔ عشق الٰہی بیکار باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ عشق کی فطرت تسلیم و رضا ہے۔ اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ عشق الٰہی ایک ایسی لگن ہے جس میں انسان اتنا محو ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس بیکار باتوں میں حصہ لینے کے لئے وقت ہی نہیں ہوتا۔ عشق میں چونکہ اطاعت ہے اس لئے جب تک عشق کا غلبہ رہے گا اس وقت تک دنیا داری کی بیکار باتیں قریب نہیں آتیں البتہ عشق الٰہی کا صادق ہونا ضروری ہے۔

پیدائشی ولی کی علامت

آپ نے فرمایا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کو مس کرتا ہے اس پر وہ بچہ روتا ہے اور چیختا ہے لیکن نیک صفت' پاکباز اولیاء' صدیق' شہداء' انبیا اور آئمہ اطہار صفت بچگان کو شیطان مس نہیں کرتا۔

مطلب یہ کہ جو لوگ پیدائشی طور پر اللہ کے نیک بندے ہوتے ہیں ان کو شیطان اگر نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرے تو اللہ کی رحمت انہیں شیطانی حملوں سے بچاتی ہے۔

Marfat.com

فقر اور علم

آپ نے فرمایا کہ بے علم فقیر یعنی درویش کافر کے برابر ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شخص جو اللہ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے اور روحانی منازل کو طے کرنا چاہے یعنی اللہ کا فقیر بننا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے علم شریعت حاصل کرے۔ اس قول سے صراحتاً" اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ فقیری کے لئے علم دین کا سیکھنا لازم و ملزوم ہے مگر آجکل دیکھنے میں آتا ہے کہ بزرگان دین کے عرسوں پر جو فقیر آتے ہیں ان کی ظاہری کیفیت عجیب و غریب ہوتی ہے کیونکہ اگر ان سے دین کی کوئی بات پوچھی جائے تو وہ کہتے ہیں کسی عالم یا مولوی سے جاکر مسئلہ پوچھو جس سے ان کی بناوٹی فقیری کا پول کھل کر سامنے آجاتا ہے مگر سادہ لوح عوام ان کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں۔ عوام کو یہ جاننا چاہیے کہ فقیر کامل کو پرکھنے کے لئے ضروری ہے کہ فقیر اور درویش صاحب علم اور عمل ہوں۔ ہو سکتا ہے اسی بنا پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ بے علم فقیر کافر کے برابر ہے۔ یعنی جب فقیر صاحب علم نہیں ہوگا تو ہو سکتا ہے اس سے ایسا فعل سرزد ہو جائے جو اس کو کفر تک لے جائے۔ چنانچہ صراط مستقیم پر چلنے کے لئے صاحب علم بننا بہت ضروری ہے۔

حاجت روائی

اس کے بعد آپ کا یہ قول درج ہے کہ اصل درویش وہ ہے جو اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کی حاجت روائی کرے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ درویش کے پاس اگر کوئی مشکل کشائی کے لئے آئے تو اپنی استطاعت کے مطابق اس کی حاجت روائی کی کوشش کرے۔ اللہ کا بندہ پہچانا بھی اسی سے جاتا ہے کہ اس میں لوگوں کی تکلیف اور رنج و الم میں شریک ہونے کا احساس دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

شراب کی ممانعت

حضرت نے فرمایا کہ بھنگی اور شرابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نہیں ہو گا۔ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ رسول پاک کا دیدار اس شخص کو ہو گا جو آپ کے احکامات کی پابندی کرے گا اور آپ کی ذات گرامی سے والہانہ محبت کرے گا۔ نشہ کرنا اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

بے حیائی اور فحاشی

آپ نے فرمایا کہ بے حیائی اور فحاشی ترقی پر ہیں۔ بے حیائی اور فحاشی کا ترقی پر ہونا انسانیت کے لئے زہر قاتل ہیں کیونکہ یہ دونوں ان برائیوں کو جنم دیتی ہیں کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

کامل ولی کی نشانی

کامل ولی کی نشانی یہ ہے کہ اسے قرب الٰہی ہو اور اس کا باطن نور سے معمور ہو اور شوق میں مسرور ہو۔ آپ کا یہ قول اللہ کے خاص بندوں کے بارے میں ہے کیونکہ کسی کے باطن اور روحانی رویئے کو اہل باطن اور صاحب روحانیت ہی دیکھ سکتا ہے اور ولی ہی ولی کی پہچان کرتا ہے۔

بدعت کی ممانعت

پھر آپ کا یہ قول ہے کہ اہل بدعت اور بے نمازیوں کا ذکر و فکر قبول نہیں ہوتا۔ بدعت ایک ایسا لفظ ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اشغال و اعمال جو دین اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف ہو بدعت کہلاتے ہیں۔ بزرگان دین نے دو طرح کے لوگوں میں اپنے مشن کی تبلیغ کی۔ کچھ بزرگان دین ایسے ہیں جنہوں نے سفر اختیار کر کے غیر علاقوں میں جا کے تبلیغ کی اور غیر مسلموں کو مشرف بہ

Marfat.com

اسلام کیا پھر کچھ بزرگان دین ایسے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے اعمال کی اصلاح کی اور ان میں جو غیر اسلامی رسومات جاری تھیں جو اسلام اور انسانیت کے مفاد کے خلاف تھیں ان کو ختم کرنے کی جدوجہد کی جس طرح حضرت مجدد الف ثانی نے کیا۔ آج دنیا کے جن علاقوں میں اسلام ہے اور لوگ مسلمان ہیں' ان میں بے شمار برائیاں اور بری رسومات پیدا ہو چکی ہیں۔ اگر آج یہ بزرگ ہماری طرح زندہ ہوں تو ضرور معاشرے کی برائیوں اور دین میں بدعات کے خلاف جہاد کریں۔ مگر اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر بدعات کی طرف زیادہ راغب کون ہوتا ہے۔ ان میں ایسے حضرات کی اکثریت ہے جو لاعلمی سے بدعات میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر بزرگان دین کے عرس مبارک کے مواقع پر ناچ گانے' راگ رنگ' ڈھول ڈھمکا اور خدا جانے کیا کیا انسان کر جاتا ہے۔ یہ سب ان بزرگان دین کی تعلیمات کے خلاف ہے اور ہم بجائے ثواب کے گناہ میں آلودہ ہو کر گنہگار ہو جاتے ہیں۔ اسی بدعت کے بارے میں آپ کا ایک قول درج ہے کہ صاحب ہدایت جو کچھ اپنے مشاہدے میں دیکھتا ہے وہ معراج ہے اور صاحب بدعت جو کچھ دیکھتا ہے وہ سراسر گمراہی ہے۔

مفت خوری

آپ نے فرمایا کہ مفت خوری کی وجہ سے معاشرے میں آوارگی و بداطواری پھیلتی ہے۔ گویا مفت خوری ایک ایسی لعنت ہے جس سے آوارگی پیدا ہوتی ہے اور جب آوارگی ہو گی تو انسان اپنے فرائض احسن طریقے سے انجام نہیں دے گا اور دین و دنیا میں غفلت کا شکار ہو کر اپنی عاقبت تباہ کر لے گا۔ لہٰذا انسان کو مفت خور نہیں بننا چاہیے ورنہ مفت خوری سے وہ اپنے پیروں پر خود ہی کلہاڑی مارے گا اور اعلیٰ صلاحیتیں برباد کر دے گا۔

سچے عالم دین کا مقام

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ ایک سچے عالم دین کی تباہی جہاں کی تباہی کا باعث بنتی ہیں۔ سچے علماء دین اللہ کے نیک اور پیارے بندے ہوتے ہیں۔ اللہ کے ولی اللہ ہوتے ہیں۔ سچے عالم دین کو اگر دنیا والے تباہ و برباد کر دیں تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور دنیا والوں کو جو اس کی تباہی کا باعث بنتے ہیں' نیست و نابود کر دیتا ہے۔ چنانچہ عالم دین کی عزت کرنی چاہیے۔

اللہ کے نام کی عظمت

آپ نے فرمایا کہ اللہ کا نام سن کر جل جلالہ کہنا چاہیے۔ اس قول پر ہمیں عمل کرنا چاہیے کیونکہ لفظ اللہ سننے پر جل جلالہ کہنے سے انسان کی رغبت اللہ کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور ایسا کرنے سے انسان اللہ کی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔

درود پڑھنے کی تاکید

آپ نے فرمایا رسول اکرم ﷺ کا نام سن کر درود بھیجنا چاہیے۔ اکثر بزرگان اور صوفیا عظام اپنے تعلیمات میں درود پاک پڑھنے پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں کیونکہ اس کی فضیلت کسی بیان کی محتاج نہیں۔ قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب پر درود بھیجتا ہے۔ لہٰذا درود پاک کا ورد کرنے سے بڑھ کر اور کون سا کام ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت میراں حسین زنجانی نے بھی اپنی تعلیمات میں فرمایا کہ اللہ کے خاص اور نیک بندے بھی اپنے رسول کا نام لیں تو اس وقت درود بھیجیں۔ جتنا درود پاک کا ورد زیادہ ہو گا اتنا ہی رسول پاک ﷺ کی قربت زیادہ حاصل ہو گی اور جسے پیارے حبیب کی قربت حاصل ہو جائے اسے اور کیا چاہیے۔

دوسروں سے مدد طلب کرنا

Marfat.com

آپ نے فرمایا کہ جو شخص سخت مصیبت میں مبتلا ہو' جس کا مال ضائع ہو گیا ہو اس کو بقدر ضرورت سوال کرنا حلال ہے۔ یہ قول حاجت مندی کے تحت دوسروں سے سوال کرنے پر روشنی ڈالتا ہے۔ آفت میں مبتلا ہونے سے یہ مراد ہے کہ انسان ایسی مصیبت' دکھ درد' تکلیف یا بیماری سے دوچار ہو یا جسم کمزوری کی وجہ سے لاغر ہو اور ان اسباب کی بنا پر اپنی روزی کمانے سے عاجز ہو یا کسی وجہ سے انسان کا مال و متاع یا اسباب روزگار ضائع ہو گئے ہوں تو اس وقت دوسروں سے اپنی حاجت مندی اور مدد کے لئے سوال کر لینا جائز ہے لیکن جب یہ وجوہات رفع ہو جائیں یا انسان کو روزی کمانے کے اسباب میسر ہوں تو گدائی کرنا یا مانگنا جائز نہیں اور گدائی کو بحیثیت پیشہ اختیار کرنا اسلام میں منع ہے۔

فاقہ میں سوال کرنا

آپ نے فرمایا جس شخص کو فاقہ درپیش ہو اور اس کی قوم کے تین عقلمند آدمی اس کے فاقہ کی تصدیق کر دیں تو اس کو سوال کرنا جائز ہے۔ آپ کے اس قول کے مطابق پیٹ کے لئے صرف اس وقت سوال کرنا جائز ہے جب انسان کو فاقہ درپیش ہو اور فاقہ کشی کو دور کرنے کے اسباب اور وسائل میسر نہ ہوں لیکن اللہ کے فقیر ایسی حالت میں بھی صرف اللہ سے سوال کرتے ہیں اور کسی دنیا دار کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

حاجت کے بغیر سوال کی حقیقت

آپ نے بوساطت حضرت امام جعفر صادق فرمایا کہ جو شخص شدید حاجت کے بغیر سوال کرے وہ گویا شراب پیتا ہے۔ ضرورت کے بغیر سوال کرنے والے کو آپ نے شرابی سے مشابہت دی ہے اور شراب چونکہ حرام ہوتی ہے اس لئے گدائی کا اسلام میں کسی طرح بھی جواز نہیں ہے۔

Marfat.com

بھیک مانگنے کی ممانعت

پھر آپ کا قول ہے کہ قوم میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو تو اس میں بہت سی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ قوم کی دولت روز بروز گھٹتی ہے اور دولت کے ساتھ قوت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اس ارشاد گرامی میں معاشرے کی تعمیر کا ایک سنہری اصول بیان کیا گیا ہے کہ جس قوم میں بھیک مانگنے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائے وہ معاشرے پر بوجھ بن جاتے ہیں اور معاشرتی خرابیوں کا سبب بنتے ہیں اور معاشرتی برائیوں کی بہتات پوری قوم پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بیکاری قومی دولت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جو قوم کے لئے ذلت اور رسوائی کا باعث ہے۔

محنت کی تلقین

آپ نے فرمایا کہ محنت کی عادت روز بروز زوال پذیر ہو رہی ہے۔ یہ قول آج بھی تازہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ جوں جوں زمانہ قیامت کے قریب ہو رہا ہے انسان میں محنت کی عادت کم ہو رہی ہے۔ پرانے وقتوں میں لوگ جتنی زیادہ محنت کرتے تھے وہ اتنے ہی تندرست اور توانا تھے۔ قرآن پاک میں محنت کرنے کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ دین و دنیا میں عروج کی بنیاد محنت ہے چنانچہ مسلمانوں کو شب و روز محنت اور لگن سے اپنے فرائض انجام دینے چاہییں۔

کاہلی اور فاقہ مستی

آپ نے فرمایا کہ کاہل اور فاقہ مستوں کی تعداد زیادہ ہو رہی ہے۔ کیونکہ کاہلی اور فاقہ مستی معاشرے میں برائی کی جڑ ہیں اس لئے جوں جوں لوگ اسلام سے عملی طور پر دور ہوتے جا رہے ہیں ان میں یہ دونوں برائیاں بھی زیادہ ہو رہی ہیں۔ سستی اور کاہلی انسان کی فطری صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے لہٰذا اس سے

Marfat.com

اجتناب کرنا چاہئے۔

دعوت عمل

حضرت سید میراں حسین زنجانی کی مندرجہ بالا تعلیمات سے ہمیں ایمان کامل اور عمل صالح کا سبق ملتا ہے کیونکہ بزرگان دین کی زندگیاں ایمان اور نیکیوں کا حسین مرقع ہیں اس لئے ان کے حالات و واقعات سے ہمیں دعوت عمل کا درس ملتا ہے۔ انہیں جو مقام ملتا ہے وہ حب الٰہی، عشق رسول اور عمل صالح کی بدولت ملتا ہے لہٰذا حضرت میراں حسین کی تعلیمات جو اقوال کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں اس امر کا تقاضا کرتے ہیں کہ انہیں پڑھ کر ان پر عمل کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ ایمان والو! عمل صالح کرو۔ مگر افسوس کہ مسلمان نیک اعمال سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اول تو بہت کم لوگ ہیں جو دینی عمل پڑھتے ہیں پھران پڑھنے والوں میں سے چند لوگ پڑھنے پر عمل کرتے ہیں۔ لہٰذا حضرت سید میراں حسین زنجانی کی تعلیمات ہمیں دعوت فکر دیتی ہیں کہ ہم اتباع کتاب و سنت کریں اور تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتے ہوئے نیک اعمال کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ اللہ کی رحمت اور توفیق کے بغیر بندہ کچھ نہیں کر سکتا۔

Marfat.com

سلسلہ طریقت کے مختصر حالات زندگی

حضرت ابو لفضل محمد بن الحسن ختلی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے روحانی پیشوا اور پیر طریقت حضرت ابوالفضل ختلی۔ آپ علاقہ شام کے رہنے والے تھے۔ وہاں ہی دینی تعلیم حاصل کی۔ گازرون میں تبلیغ کی خاطر آئے اور عمر کا کچھ حصہ گازرون ہی میں گزارا اور پھر واپس شام چلے گئے۔

حضرت ابوالفضل بہت بڑے مفسر قرآن اور محدث تھے۔ تصوف میں سلسلہ جنیدیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ خواجہ حصری کے مرید تھے۔ ابو عمر فروتنی اور حضرت ابو لحسن بہ سالبہ کے ہم عصروں میں سے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ سات سال تک مخلوق خدا سے قطع تعلق کر کے پہاڑوں میں ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ آپ تصوف کے بہت بڑے ماہر اور عملی طور پر سچے صوفی تھے لیکن صوفیوں کی ظاہری وضع قطع سے اجتناب کرتے تھے بلکہ رسم کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتے تھے۔

حضرت داتا گنج بخش سے کشف المحجوب میں روایت ہے کہ میں نے اپنے زندگی میں اپنے پیر طریقت سے زیادہ بارعب اور پر ہیبت کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حضرت میراں حسین زنجانی کے مرشد کا قول ہے کہ دنیا ایک دن ہے اور ہم اس دنیا میں روزہ دار ہیں یعنی ہم اس سے کوئی حصہ نہیں لیتے اور نہ اس کی قید

Marfat.com

ں رہتے ہیں کیونکہ ہم نے اس کی خرابی کو دیکھ لیا ہے۔ اس لئے ہم نے اس دنیا کے حجابوں سے واقف ہو کر اس سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویری کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ اپنے مرشد کامل کے ہاتھ دھلا رہا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب تمام امور تقدیر اور قسمت سے وابستہ ہوتے ہیں تو پھر آزادوں کو پیروں اور پیشواؤں کا غلام کیوں بنایا جاتا ہے۔ کیا صرف پیروں کی کرامات کی امید پر۔ حالانکہ میرے دل میں یہ خیال اور وسوسہ ہی پیدا ہوا تھا اور یہ بات میں نے زبان سے نکالی نہیں تھی مگر پیر روشن ضمیر نے اپنے کشف سے یہ بات معلوم کر لی اور کہنے لگے بیٹا! جو کچھ تیرے دل میں خیال پیدا ہوا ہے مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو تاج و تخت دینا چاہتا ہے تو اس کو توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور وہ ایک مہربان دوست کی خدمت کرنے لگتا ہے۔ اسی خدمت کے نتیجے میں اس کی کرامت ظہور میں آتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش کشف المحجوب میں اپنے مرشد کی دوسری کرامت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے پیر طریقت بیت الجن سے دمشق جا رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ چونکہ بارش کی وجہ سے کیچڑ ہو گئی تھی اس وجہ سے ہم لوگ بمشکل چل رہے تھے لیکن اس قدر کیچڑ ہونے کے باوجود جب میری نظر اپنے مرشد کے پائجامہ اور جوتی پر پڑی تو وہ بالکل خشک معلوم ہوتے تھے۔ میں نے شیخ سے اس کی وجہ دریافت کی تو جواباً" فرمایا کہ جب سے میں نے توکل کے راستہ سے ہمت کو اٹھا لیا ہے اور وحشت سے باطن کو نگاہ میں رکھا ہے" اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے ان آلائشوں سے میرے قدموں کو پاک و صاف کر دیا ہے۔

آپ کے پیر طریقت کے متعلق مشہور ہے کہ پیرو مرشد نے مدت دراز تک ایک ہی لباس زیب تن کئے رکھا اور جب وہ پھٹ جاتا تو بلا تکلف اس میں پیوند

Marfat.com

لگا لیا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ لباس جامہ در جامہ ہو گیا اور اصل کپڑے کا نام و نشان ختم ہو گیا۔

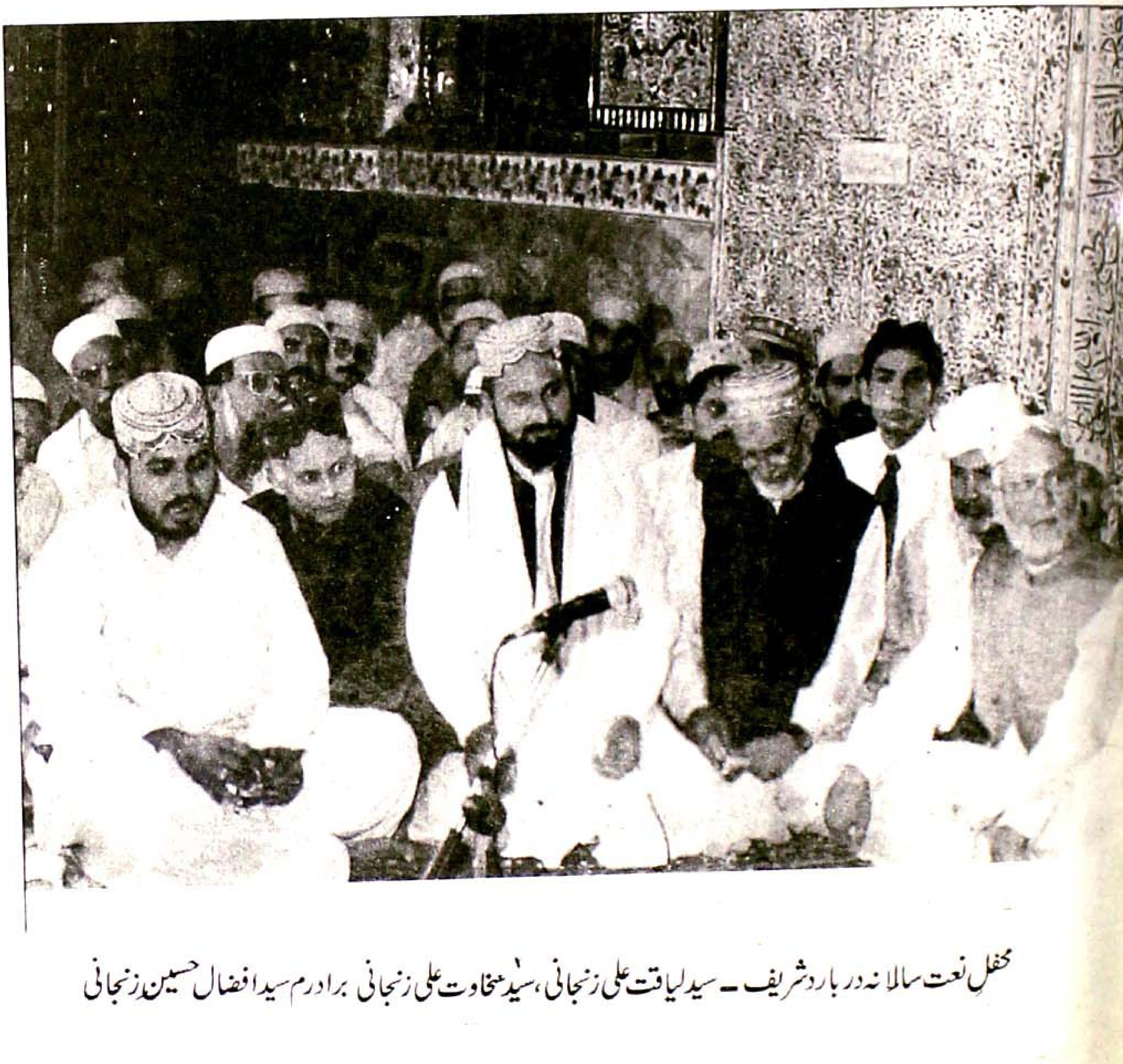

محفلِ نعت سالانہ دربار شریف ۔ سید لیاقت علی زنجانی، سیّد سخاوت علی زنجانی برادرم سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

اقوال پیر طریقت

حضرت میراں حسین زنجانی کے پیر طریقت کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

1. کرامت کا ظاہر نہ کرنا بہتر ہے لیکن اگر کوئی ولی اپنی ولایت کو ظاہر کر دے تو اس کے اظہار سے ولی کو نقصان نہیں پہنچتا۔

2. حضرت خواجہ ابوالفضل ختلی نے اپنے مریدین کو کم بولنے اور کم سونے کی بڑی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

3. آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک نیند کا شدید غلبہ نہ ہو اس وقت تک مت سو اور جب نیند سے بیدار ہو تو پھر دوبارہ سونے کی کوشش نہ کرو۔

4. مسئلہ سماع کے متعلق ارشاد فرمایا کہ جو منزل سے پیچھے رہ گئے ہوں سماع ان لوگوں کا توشہ ہے اور جو منزل پر پہنچ گئے ہوں ان کو سماع کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وصل کے محل میں سماع سننے کا حکم معزول ہو جاتا ہے۔

وفات

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے پیر طریقت کی وفات 453ھ میں ہوئی

Marfat.com

حضرت ابوالحسن علی بن ابراہیم الحصری

سلسلہ طریقت میں آپ شیخ ابوالفضل کے پیر طریقت اور مرشد تھے۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے اور آپ کے آباؤاجداد بھی بصرہ ہی کے رہنے والے تھے لیکن حصول علم ظاہری و باطنی کے بعد آپ نے بغداد میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور یہیں 391ھ میں فوت ہوئے۔

آپ شیخ عراق اور لسان وقت تھے۔ احوال تحقیق و عبادت اور اشارات میں کمال رکھتے تھے۔ حضرت ابوالحسن حصری بڑے باحشمت بزرگ صوفیوں اور اماموں میں سے تھے۔

روایت میں ہے کہ احمد نصر نے جو آپ کے مرید تھے 60 مرتبہ حج کیا تھا۔ وہ اکثر خراسان سے احرام باندھ کر چلتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ کعبہ حرم کے درمیان احمد نصر نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو حضرت حصری کو ناگوار گزری اور انہوں نے ان کو حرم کے باہر کر دیا اور ان کے جانے کے بعد ہدایت فرما دی کہ اگر یہ خراسانی نوجوان آج کے بعد میرے پاس آنا چاہے تو اسے ہرگز نہ آنے دیا جائے۔ جب کچھ عرصے بعد احمد نصر پہنچے اور آپ کی ملاقات کو گئے تو دربان نے انہیں اندر جانے سے روک دیا اور مرشد کا حکم سنایا۔ مرید نے جب یہ سنا تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب احمد نصر کو وہاں پڑے کافی عرصہ گزر گیا تو ایک دن حضرت حصری باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہیں اس بے ادبی کی یہ سزا دی جاتی ہے کہ ملک روم کے شہر طرطوس میں جاؤ اور وہاں ایک برس تک جانور چراؤ اور جنگل میں نماز پڑھا کرو اور برابر ایک سال تک جاگو۔ حضرت احمد نصر نے کہا میں تعمیل حکم کے لئے تیار ہوں۔ انہوں نے اسی وقت روم جانے کا قصد کر

Marfat.com

لیا۔ ناز کا لباس اتار کر نیاز کا لباس پہنا اور آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ایک سال کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے گلے سے لگالیا اور فرمایا احمد! تم میرے بیٹے ہو اور قرۃ العین ہو۔ احمد نصر خوشی سے پھولے نہ سمائے۔ دوسرے حج کا قصد کیا۔ جب حرم شریف پہنچے تو وہاں کے پیروں نے استقبال کیا اور کہا تم قرۃ العین ہو۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے حکم اور مرید کی تعمیل نے مرشد اور مرید کے ٹوٹے ہوئے رشتے کو جوڑ دیا۔

حضرت حسری فرماتے ہیں کہ میں صبح کی نماز میں دعا کیا کرتا تھا کہ الٰہی ہر حال میں تجھ سے راضی ہوں اور تو بھی مجھ سے راضی رہ۔ ایک روز آواز آئی کہ "اے جھوٹے اگر تو ہم سے راضی ہوتا تو ہماری رضامندی طلب نہ کرتا"۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تمام صاحب دلوں پر نظر کی تو اپنے دل کو ان سب پر فائق دیکھا۔ جب میں نے تمام صاحب نظروں کی طرف عزت سے دیکھا تو مجھے اپنی عزت سب سے زیادہ نظر آئی۔

فرمایا کہ ہمارا احوال توحید میں پانچ اشیاء پر ہے۔

اول رفع حدث، دوم اثبات قدم، سوم ہجران وطن، چہارم مفارقت احوال پنجم نسیان یعنی جو کچھ جانتا ہو اسے بھلا دے اور جو کچھ اسے معلوم نہیں اس کی تلاش میں مشغول نہ ہو اور بالکل حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے۔ فرمایا اگر بندہ کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا تو اس سے سوائے عصیان اور ضلالت کے اور کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ فرمایا جب حق تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے تو اس کی محبت کا ظہور ہوتا ہے۔

فرمایا صوفی وہ ہے جو تمام موجودات سے علیحدہ ہو اور حق تعالیٰ کو پالے تو پھر اس کی ضرورت نہیں کہ ماسوی اللہ کی طرف التفات کرے۔

فرمایا صوفی وہ ہے جس کا وجد اس کا وجود ہے اور اس کی صفات اس کا حجاب

Marfat.com

ہے۔

تصوف صفائی دل ہے کدورت اور مخالفت سے۔

فرمایا جب تک جہان موجود ہے تفرقہ و پریشانی بھی موجود ہے۔ جب جہان غائب ہو گیا تو حق تعالیٰ کا ظہور ہو گیا۔ دل جمعی کا نام حقیقت ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ دیکھے اور اسی سے باتیں کہے۔

حضرت ابوبکر شبلی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت ابوبکر شبلی طریقت میں حضرت حصری کے پیرو مرشد تھے۔ تبع تابعین میں آپ کو بلند مقام حاصل ہے۔

پیدائش و تعلیم تربیت

آپ کو پورا نام ابوبکر دلف بن جحدار شبلی تھا۔ 247ھ میں سامرہ علاقہ عراق میں پیدا ہوئے اور شبلہ میں پرورش پائی۔ اسی مناسبت سے آپ کو شبلی کہا جاتا ہے۔

شبلہ ایک گاؤں کا نام ہے جو سمرقند سے آگے شہر اسروشنہ کے اطراف میں واقع تھا۔ آپ کے خاندان کے افراد کسی زمانے میں عراق سے ترک وطن کر کے یہاں آباد ہو گئے تھے۔ آپ نسلاً" مصری تھے یا ترکی؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔ کسی نے آپ کو ترکی الاصل سمجھا ہے، کسی نے خراسانی لکھا ہے اور کسی کے نزدیک آپ مصری تھے۔

آپ کے والد ایک اثر و ثروت سردار تھے۔ آپ کے خاندان میں چونکہ دنیاوی وجاہت کے سوا کوئی علمی فضیلت نہ تھی اس لئے آپ کی تعلیم کے بارے میں کچھ صحیح معلوم نہیں کہ کہاں پائی اور کن کن بزرگوں سے اکتساب علم کیا۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خاندان فقہ مالکی پر عمل کرتا تھا

Marfat.com

اور آپ نے تیس برس تک فقہ پڑھی۔ موطا امام مالک آپ کو زبانی یاد تھی۔

گورنری پر تقرر

شبلی نے تعلیم سے فراغت پا کر شاہی ملازمت اختیار کر لی۔ چونکہ آپ کا خاندان کئی پشتوں سے فوجی خدمات سرانجام دے رہا تھا اس لئے ان خدمات کے پیش نظر آپ کو نہاوند کا گورنر بنا دیا گیا۔

روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کے جشن کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ سارا بغداد نئی نویلی دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ تمام علاقوں کے گورنر خلیفہ کے سامنے باادب ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ سوئے اتفاق ایک گورنر کو چھینک آگئی اور ناک سے رطوبت بہنے لگی۔ کوئی رومال پاس نہ تھا۔ چنانچہ گورنر نے ہاتھ سے ناک صاف کر لی۔ خلیفہ نے گورنر کی اس حرکت کو دیکھ لیا۔ فورا" عتاب نازل ہوا۔ گورنری جاتی رہی' خلعت چھن گئی اور سخت بے عزت کر کے دربار سے نکال دیا گیا۔

شبلی نے اس معاملے کو دیکھ کر اپنے دل میں خیال کیا کہ جس شخص نے شاہی آداب کو ملحوظ خاطر نہ رکھا' شاہی خلعت کی توقیر نہ کی تو اس کا یہ انجام ہوا مگر جو شخص حاکم الحاکمین کے خلعت کا احترام نہ کرے اور آداب خداوندی اس کے پیش نظر نہ ہوں' اس کا انجام کیا ہو گا۔ اس واقعہ نے آپ کے دل پر کچھ ایسا اثر کیا کہ گورنری کو لات مار کر فقیر ہو گئے۔ مگر کس کے فقیر ہوئے۔ لوگوں کے در کے نہیں اللہ کے گھر اور اللہ کی محبت کے۔

جنید بغدادی کی مریدی اور تصوف کا حصول

فقیری اختیار کرنے کے بعد جب آپ کسی صاحب نظر کی تلاش میں نساج کی وساطت سے جناب جنید کی خدمت میں پہنچے تو حضرت جنید نے آپ کو اس شرط

Marfat.com

پر صحبت میں لینا قبول کیا کہ آپ شدید سے شدید مجاہدے اور ریاضتیں کریں گے اور ان سے مطلق نہیں گھبرائیں گے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب جنید بغدادی نے آپ کے مزاج سے گورنری کی بو نکالنے اور طبیعت میں عجز و انکسار پیدا کرنے کے لئے آپ کو بھیک مانگنے پر مقرر کیا۔ چنانچہ آپ روزانہ بھیک مانگنے جاتے اور جو کچھ لوگوں سے میسر آتا لا کر فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے مگر خود بھوکے رہتے۔ بھیک مانگنے میں آپ کو بڑی دشواری پیش آتی۔ لوگ دیکھتے کہ آپ محتاج و معذور نہیں ہیں اس لئے آپ کو کچھ نہ دیتے مگر پھر بھی جوں توں کر کے مرشد کے حکم کی تعمیل میں کچھ نہ کچھ لانا ہی پڑتا۔

شبلی بظاہر بہت گرم مزاج اور پر جوش انسان تھے اور جنید اگرچہ انہیں بہت پسند کرتے تھے لیکن ان کی بابت کہتے تھے کہ شبلی ہمیشہ سرشار رہتا ہے۔ اگر وہ ہوش میں رہنے لگے تو خلق خدا کو فائدہ پہنچانے والا امام ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک دن شبلی بازار میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کہا۔

"دیکھو! وہ دیوانہ جاتا ہے"۔

شبلی نے یہ سن کر جواب دیا کہ تم سمجھتے ہو کہ میں دیوانہ ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بہت ہوشیار ہو۔ خدا مجھے اور دیوانہ کرے اور تمہیں اور ہوشیار بنائے۔

تذکرہ نویسوں نے ایک اور واقعہ بیان کیا ہے جو شبلی کے مخصوص مزاج کی عکاسی کرتا ہے۔ ایک دن بے انتہا مسرت و انبساط کے عالم میں شبلی جنید بغدادی کے پاس آئے۔ جنید اس وقت کچھ غمگین بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں اس طرح دیکھ کر شبلی پوچھنے لگے کہ کیا بات ہوئی ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا "جو تلاش کرتا ہے وہی پاتا ہے"۔ شبلی نے فی الفور جواب دیا کہ نہیں یا حضرت جو پالیتا ہے وہی دراصل تلاش میں رہتا ہے۔

Marfat.com

شبلی اشارات کے استعمال اور اپنے اپنے ملفوظات میں بہت اخفاء و ابہام سے کام لیتے تھے۔ شبلی اپنے معتمدانہ خلاف وضع باتوں اور اپنی عجیب و غریب عادتوں کے باعث بہت نمایاں تھے۔ منصور حلاج کے قصے میں شبلی کا جو کردار بیان کیا جاتا ہے وہ بہت اہم معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عام بزرگوں کے سامنے تو منصور حلاج کے طرز عمل کا رد کیا تھا لیکن دراصل وہ برابر ان کی عزت و تکریم کرتے رہے۔ اصول و عقائد کے اعتبار سے شبلی کا مسلک وہی تھا جو حضرت جنید کا تھا لیکن اسلوب گفتگو اور طرز عمل میں دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فرق تھا۔

کمالات و روحانیت

حضرت شبلی ابتدا میں کہتے تھے کہ جو شخص اللہ کہے گا' میں اس کا منہ شکر سے بھر دوں گا۔ اس لئے آپ لڑکوں کو شکر دیتے تھے کہ وہ اللہ کہیں۔ چند روز کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص اللہ کہے گا میں اس کو سونا چاندی دوں گا اور آپ نے اسی طرح کیا۔ اس کے بعد آپ پر ایک اور کیفیت طاری ہوئی۔ آپ نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا جو شخص اللہ کہے گا میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ لوگوں نے کہا اس سے پہلے تو اللہ کا نام لینے والوں کو شکر اور سونا چاندی دیتے تھے' اب کیا ہوا ہے جو آپ لوگوں کا تن سر سے جدا کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا میرا خیال تھا کہ لوگ اللہ کو معرفت اور حقیقت سے یاد کرتے ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ لوگ محض عادت اور لالچ کی وجہ سے اللہ اللہ کہتے ہیں اور میں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ لوگ حرص کی وجہ سے آلودہ زبان کے ساتھ اسے یاد کریں۔ آپ جس جگہ اللہ کا نقش دیکھتے اسے بوسہ دیتے اور تعظیم دیتے۔ آخر ایک روز ہاتف نے آواز دی کہ کب تک اسم کے ساتھ مشغول رہے گا اگر مرد طالب ہے تو اس کی تلاش میں قدم رکھ۔ جب آپ نے یہ آواز سنی تو آپ پر عشق غالب ہو گیا۔ اشتیاق اور درد نے غلبہ کیا' آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے آپ

Marfat.com

کو دریائے دجلہ میں ڈال دیا۔ اتنے میں ایک موج آئی اور اس نے آپ کو کنارے پر پھینک دیا۔ اسی طرح آپ نے عالم جذب میں کئی بار اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا لیکن حق تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی۔

یہی وجہ تھی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت مرمٹنے کو تیار رہتے تھے۔ بعض اوقات یاد الٰہی میں آپ پر دیوانگی کی ایسی کیفیت طاری ہو جاتی کہ آپ کو زنجیروں سے باندھ دیا جاتا۔ ایک دفعہ آپ پر دیوانگی طاری ہوئی تو زنجیر بے سود ثابت ہوئی تو آپ کو پاگل خانے میں لے گئے اور ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ ایک مدت اسی طرح رکھا۔ یہ دیکھ کر کہ اس قید کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوتا' آپ آزاد کر دیئے گئے۔

ایک دفعہ آپ کئی دن رات تک ایک ہی درخت کے نیچے بیٹھے رہے اور آپ پر وجد کا عالم طاری رہا اور عالم وجد ہی میں ساتھ ہو ہو کہتے رہے۔ لوگوں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا ایک قمری اس درخت پر بیٹھی ہے اور کو کو کرتی ہے اور میں بھی اس کے ساتھ ہو ہو کرتا ہوں۔ جب تک قمری خاموش نہ ہوئی آپ بھی چپ نہ ہوئے۔

ایک دن حضرت جنید کی خدمت میں چند اصحاب آپ کی تعریف فرما رہے تھے۔ آپ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت جنید نے فرمایا تم غلط کہتے ہو وہ تو مردود و مخذول ہے۔ پھر فرمایا شبلی کو نکال دو۔ جب آپ باہر چلے گئے تو حضرت جنید نے فرمایا کہ تم نے شبلی کی جو تعریف کی اس سے میری یہ مذمت بہتر ہے۔ تم نے تو اس پر تیغ لگائی میں نے آگے ڈھال کھڑی کر دی تاکہ وہ ہلاک نہ ہو جائے۔

جب آپ درویش کامل ہو گئے تو آپ نے وعظ و تلقین کا کام شروع کیا۔ حضرت جنید نے آپ کو ملامت کی اور فرمایا جو راز ہم نے تہہ خانوں میں پوشیدہ رکھا تم آئے اور اسے برسر منبر ظاہر کر دیا۔ آپ نے فرمایا میں وعظ کہتا ہوں اور میں ہی سنتا ہوں' سوائے میرے دونوں عالم میں کون ہے جس سے میں یہ باتیں

Marfat.com

کہتا ہوں۔ میری یہ باتیں حق سے حق کو پہنچتی ہیں۔ نہ شبلی درمیان ہے نہ جنید۔ حضرت جنید نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو تمہارے لئے جائز ہے۔

حضرت جنید بغدادی نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ تم خدا کو کس طرح یاد کرتے ہو جب کہ تم میں یاد کرنے کی اہلیت ہی موجود نہیں۔ آپ نے جواب دیا میں اس کو مجاز سے اس قدر یاد کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو حقیقت سے ایک بار یاد کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت جنید نے ایک نعرہ مارا۔ اس نعرہ کے اثر سے حضرت جنید خود بے ہوش ہو گئے تو اس وقت حضرت شبلی نے فرمایا رہنے دو اس درگاہ سے کبھی خلعت ملتا ہے اور کبھی تازیانہ۔

پھر فرمایا تصوف غیر سے دل کی حفاظت ہے اور ضبط قویٰ سے مراعات انفاس بھی ہے۔ فرمایا صوفی اس وقت ہو گا جب کہ تمام جہان کو اپنا عیال سمجھے گا۔ فرمایا صوفی وہ ہے جو لوگوں سے منقطع ہو اور حق سے متصل ہو۔ فرمایا جو شخص محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور بلا محبت محبوب کے کسی دوسری شے کا طلب گار ہوتا ہے تو وہ ایسا دوست ہو گا جو محبوب پر استہزا کرتا ہے۔ محبت یہ ہے کہ ہر شے کو دوست پر ایثار کر دے۔

فرمایا عارف وہ ہے جو کبھی تو ایک مچھر کی تاب نہ لا سکے اور کبھی سات زمینوں اور آسمانوں کو نوک پلک پر اٹھا لے۔ لوگوں نے کہا یا شیخ ایک وقت تو آپ نے وہ کہا تھا لیکن اب آپ یہ کہتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اس وقت ہم تھے لیکن اب ہم نہیں ہیں وہ ہے۔

فرمایا عاشق کا نشان نہیں ہوتا اور محبت کا گلہ نہیں ہوتا اور بندہ کو دعویٰ نہیں ہوتا اور ڈرنے والے کو قرار نہیں ہوتا اور کوئی شخص بھی حق تعالیٰ سے بھاگ نہیں سکتا۔ پھر فرمایا علم ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ بذات خود اپنے نفس کو جانے۔ عبادت زبان علم ہے اور اشارت زبان معرفت ہے۔ فرمایا ہمت حق تعالیٰ کی طلب کرنا ہے اور جو کچھ اس کے سوائے ہے وہ ہمت نہیں ہے۔ فرمایا فقیر وہ

Marfat.com

ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی شے کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا۔ فرمایا شریعت یہ ہے کہ تو اس کی پرستش کرے اور طریقت یہ ہے کہ تو اس کی طلب کرے اور حقیقت یہ ہے کہ تو اس کو دیکھے۔ پھر فرمایا سب سے بہتر ذکر مذکور کے مشاہد میں ذکر فراموش کر دینا ہے۔

فرمایا انس یہ ہے کہ مجھے اپنے آپ سے وحشت ہو۔ لوگوں کے ساتھ انس پکڑنا افلاس ہے اور سوائے ذکر حق تعالیٰ کے زبان کو حرکت دینا وسواس ہے۔ فرمایا شکر یہ ہے کہ نعمت کو نہ دیکھے

وفات

آپ نے 334ھ میں وفات پائی۔ بغداد کے محلّہ اعظمیہ میں ان کا مقبرہ آج بھی مرجع خلائق ہے۔

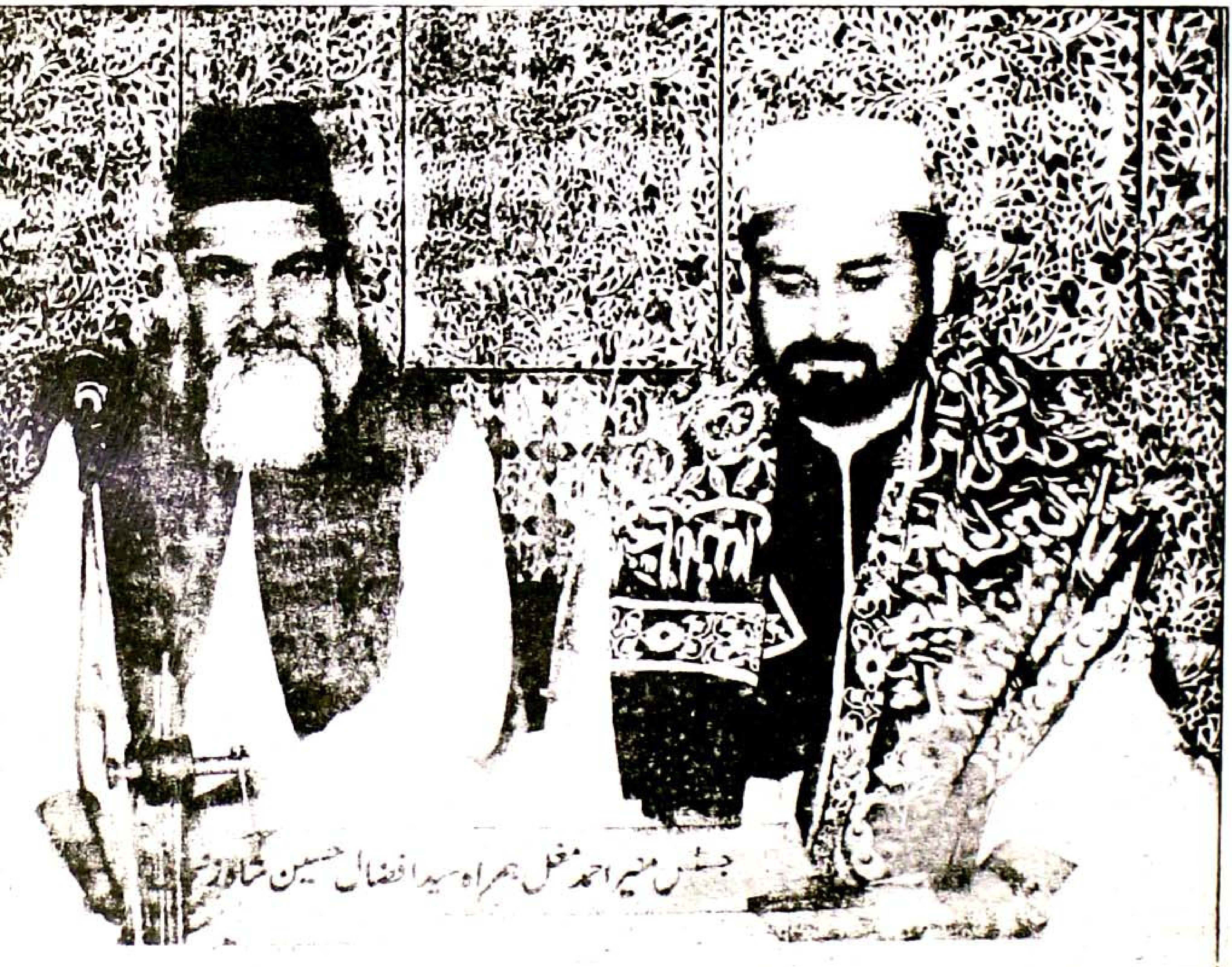

Marfat.com

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ جنیدیہ کے پیر طریقت جناب ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنید بغدادی ہیں۔ ان کا اصل نام جنید تھا کنیت ابوالقاسم لقب سید الطائف طاؤس العلماء اور قواریری تھا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ کے والد آبگینہ فروش تھے۔ اس رعایت سے آپ کو قواریری و زجاج کے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت جنید خود خزاز کے نام سے پکارے جاتے تھے جس کے معنی خام ریشم کا سوداگر ہیں۔

آپ بغداد ہی میں پیدا ہوئے۔ سن پیدائش کا قطعی تعین تو نہیں ہو سکتا البتہ قیاس ہے کہ آپ کی پیدائش 210ھ میں ہوئی۔ بغداد ہی میں پرورش پائی لیکن آپ کے آباؤاجداد ایران کے صوبہ جبال کے شہر نہاوند کے رہنے والے تھے۔ نہاوند صوبہ جبال کا سب سے قدیم شہر سمجھا جاتا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ طوفان نوح سے بھی پہلے کا ہے۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد کے زیر سایہ ایک دینی مدرسے میں حاصل کی۔ آپ کے بچپن کے دوران تعلیم کے بہت سے واقعات مشہور ہیں لیکن ان میں سے صرف ایک واقعہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے آپ مدرسے سے گھر آرہے تھے۔ والد ماجد بھی اسی راستے سے گھر آرہے تھے۔ آپ نے والد ماجد کو روتے ہوئے دیکھا تو پوچھا اے والد محترم آپ کے رونے کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج میں نے مال زکوۃ میں سے کوئی چیز تمہارے ماموں کے پاس بھیجی تھی لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ اس لئے رو رہا ہوں کہ میں نے اپنی عمران درموں میں گزار دی ہے اور پھر بھی یہ حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے ایک کے بھی دوست نہیں ٹھہرے۔ حضرت جنید نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے دیجئے میں ماموں کو دے کر

Marfat.com

آؤں۔ آپ کے والد نے وہ درم آپ کو دے دیئے۔ آپ درم لے کر آپنے ماموں حضری سری سقطی کے مکان پر پہنچے اور کنڈی کھٹکھٹائی۔ حضرت نے پوچھا کون ہے؟ آپ نے جواب میں کہا ''جنید' دروازہ کھولئے''۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا میں یہ زکوۃ نہیں لوں گا۔ حضرت جنید نے فرمایا آپ کو قسم ہے اس خداوند تعالیٰ کی جس نے آپ پر فضل کیا اور میرے باپ سے عدل کا سلوک کیا۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا وہ کون سا عدل ہے جو حق تعالیٰ نے تیرے پیارے باپ کے ساتھ کیا ہے اور وہ کون سا فضل ہے جو مجھ پر کیا گیا ہے۔ جنید نے فرمایا کہ اللہ نے آپ پر فضل کیا ہے کہ آپ کو درویشی دی اور میرے باپ کے ساتھ یہ عدل کیا ہے کہ ان کو دنیا میں مشغول رکھنا چاہتا ہے۔ اب یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ اسے چاہیں تو قبول کریں یا چاہیں تو رد کردیں۔ میرا باپ چاہے یا نہ چاہے لیکن ان کا حق ضرور ہے کہ وہ یہ زکوۃ کسی حقدار تک پہنچائیں۔ حضرت سری سقطی کو یہ بات بہت پسند آئی اور فرمایا ''بیٹا! قبل اس کے کہ میں زکوۃ قبول کرلوں' میں نے تجھے قبول کیا''۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا اور زکوۃ لے لی اور جنید کو اپنے دل میں جگہ دے دی۔

ابھی آپ کمسن تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ والد کی وفات کے بعد حضرت سری سقطی اپنے بھانجے (جنید) کو گھر لے گئے اور ان کی پرورش و تربیت میں کسی چیز کی کمی نہ چھوڑی۔ ایک دفعہ جب آپ کی عمر سات سال کی تھی حضرت سری سقطی حج کی غرض سے بیت اللہ شریف گئے تو جنید کو بھی ساتھ لے گئے۔ بیت اللہ میں چارسو پیر طریقت جمع تھے۔ ان کی محفل میں مسئلہ شکر پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ہر ایک نے تقریر کی۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا اے جنید! تمہیں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیے۔ آپ نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکائے رکھا پھر کہا شکر یہ ہے کہ جو نعمت حق تعالیٰ نے عطا کی ہے اس کی وجہ سے اس کی نافرمانی نہ کرے اور اس کی نعمت کو معصیت کا ذریعہ نہ بنائے۔

Marfat.com

چار سو پیروں نے کہا اے لڑکے' اے ہماری آنکھوں کے نور! تو نے سچ کہا۔ تو اپنی بات میں صادق ہے۔ ہم اس مسئلے پر اس سے بہتر نہیں کہہ سکتے تھے۔ پھر سری سقطی نے کہا اے جنید ایسی باتیں تو نے کہاں سے حاصل کیں۔ آپ نے جواب دیا آپ کے فیض صحبت سے۔ پھر آپ حج کے بعد بغداد واپس آ گئے۔

حضرت جنید نے ظاہری دینی علوم اپنے ماموں حضرت سری سقطی کے زیر سایہ ہی حاصل کئے۔ ابو ثور سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن جب آپ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے ماموں سری سقطی سے رخصت ہونے لگے تو انھوں نے دریافت کیا جنید کس مجلس میں جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے جواب دیا حارث المحاسبی کی مجلس میں۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا ہاں جاؤ' اس سے تعلیم و تربیت حاصل کرو لیکن اس کی نظری بحث و استدلال اور معتزلہ کے معاملے میں اس کی جرح و تردید سے ذرا آگاہ رہنا۔

جنید کہتے ہیں جب میں باہر نکلا تو حضرت سری سقطی کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا۔ خدا کرے تم صوفی محدث بنو نہ کہ محدث صوفی۔ مکی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت سری سقطی کا اس سے یہ منشا کہ جنید کو حدیث کو سنت کا علم سب سے پہلے حاصل ہونا چاہیے اس کے بعد زہد و اتقا کی ریاضت کر کے وہ بے شک تصوف کے علم میں ترقی کریں اور باضابطہ صوفی بنیں۔

حضرت جنید کا ایک اور قول ملتا ہے کہ میں نے فقہ کی تعلیم ابو عبید و ابو ثور جیسے اساتذہ حدیث کے مسلک کے مطابق حاصل کی اور بعدازاں میں نے حارث المحاسبی اور سری سقطی جیسے صوفیا کی صحبت اختیار کی اور یہی چیز میری کامیابی کا راز بنی۔ اسی لئے ہمارا علم ہمیشہ قرآن و حدیث کے اندر رہنا چاہیے۔ جس شخص نے قرآن حفظ نہیں کیا اور نہ حدیث باقاعدہ طور پر پڑھی اور تصوف کا رخ کرنے سے پہلے فقہ کا علم بھی حاصل نہیں کیا وہ ایک ایسا شخص ہے جسے رہنمائی کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت جنید ابتداء

Marfat.com

ہی میں اپنے آپ کو مروجہ تعلیم یعنی حدیث کے لئے ہی وقف کر دیا جس سے ان کے تصوف کی بنیاد مضبوط ہو گئی۔

جب آپ کے کلام کو مقبولیت حاصل ہوئی تو حضرت سری سقطی نے آپ کو وعظ کرنے کے لئے کہا تو آپ نے اپنے ماموں کے کہنے کی طرف کوئی رغبت نہ کی اور فرمایا کہ آپ کے ہوتے ہوئے بھلا میں کیسے وعظ کہوں۔ یہ سراسر خلاف ادب ہے۔ ایک رات آپ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور حضور نے آپ کو وعظ کرنے کے لئے کہا۔ آپ صبح اٹھے اور ارادہ کیا کہ حضرت سری سقطی سے جا کر خواب کا ذکر کروں۔ جانے کی غرض سے دروازہ کھولا تو حضرت سری سقطی کو پہلے ہی دروازے پر موجود پایا۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا آپ ابھی تک اسی خیال میں ہیں کہ دوسرے آپ کو وعظ کے لئے کہیں۔ ہم سب لوگ تو پہلے ہی آپ کو وعظ کہنے کے لئے کہہ رہے تھے لیکن آپ نے ہمارا کہنا نہ مانا۔ اب تو حضور نے فرمایا ہے اب تو وعظ کہنا ہی چاہیے۔ آپ نے حضرت سری سقطی سے عرض کیا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا ہے کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا ہے۔ حضرت سری سقطی نے فرمایا میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو جنید کے پاس بھیجا ہے تاکہ منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کہیں۔ جنید نے جواب میں فرمایا کہ میں اس شرط پر وعظ کہوں گا کہ اس مجلس میں چالیس سے زیادہ آدمی موجود نہ ہوں۔ ایک روز آپ نے وعظ فرمایا۔ مجلس میں چالیس آدمی موجود تھے۔ عشق خدا کا موضوع تھا۔ مجلس پر آپ کے وعظ کا اس قدر اثر ہوا کہ اٹھارہ آدمی اسی وقت جاں بحق ہو گئے اور باقی بائیس اتنے بے ہوش ہو گئے کہ دوسرے آدمی انہیں کندھوں پر اٹھا کر لائے۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ میرا دل گم ہو گیا تھا۔ میں نے حق تعالیٰ سے کہا کہ مجھے میرا دل دوبارہ عنایت کیا جائے۔ اتنے میں آواز آئی کہ اے جنید تو ہم سے

Marfat.com

ل اس لئے طلب کرتا ہے کہ کسی اور کی طرف متوجہ ہووے۔
ایک روز شبلی نے فرمایا اگر حق تعالیٰ نے قیامت کے روز مجھے بہشت و دوزخ کے لئے اختیار دیا تو میں دوزخ کو قبول کرلوں گا اس لئے کہ بہشت میرے اختیار میں ہے اور دوزخ دوست کی مراد ہے۔ جو اپنا اختیار دوست کے اختیار پر مقدم کھے اس کو دوست نہ کہنا چاہیے۔ جب آپ نے یہ بات سنی تو فرمایا شبلی لڑکپن ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر مجھے صاحب اختیار بنائے تو میں کچھ بھی اختیار نہ کروں۔ س لئے کہ بندہ کو اپنے اختیار سے کیا کام بلکہ کہوں گا جس جگہ تو بھیجے میں وہیں جاؤں گا اور میری پسند بھی وہی ہے جو تیری پسند ہے۔
مخالفین نے آپ کے صوفیانہ کلام کے متعلق زبانیں دراز کیں اور آپ کا ـــہ خلیفہ سے کہا کہ مخلوق ان کی باتوں سے فتنہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا ان کو بلاحجت منع نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ایک طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ملک کنیز کو جس کو خلیفہ نے تین ہزار درہم کے عوض خریدا تھا' وہ نہایت خوش جمال تھی اور اپنے زمانہ میں زیبائی و ملاحت کے لحاظ سے بے مثال تھی' کو حکم ا کہ وہ زر و زیور' نہایت گراں بہا جواہرات سے آراستہ ہو کر حضرت جنید کے ں جائے اور چہرے سے نقاب اٹھا کر اپنے آپ کو ان کے سامنے پیش کرنا چاہیے ر یہ کہنا چاہیے کہ میں نہایت مالدار ہوں۔ دنیا سے میرا دل سیر ہو گیا ہے اور ں آپ کے پاس اس غرض سے آئی ہوں کہ آپ مجھے اپنی صحبت میں قبول کر ں اور میں آپ کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں کیونکہ میرا دل اب یہی ہتا ہے کہ میں سوائے آپ کی صحبت کے اور کسی جگہ نہ بیٹھوں اور اس کنیز سے یہ بھی کہا گیا کہ تجھ سے جہاں تک ہو سکے چاپلوسی و خوشامد کر کے اصل حال ریافت کر کے آنا۔ خلیفہ نے ایک آدمی بھی ہمراہ دیا۔ الغرض جب وہ کنیز آپ کی خدمت میں پہنچی اور اس نے چہرے سے نقاب اٹھا دیا۔ جب آپ کی نظر اس پڑی تو آپ نے سر جھکا دیا۔ کنیز کو جو کچھ تعلیم دی گئی تھی اس نے ویسا ہی کہنا

Marfat.com

شروع کیا۔ آپ گردن جھکائے سب کچھ سنتے رہے پھر یکبارگی آپ نے سر اٹھایا اور ایک آہ بھری۔ لونڈی اسی وقت گری اور فوت ہو گئی۔ غلام نے جا کر خلیفہ سے کہا۔ خلیفہ کے بدن میں آگ سی لگ گئی' نہایت پشیمان ہوا اور خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اگرچہ لوگوں نے کہا بھی کہ ان کو یہاں طلب کرنا چاہیے لیکن خلیفہ نے کہا ایسے شخص کو بلانا نہیں چاہیے۔ خلیفہ نے عرض کیا کہ اے شیخ آپ کا حال کیسا ہے کہ آپ نے ایسی محبوبہ کو مار ڈالا اور جلا دیا۔

آپ نے فرمایا امیر المومنین کیا آپ کو مومنوں پر ایسی ہی شفقت ہے۔ کیا آپ چاہتے تھے کہ میری چالیس سالہ ریاضت' بے خوابی اور نفس کشی کو وہ کنیز برباد دیتی۔ چنانچہ خلیفہ جواب سے مطمئن ہو کر چلا گیا اور سمجھ گیا کہ آپ اللہ کے پیارے اور سچے صوفی ہیں۔ اس کے بعد آپ بہت ترقی کر گئے اور تمام جہان میں آپ کی شہرت پھیل گئی جس پیرایہ پر آپ کو آزمایا گیا آپ اس سے ہزار درجہ بڑھ کر نکلے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا میں نے شیطان کو دیکھنا چاہا۔ میں مسجد کے دروازے میں تھا کہ میں نے دور سے ایک بوڑھے کو چلے آتے دیکھا۔ اس کو دیکھ کر میرے دل میں کچھ دہشت طاری ہوئی۔ میں نے کہا تم کون ہو؟ اس نے کہا تمہاری آرزو۔ میں نے کہا ملعون تم کو کس نے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے منع کیا تھا۔ اس نے جواب دیا اے جنید! میرے لئے کب جائز تھا کہ خدائے غیر کو سجدہ کرتا۔ آپ فرماتے ہیں میں سن کر حیران رہ گیا۔ اس وقت مجھے ندا آئی کہ اس سے کہہ کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ اگر بندہ ہوتا' حکم سے سرتابی نہ کرتا تو اس کی ممنوع چیزوں کے قریب نہ جاتا۔ ابلیس نے جب مجھ سے یہ بات سنی تو چلا اٹھا کہ خدا کی قسم آپ نے مجھے جلا دیا اور غائب ہو گیا۔

آپ فرماتے ہیں میں نے ایک حجام سے اخلاص سیکھا ہے۔ جب میں مکہ معظمہ میں تھا ایک حجام ایک خواجہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ میں نے کہا میرے بال بھی خدا

Marfat.com

کے لئے کاٹ دو۔ اس نے کہا ہاں اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ ابھی تک خواجہ کی حجامت پوری نہ بنی تھی کہ اس نے کہا آپ اٹھ جایئے کیونکہ خدا کا نام درمیان میں آگیا تو میں نے سب کچھ پا لیا۔ پھر مجھ کو بٹھایا اور میرے سر کو بوسہ دیا ور میری حجامت بنا دی۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دیا اس میں ریزگاری تھی اور مجھ سے کہا اس کو اپنے خرچ میں خرچ کرنا۔ میں نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نیت کی کہ جو اول کشائش نصیب ہو گی میں اس سے مروت کروں گا۔ ابھی بہت دن نہ گزرے تھے کہ لوگوں نے مجھے بصرہ سے اشرفیوں کی تھیلی بھیجی۔ میں اسے لے کر اسی حجام کے پاس گیا۔ جب میں نے اسے یہ تھیلی دی تو اس نے کہا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا میری نیت تھی کہ جو کشائش اول ہو گی وہ میں تمہیں دوں گا۔ اس نے کہا تجھے خدا سے شرم نہیں آتی کہ تو نے مجھ سے کہا تھا کہ تو میری خدا کے لئے حجامت بنا دے اب یہ کیا لے کر آیا ہے۔ کیا یہ اس کا عوض ہے۔ بھلا تم نے کہیں یہ دیکھا ہے کہ کوئی شخص خدا کے لئے کام کرے اور پھر اس کا عوض طلب کرے۔

المختصر حضرت جنید ایک باکمال عالم و فاضل تھے۔ اللہ سے انہیں ایک دقیقہ رس عقل ودیعت ہوئی تھی جس کا محیط بہت وسیع تھا۔ وہ اپنے زمانے کے علم کی مختلف شاخوں سے بخوبی آشنا تھے۔ فقہ الہیات' اخلاقیات پر ان کی تعلیمات مستند سمجھی جاتی تھیں لیکن اس علم و فضل کے باوجود وہ عزلت پسند اور خاموش طبع تھے اور صوفیانہ خود آگاہی کی کیفیت میں اپنے آپ میں مست تھے۔ سفینۃ اولیاء میں لکھا ہے کہ آپ نے ستاسی سال کی عمر میں 297ھ میں وفات پائی اور بغداد میں دفن ہوئے۔ بغداد کے ریلوے سٹیشن اور ہوائی اڈے کے قریب ایک وسیع قبرستان میں نہ جانے کتنے غوث' قطب' ابدال لیٹے ہوئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس قبرستان میں تقریباً" دو لاکھ اولیاء اللہ دفن ہیں۔ اسی قبرستان میں حضرت جنید بغدادی کا مزار ہے۔ آپ کے علاوہ سری سقطی' معروف کرخی' ابراہیم

Marfat.com

خواص، بہلول دانا، شاہ منصور حلاج اور ملکہ زبیدہ کے بھی مزارات ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ تمام مزارات نہایت خستہ حالت میں ہیں۔ قطعاً کوئی نگرانی نہیں۔ بلاشبہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگیاں اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف تھیں۔ حکومت عراق کو ان کی حفاظت اور مرمت پر پوری توجہ دینی چاہیے۔

حضرت [illegible] سجادہ نشین حضرت میاں میر [illegible]

Marfat.com

روضہ مبارک

علاقہ چاہ میراں سے جانب جنوب آبادی میں گھرا ہوا اور عام سطح زمین سے کسی قدر اونچی جگہ پر ایک خوبصورت سبز گنبد نظر آتا ہے جو آج آبادی کی زینت بنا ہوا ہے۔ نیلم سینما کے چوک سے چاہ میراں روڈ پر بجانب مشرق جاتے ہوئے تھوڑے سے فاصلے پر دائیں جانب ایک چھوٹی سے پختہ سڑک ہے جو سیدھی اس سبز گنبد والے مزار کو جاتی ہے۔ یہ سبز گنبد والا مزار اس پاک ہستی کا ہے جو تاریخ میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کے نام سے مشہور ہیں جنہوں نے لاہور میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی اور وہ دل جو کفرو شرک سے سومنات بن چکے تھے' ان کو نور ایمانی سے روشن کیا۔ تاریخی ادوار میں مزار مبارک کی حالت یوں بیان کی جاتی ہے کہ صدیوں تک آپ کا مزار مبارک ایک چبوترے پر باغ زنجان کے اندر مرجع خلائق رہا پھر چاردیواری بنا دی گئی۔ اب یہ معلوم نہیں کہ وہ چاردیواری کب اور کس نے بنائی لیکن اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جب باغ زنجان باغ نولکھا میں مدغم ہوا تو اس وقت قد آدم چھوٹی اینٹ سے بنی ہوئی چاردیواری موجود تھی۔ بعد میں کافی عرصہ تک مزار مبارک کی یہی حالت رہی۔ مزار مبارک کی سابقہ حالت کے بارے میں تاریخ لاہور کے مختلف مورخوں کے اقتباسات درج ذیل ہیں۔

مولوی نور احمد صاحب تحقیقات چشتی کے مصنف ہیں۔ تحقیقات چشتی 1849ء سے طبع ہونی شروع ہوئی لیکن آخری نسخہ 1881ء میں شائع ہوا جس میں مزار مبارک کی حالت کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت شاہ حسین زنجانی کا مزار مبارک جنوب رویہ موضع میراں دی کھوئی واقع ہے۔ صورت مزار مبارک

Marfat.com

یہ ہے کہ قد آدم ایک بلند چاردیواری خشتی ہے جس کا در آمد و رفت شرق رویہ مع طاق تختہ چوبی اندر اس چاردیواری کے ایک اور چاردیواری خشتی ہے جس کے سرہانے چراغ دان اور اندر اس کے ایک چبوترہ پر حضرت کا مزار ہے۔ دروازہ کے باہر شمال کی طرف ایک دالان خشتی سہ دھن والا محرابی جس کے آگے شرق رویہ تھڑہ مگر اب یہ مکان آوارہ پڑا ہے۔ کوئی فقیر مکان دار یہاں نہیں بیٹھتا لیکن کسی وقت وہاں پر فقیر بیٹھا کرتے تھے۔ اگرچہ ایک دو اور دالان وغیرہ چاہ چرخی دار بھی برائے آسائش موجود ہے مگر خدا جانے کیا باعث ہے کہ ایک مدت سے یہاں لوگوں کا آنا کم ہو گیا ہے۔

تاریخ لاہور کے ایک اور مصنف کنہیا لال تھے جو ہندو تھے۔ ان کی تاریخ لاہور 1884ء میں لکھی گئی تھی۔ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ متبرک مزار موضع میراں دی کھوئی بیرون شہر لاہور بجانب شرق بفاصلہ ایک میل واقع ہے۔ اگرچہ عمارت مختصر ہے مگر مکان قدیم اور صاحب مزار قدیم بزرگان لاہور میں سے ہیں۔ مزار مبارک قد آدم بلند چاردیواری خشتی کے اندر موجود ہے۔ قبر بھی خشتی چونے کی بنی ہوئی ہے اور مکانات پختہ فقراء کی سکونت کے لئے بنے ہوئے ہیں اور چاہ چرخی دار جاری ہے۔ سکھوں کے وقت اس مزار پر بڑا میلہ لگتا تھا۔

محمد دین فوق صاحب بھی لاہور کے تاریخ دانوں میں سے تھے جنہوں نے ماثر لاہور میں آپ کے مزار مبارک کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کا مزار چاہ میراں میں ایک طویل و عریض باغ کے اندر ہے یہ باغ سکھوں کے زمانے میں آباد ہوا تھا اور یہی وہ مقام ہے جو باغ زنجان کہلاتا تھا۔ آپ کے باغ میں ہی آپ کا مزار بنایا گیا۔

آپ کا مزار ایک قد آدم خشتی چاردیواری کے اندر ہے۔ مزار کے سرہانے خشتی چراغ دان ہے۔ مزار پر گنبد کوئی نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مزار بہت قدیم زمانے کا ہے۔ مزار کا دروازہ مشرق کی جانب ہے۔ شمال کی جانب ایک خشتی

Marfat.com

دالان ہے۔ چاردیواری کے باہر ایک چاہ چرخی اور اس کے پاس ہی چند قبروں کے آثار ہیں۔

دربار کی سابقہ حالت

آج سے تقریباً 50 سال پہلے جب کہ پیر سید مدد علی شاہ زنجانی سجادہ نشین تھے۔ حضرت میراں حسین کا روضہ مبارک ایک خشتی چاردیواری کے اندر دو فٹ اونچے چبوترے پر مرجع خلائق تھا۔ علاوہ ازیں روضہ مبارک سے مشرقی جانب پختہ مکان فقراء کی سکونت کے لئے بھی تھا۔ غرب رویہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی اور مسجد کے ساتھ شمال رویہ ایک حجرہ بھی تھا۔

پیر سید مدد علی شاہ زنجانی نے آخری عمر میں مزار مبارک پر گنبد بنوانے کا کام شروع کیا لیکن ابھی بنیادیں رکھ کر تعمیر کا تھوڑا سا ہی کام ہوا تھا کہ بیمار پڑ گئے اور چند دن بعد رحلت فرما گئے۔ سید مدد علی شاہ کے بعد ان کے چھوٹے بھائی پیر سید شفقت علی شاہ نے کسی قدر تعمیر کے کام کی تکمیل کی۔ تعویذ مبارک کے چبوترہ کو اونچا کر کے اردگرد آٹھ ستون بنوا کر ان میں جالیاں لگوا دیں اور دروازہ بھی بنوایا۔

1954ء میں بہت زیادہ بارشیں ہوئیں اور سیلاب بھی آگیا۔ اب بارشوں کی وجہ سے دربار ہذا کی مسجد گر گئی جس کی وجہ سے اس کی تعمیر اشد ضروری تھی تو اس وقت شیخ محمد بخش نامی ایک شخص کو ایک رات حضرت داتا گنج بخش نے اپنی زیارت سے نوازا اور فرمایا کہ "اے محمد بخش ہمارے بڑے پیر بھائی حضرت سید حسین زنجانی کی مسجد گر گئی ہے جاؤ اس کی تعمیر کرواؤ"۔ شیخ محمد بخش خواب کے دوسرے ہی روز مسجد کی تعمیر کے لئے دربار حضرت سید میراں حسین پر حاضر ہوئے اور پرانی مسجد کی بنیادوں کو منہدم کر کے نئی بنیادوں پر ایک مسجد تعمیر کروائی۔

Marfat.com

مسجد کی تعمیر کے بعد ایک اور معتقد غلام صابر نے حضرت کے مزار کی پرانی جالیوں والی چوکھنڈی کو مسمار کر کے ایک عالی شان گنبد بنوایا۔ شمالی و جنوبی جانب قد آدم دیواروں کو گرا کر ان کی جگہ دالان بھی بنوائے۔ مسجد کے جنوب رویہ بھی ایک بڑا دالان تعمیر کروایا۔ چلہ مبارک خواجہ معین الدین چشتی کی عمارت بنوائی اور دربار کی بقیہ عمارت کی بھی مرمت کروائی۔

مارچ 1969ء میں ملک محمد علی نے حضرت کے مزار مبارک کے گنبد کی بڑے عمدہ انداز میں مرمت اور رنگ کروایا۔ دربار کی بقیہ عمارت کی بھی مرمت کروائی۔ دربار کے باہر میدانی احاطے میں بھی فرش لگوایا۔

دربار کی عمارت ایک خوبصورت روضہ مبارک کا سبز گنبد' ایک مسجد' چند دالانوں اور چند حجروں پر مشتمل ہے۔ تعمیر شدہ عمارت کے باہر ایک وسیع میدانی صحن ہے جس کی احاطہ بندی تین اطراف سے ڈیڑھ قد آدم بلند دیوار اور غرب رویہ دربار کی تعمیر شدہ عمارت نے کر رکھی ہے۔ اس صحن میں تین راستوں سے داخل ہوا جا سکتا ہے۔ ایک راستہ جنوب مغربی دیوار میں ہے' ایک راستہ مشرقی کونے میں ہے' تیسرا راستہ شمالی دیوار میں ایک بہت بڑا در ہے جو ایک پختہ سڑک سے وابستہ ہے۔

میدانی صحن میں ایک چاہ چرخی مع ایک غسل خانہ اور چند وضو کرنے والی ٹوٹیوں کے موجود تھی۔ اس کے غرب رویہ گیارہ قبریں تھیں جو تین رووں میں تھیں۔ پہلی رو میں تین قبریں' دوسری رو میں دو قبریں اور تیسری رو میں چھ قبریں تھیں۔ دوسری رو میں پہلی قبر سید شرف علی شاہ زنجانی مرحوم کی تھی۔ تیسری رو میں پہلی چار قبریں زمین کے ساتھ وابستہ تھیں صرف اینٹوں کے نشان قبروں کی بقا کو ظاہر کرتے تھے۔ پھر دو قبریں پختہ تھیں۔ ان میں ایک قبر کو چھوڑ کر آخری پختہ قبر محمد امین چشتی مرحوم کی تھی جو حضرت میراں حسین کے بہت زیادہ معتقد تھے اور عرصہ دراز تک حضرت کے مزار پر حاضری دیتے رہے۔

Marfat.com

چاہ چرخ اور قبروں کے علاوہ اس میدانی احاطے میں تین درخت بڑ کے ہیں۔ مورخہ 21 فروری 1969ء کو اس میدانی احاطے میں چاہ چرخی کو اکھیڑ کر اینٹوں کا فرش لگوا دیا گیا ہے اور گیارہ قبروں کی بجائے صرف نو قبروں کے نشان فرش پر لگائے گئے ہیں اور یہ بھی ان کے اصلی مقام پر نہیں ہیں۔ صوفی امین چشتی کی قبر پر کتبہ لگا ہوا ہے۔

تعمیر شدہ عمارت کے اندر جانے کے لئے ایک ڈیوڑھی سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس ڈیوڑھی کا در کلاں آمد و رفت شرق رویہ ہے۔ یہ ڈیوڑھی پرانی تعمیر شدہ ہے اور صدر ڈیوڑھی کے نام سے موسوم ہے۔ صدر ڈیوڑھی کے شمال کی جانب دو پختہ کمرے ہیں جو عرس کے موقع پر انتظامیہ کے بیٹھنے اور لنگر تقسیم کرنے کے کام آتے تھے۔

صدر ڈیوڑھی سے جنوبی رویہ درگاہ شریف کے اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ ہے۔ پہلے وہاں صرف محرابی در تھا اور اس کے ساتھ جنوبی ڈیوڑھی تھی۔ اس میں دربار کے اندر جانے کا صدر دروازہ تھا لیکن عرصہ سے وہ دروازہ بند کر دیا گیا ہے۔

جنوبی ڈیوڑھی کی شرقی جانب باہر کی طرف ایک چھوٹا سا پختہ کمرہ ہے جس کے اندر دو قبریں ہیں۔ ایک قبر سید محمد علی شاہ سجادہ نشین دربار ہذا اور درگاہ حضرت صدر دیوان زنجانی کی ہے۔ اس کمرے سے متصلہ باہر کی شمالی جانب ایک چبوترے پر تین قبریں ہیں۔ اس کمرہ کے ساتھ جنوب رویہ بمعہ چاردیواری کسی زمانے میں تالاب تھا لیکن اب وہاں تالاب نہیں بلکہ وضو کے لئے ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس تالاب کے غرب رویہ ایک دالان ہے جس سے گزر کر روضہ مبارک پر پہنچا جا سکتا ہے۔

دربار کے اندرونی حصے کا صحن زیادہ کشادہ نہیں صرف 34 فٹ چوڑا اور پچاس فٹ لمبا ہے۔ دربار کے صحن کے عین درمیان میں حضرت سید میراں

Marfat.com

حسین زنجانی کے روضہ مبارک کا گنبد ہے جو آٹھ محرابی دروں پر بنا ہوا ہے۔ اس چبوترے پر حضرت کے مزار مبارک کا تعویذ ہے جو پر عام طور پر خوبصورت سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ محرابی دروں کے اوپر سبز رنگ کا گنبد بنا ہوا ہے۔ ہر محرابی در پر ایک کتبہ نما جگہ ہے جن میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

آفتاب فیض عالم ماہتاب اولیاء
سینہ میراں حسین ام الکتاب اولیاء
المدد یا سر احمد نور ما قرآن ما
یا چہار و پنج گنج اولیاء کبریا
المدد یا پیر کامل المدد آل عبا
یک نگاہ گاہ گاہ محمد مصطفیٰ
باادب باش اینجا ہست شاہے
نظام جملہ عالم در نگاہے
غوث الاعظم درمیان اولیاء
چوں محمد درمیان انبیاء
راہ تاریک است و منزل دور دور
یک طرف کن گیسوئے خمدار را
جملہ عالم تشنہ دیدار تست
رونق پردہ مکن رخسار را!
نور بخش ہر دو عالم گنج اسرار خدا
کاملاں را پیر کامل عارفاں را رہنما

گنبد کے مشرق رویہ چراغ دان تھا۔ اب بھی وہاں پر لوگ چراغ جلا لیتے ہیں۔ کسی زمانے میں سابقہ عمارت کا صدر دروازہ وہاں پر تھا۔ گنبد کے شمال رویہ

Marfat.com

عورتوں کے لئے ایک دالان ہے جس کے چار بڑے در ہیں۔ اس دالان کے درمیان گنبد تک ایک چھوٹی سی دیوار ہے جس سے عورتوں کے لئے علیحدہ باپردہ جگہ کا انتظام ہے۔ اس دالان کے شمال رویہ باہر کی طرف عورتوں کے لئے آنے جانے کا دروازہ ہے۔ اس دالان کے غرب اور مسجد کے شمال رویہ متصلہ ایک حجرہ ہے جو امام صاحب کی خلوت کے لئے مقرر ہے اور وہاں بیٹھ کر امام صاحب دینی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

روضہ مبارک کے گنبد کے غرب رویہ تھوڑے سے صحن کو چھوڑ کر مسجد ہے جو ساڑھے ستائیس فٹ لمبی اور چودہ فٹ چوڑی ہے۔ مسجد کے تین دروازے محرابی شکل کے ہیں جن میں سبز رنگ کے طاق لگے ہوئے ہیں۔ مسجد میں تین الماریاں بمع طاق و تختہ ہیں۔ دو کھڑکیاں غرب رویہ اور ایک کھڑکی جنوبی دیوار میں بھی ہے۔ اب ایک کھڑکی میں سپیکر کے لئے لوہے کی الماری فٹ کر دی گئی ہے۔

مسجد کے ساتھ جنوب رویہ اور گنبد سے مغرب کی جانب ایک دالان ہے جس میں زائرین زیادہ تر بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ اس دالان کے عقب میں ایک کمرہ ہے۔

گنبد سے جنوب مشرقی رویہ کونے میں چلہ مبارک خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ ہے جس کا دروازہ جنوب رویہ دالان میں ہے۔

مسجد کے عقب میں غرب رویہ باہر کی جانب ایک اونچی ٹیکری ہے جس پر قدیم قبریں ہیں جو تعداد میں مورخہ 69-2-16 کو 55 تھیں۔

Marfat.com

دربار کی موجودہ حالت

دربار کی موجودہ عمارت ایک خوبصورت روضہ مبارک کے سبز گنبد' ایک مسجد اور چند دالانوں پر مشتمل ہے۔ پرانی مسجد کو شہید کر کے نئی بنیادوں پر ایک مسجد کی تعمیر شروع ہوئی جس کا آغاز حاجی امجد اور دوسرے اراکین نے ذاتی دلچسپی لے کر کیا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسجد کا کام 90 فیصد مکمل ہوا ہے اور بقایا جاری ہے۔ مسجد کے صحن میں تین راستوں سے داخل ہوا جا سکتا ہے۔ ایک راستہ شمالی جانب لوہے کے بڑے دروازے سے بنا ہوا ہے اور ساتھ ہی اوپر منزل کی جانب سیڑھی ہے۔ ایک دروازہ جانب مشرق ہے اور پھر مین دروازہ ہے۔ ان میں کافی بڑے در ہیں۔ ان کے ساتھ ہی وضو کرنے کے لئے پہلے کی نسبت زیادہ تعداد میں ٹونٹیاں موجود ہیں جن کے ساتھ ہی سیڑھیاں اوپر جاتی ہیں۔ صحن کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور دیواروں پر بھی سنگ مرمر موجود ہے۔ دربار کے اندرونی حصے کا صحن اب پہلے کی نسبت زیادہ بڑا اور کشادہ ہے اور نمازی اب زیادہ تعداد میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ گنبد کے شمال رویہ عورتوں کے لئے ایک دالان ہے جس کے چار بڑے در ہیں۔ اس دالان کے درمیان میں گنبد تک ہر طرف دیوار ہے جس سے عورتوں کے لئے علیحدہ باپردہ جگہ کا انتظام ہے۔ اس دالان کے شمال رویہ باہر کی طرف عورتوں کے لئے آنے جانے کا دروازہ ہے اور ساتھ ہی عورتوں کے لئے جائے حاجت اور شفاخانہ ہے جس کی تعمیر میں طاہر ندیم بٹ نے ذاتی دلچسپی لے کر کام کروایا۔ اس کے علاوہ شمال رویہ باہر کی طرف مسجد کے شمال رویہ متصلہ ایک حجرہ ہے جو امام صاحب کی خلوت کے لئے مقرر ہے۔ وہاں بیٹھ کر امام صاحب دینی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی

Marfat.com

لنگر خانہ موجود ہے۔ روضہ مبارک کے گنبد کے غرب رویہ زائرین بیٹھ کر زیادہ تر قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی لوہے کی الماریاں بمع طاق و تختہ ہیں۔ دربار کے صحن کے عین درمیان حضرت میراں حسین زنجانی کے روضہ مبارک کا گنبد ہے۔ جو آٹھ محرابی دروں پر بنا ہوا ہے۔ اس چبوترے سے دو فٹ اونچا حضرت کے مزار مبارک کا تعویذ ہے جس پر عام طور پر خوبصورت سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ روضہ مبارک کا گنبد جو اب مسجد کی چھت بننے کے بعد نیچے سے نظر نہیں آسکتا لیکن فضا سے نظر آتا ہے یا پھر چھت پر سے نظر آتا ہے۔

ہر سال 12 ربیع الاول کو دربار کی کمیٹی غسل مبارک کا اہتمام کرتی ہے اور سادات زنجانیہ کی طرف سے صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی اور پیر سید علی رضا زنجانی 19 شعبان کو غسل مبارک کا اہتمام کرتے ہیں جس میں نعت خواں حضرات اور علماء کی بھرپور شرکت ہوتی ہے۔ 19 شعبان آپ سرکار کے دنیا سے وصال کرنے کا دن ہے۔

گنبد مبارک کے ہر محرابی در پر ایک کتبہ نما جگہ ہے جس پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں روضہ مبارک کے نزدیک تین سرخ پتھروں کی قبریں اور تین سنگ مرمر کی قبریں موجود ہیں جو سابقہ سجادہ نشین حضرات کی ہیں۔ سرخ پتھر کی قبروں میں سے پہلی قبر سجادہ نشین پیر سید احمد شاہ زنجانی پیر طریقت رہبر شریعت کی ہے اور دوسری ان کے دو بیٹوں حضرت پیر سید شفقت علی شاہ زنجانی سجادہ نشین اور حضرت پیر سید مدد علی شاہ زنجانی کی قبریں ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت پیر سید سردار علی شاہ زنجانی کے علاوہ دو خواتین سادات کی قبریں ہیں۔ ان سجادہ نشین حضرات ہی کی بدولت گنبد کی تعمیر ہوئی اور مسجد کی بنیاد اور آغاز ہوا۔ پیر سید شفقت علی شاہ زنجانی نے امامت کے فرائض انجام دیئے تھے۔

اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کے نشان ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ سرخ پتھر کی

Marfat.com

قبروں کی تعمیر کو تقریباً ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ان قبروں کی چار دیواری پہلے لوہے کی جالی تھی اب اس کی جگہ سنگ مرمر کی چار دیواری بندہ ناچیز سید افضال حسین زنجانی نے بنوائی ہے۔

اس کے علاوہ مشرق کی جانب چار قبریں زمین کے ساتھ وابستہ ہیں جن میں ایک قبر سجادہ نشین حضرت سید محمد علی شاہ زنجانی کی ہے۔ تھوڑے فاصلہ پر حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی چلہ گاہ ہے۔ اس جگہ آپ سرکار نے اعتکاف کیا اور آپ کی اس جائے اعتکاف کو چلہ گاہ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے جو مزار مبارک کے پائنتی جانب مرجع خلائق ہے اس کا دروازہ جنوب رویہ دالان میں ہے۔ اس کو پہلے سے بہتر طور پر جناب حاجی امجد مصری شاہ نے اپنی ذاتی کاوش سے مکمل سنگ مرمر سے تعمیر کروایا ہے اور یہ اب پہلے کی نسبت بہت زیادہ خوبصورت نقش و نگار کے ساتھ شان و شوکت سے چمک رہا ہے۔ حاجی امجد مصری شاہ ہمیشہ درباری معاملات میں ذاتی دلچسپی لیتے ہیں اور عرس کے موقع پر اپنے گھر سے چادر سہرا بڑی دھوم دھام سے لے کر آتے ہیں جس کا منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

Marfat.com

عرس مبارک

عرس کی ابتدا کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ عرس کی ابتدا کب ہوئی اور کس نے کی؟ لیکن اتنا ضرور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ صدیوں سے آپ کا عرس منایا جا رہا ہے۔ تاریخ کی معتبر اور پرانی کتابوں میں آپ کے عرس کا حوالہ ضرور ملتا ہے۔ تحقیقات چشتی اور تاریخ لاہور از کنہیا لال میں لکھا ہے کہ سکھوں کے زمانے میں آپ کے مزار پر بہت بڑا میلہ لگتا تھا۔

سجادہ نشین پیر سید احمد شاہ زنجانی اور پیر سید مدد علی شاہ زنجانی کے عہد سجادہ نشینی میں بھی عرس بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا رہا ہے۔

سجادہ نشین سردار علی شاہ 1924ء میں سجادہ نشین مقرر ہوئے اور دربار پر اوقاف کا قبضہ ہونے تک وہ عرس کرواتے رہے۔ اس عرصہ کے دوران تقریباً پندرہ سال ان کے چچا سید شفقت علی شاہ بھی ایک عرس کرواتے رہے۔ اس طرح سال میں دو عرس ہوا کرتے تھے لیکن 1960ء سے اوقاف کا قبضہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی عرس بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔

پہلے عرس کے واسطے ہفتے اور اتوار کا دن مقرر کیا جاتا تھا لیکن اب جمعرات اور جمعہ کے دن عرس ہوتا ہے۔ مقررہ دن سے کئی روز پہلے ہی دربار کے ارد گرد مختلف انواع کی دکانیں لگنا شروع ہو جاتی ہیں اور عرس کے دنوں میں تو دربار کے ارد گرد سڑکوں اور گلیوں میں بہت زیادہ رونق ہو جاتی ہے۔

جمعرات کو دو بجے شب عقیدت مند اور شرفاء لاہور مزار اقدس کو غسل دینے کی غرض سے اکٹھے ہوتے ہیں۔ جب خدام اور سجادہ نشین حضرات غسل دینے میں مصروف ہوتے ہیں تو دیگر حضرات آستانہ عالیہ کے سامنے کھڑے ہو کر کلمہ

Marfat.com

طیبہ کا ذکر کرتے ہیں۔ غسل کے فوراً بعد سہرا روضہ مبارک کے صدر دروازے کے اوپر لٹکا دیا جاتا ہے جو سال بھر لٹکا رہتا ہے۔

صبح کی نماز کے بعد امام صاحب کی زیر نگرانی قرآن پاک کا ختم ہوتا ہے۔ جمعرات کے روز باہر میدانی احاطے میں محفل سماع کے لئے سائبان وغیرہ لگائے جاتے ہیں۔ شام کے وقت دربار کے اندر چراغ دان میں چراغ جلائے جاتے ہیں۔ گنبد کے اندر رنگین بلبوں سے روشنی کی جاتی ہے اور دربار بقعہ نور بن جاتا ہے۔

عشاء کی نماز کے بعد میدانی علاقے میں محفل سماع شروع ہوتی ہے جو رات کے آخری پہر تک جاری رہتی ہے۔ اس محفل کا ہجوم' جوش و خروش اور ایمانی فضا دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ محفل سماع میں قوال عارفانہ کلام پیش کرتے ہیں۔ سینکڑوں طالبان حقیقت اور گدایان عشق اپنا کاسہ گدائی بھرتے اور تشنگی بجھاتے ہیں۔

دربار کے اندر صحن اور دالانوں میں نعت خوانی کی محفل ہوتی ہے جس میں لاہور کے معزز اور صاحب شہرت نعت خواں حضرات اپنا کلام سناتے ہیں۔ صاحب ذوق حضرات بڑے ذوق و شوق سے نعتیہ کلام سنتے ہیں۔ آخر میں ختم غوثیہ پڑھا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں درود و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد تبرک تقسیم کیا جاتا ہے جس میں عام طور پر حلوہ اور نان ہوتا ہے۔

جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو سابقہ سجادہ نشین حسب سابق اب بھی عزیز و اقارب اور معتقدین کے ہمراہ ایک سبز رنگ کا جھنڈا لے کر اپنے گھر سے ایک جلوس کی شکل میں روانہ ہوتے ہیں۔ اس جلوس میں قوال اور بینڈ بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ وہ جلوس چاہ میراں کے بازار سے ہوتا ہوا کھوئی پر حاضر ہوتا ہے۔ راستے میں عقیدت مند سجادہ نشین کے سر پر دستاریں باندھتے ہیں۔ کھوئی پر حاضری دینے کے بعد جلوس دربار کی طرف آتا ہے اور دربار کے صدر

Marfat.com

دروازے پر ختم ہو جاتا ہے۔ سجادہ نشین صاحب دربار کے اندر داخل ہوتے ہیں اور آستانہ عالیہ کے دروازہ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں جہاں پر امام صاحب سجادہ نشین صاحب کی لائی ہوئی شیرینی پر ختم شریف پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد شیرینی تقسیم ہوتی ہے۔ آخر میں سجادہ نشین صاحب مزار اقدس پر سبز رنگ کا غلاف چڑھا کر دعا مانگ کر واپس چلے جاتے ہیں۔

جمعہ کے روز صبح سے ظہر تک بڑے دالان میں حضرت سید میراں حسین زنجانی کی شان میں مشاعرہ ہوتا تھا جس میں بلند پایہ شعراء کرام اپنا کلام پیش کرتے تھے۔ مشاعرہ کے بعد نعت خوانی کا ختم شریف ہوتا تھا مگر اب عموما محفل نعت ہی ہوتی ہے اور ختم شریف کے بعد عام لنگر تقسیم کیا جاتا ہے جس میں عام طور پر دال اور نان ہوتا ہے۔ لنگر شام تک تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ دربار کے باہر میدانی احاطے میں شام کو عرس کی تقریبات ختم ہو جاتی ہیں۔

ہر سال سینکڑوں فقراء' درویش اور ملنگ میدانی احاطے میں گروہ در گروہ ڈیرہ لگا کر دربار اقدس پر حاضری دیتے ہیں اس کے علاوہ بہت سے پیر اپنے مریدوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے ہیں اور روحانی طور پر فیض یاب ہوتے ہیں۔

Marfat.com

سجادہ نشین

حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد

درگاہ حضرت سید میراں حسین زنجانی واقع چاہ میراں لاہور اور مزار حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان واقع بیرون میو ہسپتال لاہور کے سجادہ نشین حضرت سید یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت سید یعقوب زنجانی کا مزار چونکہ شروع سے لاہور شہر کی آبادی کے قریب واقع تھا اس لئے حضرت کی اولاد عرصہ دراز تک چوک متی شاہ عالمی میں آباد رہی لیکن جب آپ کے مزار کے گرد آبادی ہو گئی تو آپ کی اولاد بھی آپ کے مزار کے متصل آباد ہو گئی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے مزار کے ارد گرد چونکہ صدیوں تک آبادی نہ ہوئی اس لئے حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد کے افراد یہاں آباد نہ ہو سکے لیکن جوں ہی یہاں آبادی ہوئی تو سید کرم علی شاہ کی اولاد یہاں آکر آباد ہو گئی۔ سید کرم علی شاہ حضرت سید یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے تھے اور آپ کے مزار کے سجادہ نشین تھے۔ صاحب تحقیقات چشتی کے مطابق حضرت سید کرم علی شاہ زنجانی کے سجادگان کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان

Marfat.com

سید محمد قاسم زنجانی

↓

سید امیر علی زنجانی

↓

سید اسماعیل زنجانی

↓

سید امیر احمد زنجانی

↓

سید ابوبکر زید عبدالجلیل حاجی الحرمین

↓

سید منصور مکی عرف المعروف میراں سید محمد زنجانی

↓

سید تاج الدین زنجانی

↓

سید سید محمد زنجانی

↓

سید کمال الدین المعروف ابوالصراج زنجانی

↓

سید عبدالواحد زنجانی

↓

سید سراج الدین زنجانی

↓

سید مونگہ شاہ زنجانی

↓

سید نصیر الدین زنجانی

Marfat.com

سید ابی شاہ زنجانی

↓

سید جلال الدین شاہ زنجانی

↓

سید شرف الدین زنجانی

↓

سید عطاء اللہ زنجانی

↓

سید رکن الدین زنجانی

↓

سید احمد شاہ زنجانی

↓

سید محمد زنجانی

↓

سید دادن شاہ زنجانی

↓

سید نور علی زنجانی

↓

سید خیر الدین زنجانی

↓

سید چھمبو شاہ اللہ زنجانی

↓

سید محمد حسین زنجانی

↓

سید نور حسین زنجانی

Marfat.com

سید قطب شاہ زنجانی

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر سید کرم علی شاہ زنجانی سابقہ سجادہ نشین

سید احمد شاہ زنجانی سابقہ سجادہ نشین

سید اکبر شاہ زنجانی — سید محمد علی شاہ زنجانی — سید برکت علی شاہ زنجانی — سید شفقت علی شاہ زنجانی سابقہ سجادہ نشین

پیر سید سردار علی شاہ زنجانی سابقہ سجادہ نشین

پیر علی رضا زنجانی

سید اصغر علی شاہ زنجانی — سید ارشاد علی شاہ زنجانی

سید امانت علی شاہ زنجانی — سید ذوالفقار علی شاہ زنجانی — سید اقبال علی شاہ زنجانی

سید ریاض علی شاہ زنجانی

سید اقبال حسین زنجانی — سید سخاوت علی شاہ زنجانی — سید شبیر حسین زنجانی

سید لیاقت علی شاہ زنجانی — سید افضل حسین زنجانی — سید تنبیر اصغر شاہ زنجانی

سید کاشف اقبال زنجانی — سید ہادی میراں حسین زنجانی — سید ذیشان افضل زنجانی

سید شہریار شاہ زنجانی

سید علی تصدق شاہ زنجانی — سید مدثر شاہ زنجانی

سید مصدق شاہ زنجانی

Marfat.com

حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان

آپ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے حقیقی بھائی اور عمر میں حضرت سید موسیٰ زنجانی سے بڑے تھے۔ 356ھ میں حضرت علی محمود کے گھر پیدا ہوئے۔ دوسرے بھائیوں کی طرح ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر زنجان کے امام مسجد سے عربی اور فارسی کی تکمیل کی۔ آپ کے والد بہت بڑے عالم اور زاہد و عابد بزرگ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تربیت نہایت پاکیزہ ماحول میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار نے آپ کی تعلیم اور تربیت اخلاق پر بہ نفس نفیس توجہ فرمائی۔ ایک روایت کے مطابق 20 سال کی عمر میں آپ نے فقہ' حدیث اور تفسیر کی تعلیم مکمل کرلی۔

آپ نے علوم باطنی سے بہرہ ور ہونے کے لئے اپنے والد محترم کے دست مبارک پر ہی بیعت کی جو زنجان میں اپنے زمانے کے جید عالم اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل پیر طریقت تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ نے اپنے بھائی حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے ہمراہ لاہور کا سفر اختیار کیا جس کس مفصل ذکر حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے سفر میں کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا آپ کی آمد کا سن بھی وہی ہے وہ حضرت میراں حسین زنجانیؒ کی آمد کا ہے یعنی 387ھ بمطابق 997ء۔ زنجان سے لاہور تک کا سفر ایک طویل تبلیغی سفر تھا اور پھر اس زمانے کا سفر جب کے سفر کے خاطر خواہ انتظامات بھی نہ تھے۔ راستے دشوار گزار تھے اور راستے میں آپ کو بے شمار تکالیف کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ نے تمام تکالیف رضائے الٰہی کی

Marfat.com

خاطر بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ اس سفر سے قبل آپ کی شادی ہو چکی تھی چنانچہ آپ اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے کر لاہور آئے۔

آپ کی آمد کے بارے میں تاریخی اختلاف

تذکرہ نگار آپ کی آمد کے سن کے بارے میں متفق نہیں۔ سفینہ اولیاء میں داراشکوہ نے لکھا ہے کہ 557ھ میں حضرت صدر دیوان زنجانی کہ اصلی نام ان کا سید یعقوب زنجانی تھا' شیخ المشائخ حضرت سید حسین زنجانی' سید اسحٰق زنجانی اور امام علی الحق کے ہمراہ لاہور تشریف لائے۔ تحقیقات چشتی اور تاریخ لاہور مولفہ کنہیا لال میں لکھا ہے کہ 535ھ میں بعہد سلطان بہرام شاہ غزنوی شیخ المشائخ حضرت شاہ حسین زنجانی سید اسحٰق زنجانی کے ہمراہ تشریف لائے۔ عجیب بات ہے کہ دونوں مصنفین نے شاہ حسین زنجانی کی وفات 431ھ لکھ دی ہے بلکہ ہسٹری آف لاہور کے مصنف سید محمد لطیف اور محمد الدین فوق نے بھی سوانح داتا گنج بخش میں حضرت شاہ حسین زنجانی کی تاریخ وفات 431ھ لکھی ہے لیکن تذکرہ حضرت صدر دیوان میں دونوں مصنفین کا یہ بھی تسلیم کرنا ہے کہ حضرت شاہ حسین زنجانی 431ھ میں وفات پا گئے اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ وہ 535ھ بعہد بہرام شاہ لاہور تشریف لائے' کس طرح درست ہو سکتا ہے بلکہ تحقیقات چشتی کے مصنف نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ ان ہر سہ زنجانی بزرگوں کے ساتھ حضرت امام علی الحق بھی جن کا مزار سیالکوٹ میں ہے اور جو ان کے قریبی رشتہ دار تھے' تشریف لائے۔ لیکن جب ان کی تاریخ بیان کی جائے تو یہ واقعہ بھی سر تا پا غلط نظر آتا ہے اس لئے سیالکوٹ کی تاریخوں میں امام علی الحق کی آمد کا ذکر سلطان فیروز شاہ کے زمانے میں بیان کیا گیا ہے۔ سلطان فیروز 50 سال کی عمر میں 752ھ میں دہلی کا بادشاہ بنا اور 789 میں عالم پیری کی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں اس نے اپنے فرزند کو سلطنت سونپ دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بیان

Marfat.com

سراسر غلط ہے کہ حضرت امام علی الحقؒ ان تینوں زنجانی بھائیوں کے ساتھ تشریف لائے کیونکہ امام علی الحق اور تذکرہ بزرگان زنجان کے زمانوں میں ساڑھے تین سو سال سے زیادہ کا فرق ہے۔ لاہور میں تشریف لانے کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت میراں حسین کی رائے کے مطابق لاہور کے جنوبی علاقے میں سکونت اختیار کی۔ یہ وہی علاقہ ہے جو بعد میں شاہ عالمی کے نام سے مشہور ہوا۔

آپ چونکہ عیال دار تھے اور آپ کی بیوی آپ کے ہمراہ آئی تھی اس لئے رہائش کے لئے ٹھکانا بنانا ضروری تھا۔ آپ نے شروع میں محنت مزدوری کو ذریعہ معاش بنایا۔ محنت کا جو کام مل جاتا کر لیتے۔ لہٰذا کچھ عرصے کے بعد آپ کا رہنا سہنا درست ہو گیا۔ آپ صاحب شرع بزرگ تھے اور ظاہری شریعت کے سختی سے پابند تھے۔ آپ کا ہر فعل سنت کے مطابق تھا۔ محنت مزدوری کے ساتھ ساتھ آپ نے ذکر د فکر بھی جاری رکھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے عمل سے لوگوں کے دل میں مقام پیدا کیا۔ آپ لوگوں کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اس لئے لوگ آپ کے اخلاق صالح کے گرویدہ تھے۔

آپ کی بزرگی کا چرچا یوں ہوا کہ ایک دفعہ چند مصائب زدہ ہندو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت بارگاہ الٰہی میں ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ ہماری مشکلات آسان ہو جائیں۔ آپ نے بارگاہ رب العزت میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ یا الٰہی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سائلان کی مدد فرما۔ لوگ دعا کروانے کے بعد واپس چلے گئے۔ دوسرے ہی روز ان سب کی مرادیں پوری ہو گئیں۔ چنانچہ وہ نذر و نیاز لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ سے آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا۔ بعدازاں بہت سی کرامات اور اخلاق و عادات کے اظہار سے لاہور کے علماء و شرفاء بھی آپ کی بزرگی اور شرافت کے قائل ہو گئے۔ آپ نہایت وسیع الاخلاق بزرگ تھے۔

آپ کا قاعدہ تھا کہ جو بھی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اس سے

Marfat.com

بڑی خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے اور اس کے حال پر شفقت فرماتے کہ اسے سو فی صد یقین ہو جاتا کہ آپ صرف میرے حال پر ہی کرم فرماتے ہیں۔

بے شمار لوگ روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے روحانی فیض و برکت کی بدولت اسلام کی روشنی سے پانے قلوب کو منور کرتے۔ چنانچہ اس شمع معرفت کی کرنوں کی روشنی اور چمک سے لاہور کی ظلمت کفر و شرک ختم ہونا شروع ہو گئی۔

آپ کے فیوض برکات سے نہ صرف کثیر تعداد میں لوگ مسلمان ہوئے بلکہ پنجاب کا فرماں روا بھی آپ سے فیض یاب ہو کر آپ کا معتقد ہوا۔ آپ کے زمانہ میں غزنوی حکومت کی طرف سے باہلم لاہور کے صوبے کا گورنر تھا۔ باہلم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تاکہ غزنوی خاندان کا رعب ہندوؤں پر چھا جائے۔ باہلم حضرت صدر دیوان زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور فتح کے لئے دعا کروائی تو آپ نے فرمایا جاؤ حملہ کرو خدا تعالیٰ تمہیں فتح دے گا۔ جب باہلم نے ناگور کی ریاست پر حملہ کیا تو فتح نصیب ہوئی۔ قبولیت دعا کا یہ عظیم الشان نشان دیکھ کر وہ آپ کا مرید ہو گیا اور اپنی بہت سی زمین آپ کی نذر کی جس سے آپ کا خزانہ ظاہری دولت سے بھی پر ہو گیا۔ اس نے آپ کا وظیفہ بھی مقرر کیا جس سے آپ کی بقیہ زندگی معاشی اعتبار سے بہت اچھی گزری۔

شادی اور اولاد

آپ کی شادی 20 سال کی عمر میں ابو محمد کی بیٹی سے ہوئی جو آپ کے والد کے چچا سید عبداللہ اسحاق کے فرزند تھے۔ اس عفیفہ کا اسم نام زینب تھا جس کے بطن اطہر سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام سید قاسم تھا۔ انہی سے لاہور میں سادات زنجانیہ کے سلسلے کا آغاز ہوا۔

Marfat.com

وفات

آپ نے 640ھ میں وفات پائی اور آپ کی قیام گاہ میں ہی آپ کو دفن کیا گیا جو آج کل آپ کا مزار مبارک ہے۔ تحقیقات چشتی میں آپ کی وفات کا سن بحوالہ سفینۃ اولیاء 604 درج ہے پھر اسی سن کو حضرت میراں حسین زنجانی کی وفات کا سال بھی قرار دیا جاتا ہے جو غلط ہے۔ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں اس سلسلے پر تحقیقات چشتی کے حوالے سے مفصل بحث کی جا چکی ہے۔ پس 460ھ آپ کا سن وفات درست ہے۔ (ملفوظات قاسمیہ از سید محمد قاسم زنجانی بن سید یعقوب زنجانی المشہور حضرت شاہ صدر دیوان)

مزار مبارک

تحقیقات چشتی میں آپ کے مزار سے متعلقہ عمارات و قبور کا مفصل حال درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مزار کا احاطہ بہت وسیع ہے۔ غرب رویہ اس کے قصاب خانہ و مشرق رویہ تالاب رتن چند اور گردونواح تمام قبرستان ہے۔ سکھوں کے عہد عملداری میں اس مزار کے قبرستان کی حد بہت دور تک تھی۔ احاطہ مزار کی قبروں کے علاوہ داروغان مہاراجہ رنجیت سنگھ اور قضیان لاہور کے قبرستان بھی تھے۔ مزار کے مغرب کی جانب جو قصاب خانہ تھا اس کے ساتھ مزار سے متصلہ پہلوانوں کا اکھاڑہ تھا۔ قبر پر سنگ مرمر کا تعویذ تھا اور ایک طرف نشست گاہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی تھی۔ جو آج تک موجود ہے۔ جہاں انہوں نے اعتکاف کیا۔ غرب رویہ ایک مسجد پختہ عالیشان جس کے تین در محرابی کلاں ہیں۔ مشرقی جانب سبزی منڈی تھی۔

تاریخ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیا لال نے اپنی تاریخ لاہور میں حضرت صاحب کے مزار کے حالات درج کئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ آپ کا مزار چاردیواری کے اندر موجود ہے۔ آپ کا مزار ایک چبوترے پر ہے۔ چبوترے

Marfat.com

کے غرب رویہ پختہ عمارت ہے اور ایک عالیشان مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس کی تین محرابیں مقطع ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں اور بھی عمارات ہیں۔ پہلے ہر جمعرات کو یہاں میلہ لگتا تھا۔ اب ہر سال 16 رجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے لیکن اب کچھ چرچا نہیں کیونکہ دونوں طرف لالہ رتن چند کے تالاب اور ان کی سرائے نے مزار اور اس کی متعلقہ عمارتوں کو چھپا دیا ہے۔

محمد دین فوق اس مزار کا حال بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ مزار کا احاطہ بہت تنگ ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں مزار سے متعلقہ زمین متولیوں نے بیچ دی یا لوگ خود قابض ہو گئے۔ ذبح خانہ اور کشتی گیروں کے اکھاڑے بھی نابود ہو گئے ہیں۔ ذبح خانہ غالباً اس وقت یہاں سے ہٹایا گیا جب 1881ء میں میو ہسپتال اور میڈیکل کالج کی تعمیر شروع ہوئی۔ قبرستان بھی اس زمانے میں بند ہو چکا تھا۔ احاطہ مزار کی جو زمین دیوان رتن چند کی سرائے اور تالاب سے بچ گئی وہ یار لوگوں کے کام آئی۔ چنانچہ اب وہاں کئی مکان موجود ہیں۔ انہی میں خانقاہ کے متولی رہتے ہیں۔ کچھ زمین زنانہ ہسپتال والوں نے لے لی۔ سرائے رتن چند میں تو سبزی منڈی لگتی تھی۔ جب 1927ء میں لاہور میں ہندو مسلم فساد ہوا تو ہندوؤں نے سبزی منڈی بیرون موچی گیٹ کا بائیکاٹ کر کے اس سرائے میں ایک ہندو سبزی منڈی قائم کی۔ چونکہ وہ ہنگامی جوش تھا اس لئے زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

شاہ صدر دیوان زنجانی کا مزار مبارک اب نظروں سے بالکل پوشیدہ ہے۔ لیڈی ایچی سن ہسپتال کے دروازے سے مشرقی جانب تھوڑے سے فاصلے پر ایک پریس میں چھوٹی سی تنگ گلی گزرتی ہے جو سیدھی خانقاہ شاہ صدر دیوان پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ اس راستے کی دائیں جانب سرائے رتن چند کی پشت اور بائیں جانب زنانہ ہسپتال کی طویل دیوار ہے۔

مزار مبارک دوگنی قد آدم بلند چاردیواری کے اندر ہے اور اس چاردیواری کا

Marfat.com

دروازہ شرق رویہ ہے۔ دربار کی حدود میں داخل ہوتے ہیں دائیں جانب وضو کے لئے جگہ ہے اور بائیں جانب ایک چبوترہ ہے اس کے ساتھ ہی خانقاہ میں داخل ہونے کے لئے صدر دروازہ ہے جو محرابی شکل کا ہے جس کے اوپر سنگ مرمر کی تختی پر یہ شعر کندہ ہے۔

السلام اے لاڈلے شاہ علی
رہنماؤں کے صدر دیوان ولی

محرابی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی بائیں جانب اعتکافیہ حجرہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہے۔ اس سے ذرا آگے پختہ چاردیواری کے عین درمیان ایک بہت بڑے چبوترے پر شاہ دیوان زنجانی کا مزار مبارک ہے۔ یہ چبوترہ زمین سے تین فٹ بلند ہے اور اس پر دو فٹ اونچا ایک جنگلا لگا ہوا ہے۔ اس چبوترے کا جنگلا اور فرش خشتی ایک کشمیری نے 1940ء میں تعمیر کروایا تھا اس کا نام تاج الدین ولد فضل دین تھا۔ چبوترے کے جنگلے کا دروازہ جنوب رویہ ہے۔

چبوترے پر پانچ قبریں ہیں۔ تین قبروں کے بعد حضرت کے مزار مبارک کا تعویذ مبارک ہے اور آپ کے مزار کے بعد اسی چبوترے پر ایک اور قبر ہے۔ آپ کی قبر دوسری قبروں سے ذرا بلند ہے۔ آپ کی قبر کے علاوہ دوسری چار قبروں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ایک قبر آپ کے صاحبزادے سید محمد قاسم' دو قبریں بھتیجوں کی اور ایک آپ کی بیوی زینب کی ہے۔ آپ کی قبر پر اکثر سبز رنگ کا غلاف چڑھا رہتا ہے۔ چبوترہ کی شمالی جانب ایک چھوٹا سا چراغ دان بھی ہے۔

چبوترہ کے غرب رویہ ایک مسجد ہے سا کے تین محرابی دروازے ہیں۔ مسجد کے ساتھ جنوب کی طرف ایک اور چبوترے پر گیارہ قبریں ہیں جہاں پر ایک درخت "ون" اور ایک "نیم" کا ہے۔ ان قبروں میں سید کرم علی شاہ سجادہ

Marfat.com

نشین کی قبر بھی ہے۔ چاردیواری کے باہر خانقاہ کے صدر دروازے کے ساتھ ہی ایک کنواں اور بڑ کا درخت ہے۔

پیر سید کرم علی شاہ جو حضرت میراں حسین زنجانی کے حقیقی بھائی حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے تھے۔' ان کے پانچ بیٹے تھے سید محمد شاہ زنجانی (اولاد وزیر علی' انور علی)۔ سید چراغ شاہ زنجانی' سید احمد شاہ زنجانی (اولاد اکبر علی' مدد علی' برکت علی' شفقت علی)' سید ولی شاہ زنجانی (اولاد محمد علی' احمد علی' شیر علی' حامد علی)' سید خیر شاہ زنجانی (اولاد حسین علی' تاج علی' شرف علی' عنایت علی)

عرس مبارک

ہر سال 15' 16 رجب کو بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے جس میں سجادہ نشین اپنے خاندان کے ہمراہ حاضر ہوتے ہیں اور غسل مبارک اور محفل نعت کا اہتمام ہوتا ہے۔ جس میں بلند پایہ شعراء کرام اور نعت خوان حضرات اپنا کلام پیش کرتے ہیں۔ بعد میں ختم شریف کا اہتمام ہوتا ہے اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے جو شام تک تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ ہر سال فقراء' درویش اور ملنگ گروہ در گروہ دربار اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور ان کے علاوہ بہت سے سجادہ نشین اور پیر حضرات اپنے مریدوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتے ہیں اور روحانیت حاصل کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت سید موسیٰ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت سید موسیٰ زنجانی حضرت سید میراں حسین زنجانی کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کا اصل نام موسیٰ تھا۔ آپ عمر میں حضرت سید میراں حسین زنجانی اور حضرت یعقوب زنجانی سے چھوٹے تھے۔

حضرت موسیٰ زنجانی 359ھ میں خاندان سادات زنجانیہ کے چشم و چراغ جناب سید محمود علی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین نے آپ کو بھی کچھ بنیادی تعلیم گھر پر دی اور کچھ تعلیم آپ نے امام مسجد سے حاصل کی۔ حضرت سید محمود علی بذات خود دینی علوم سے اچھی طرح بہرہ ور تھے بلکہ عالم و فاضل تھے اسی وجہ سے گھر کا ماحول دینی تھا۔ اس دینی ماحول میں پرورش پانے کی وجہ سے بچپن ہی سے آپ کے رجحانات مذہبی تھے۔ اس کے علاوہ لڑکپن میں آپ کے ذہن پر صوفیانہ خیالات کا بھی اثر ہوا کیونکہ آپ کے والد ماجد ایک باعمل صاحب شریعت و طریقت صوفی تھے اور ان کی تربیت کی وجہ سے آپ کا رجحان بھی تصوف کی طرف تھا۔

جوانی کے عالم میں آپ نے والد ماجد کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹانا شروع کیا اور ساتھ ہی نیک کام بھی کرتے اور عبادت بھی کرتے۔

جب حضرت سید میراں حسین کو خرقہ خلافت ملا اور آپ واپس اپنے گھر زنجان آئے تو اس وقت آپ نے ان کے دست مبارک پر بیعت کی اور آپ کی ہدایت کے مطابق منازل سلوک طے کرنا شروع کر دیں۔ آپ کا سلسلہ طریقت

Marfat.com

بھی جنیدیہ تھا جو حضرت سید میراں حسین زنجانی کا تھا۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد آپ نے بھی ان کے ہمراہ ہندوستان کا تبلیغی سفر اختیار کیا اور زنجان سے لاہور تک طویل راستے میں سفر کی تمام صعوبتیں رضائے الٰہی سے برداشت کیں۔

لاہور میں آپ کی آمد کا سن بھی 387ھ ہے جو کہ حضرت سید میراں حسین کی آمد کا ہے۔ لاہور میں آنے کے بعد شروع شروع میں کچھ عرصہ آپ نے اپنے بھائی حضرت یعقوب زنجانی ساتھ ہی قیام کیا پھر آپ نے لاہور شہر کی شمال مشرقی جانب رہنا شروع کر دیا جہاں آج کل مستی دروازہ ہے۔

آپ کبھی کبھار حضرت سید میراں حسین زنجانی سے ملتے رہتے تھے اور ان سے باطنی رہنمائی حاصل کرتے رہتے تھے۔ پہلے پہل آپ نے عرصہ دراز تک اللہ کا ورد کیا اور پھر اللہ الصمد کا ورد کیا اور ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔

جوں جوں وقت گزرتا گیا آپ پر مجذوبانہ کیفیات طاری ہو گئیں۔

شروع شروع میں آپ پر بہت گہری حالت جذب طاری ہوئی لیکن آہستہ آہستہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جذب کم ہوتا گیا لیکن آپ آخری دم تک مستانہ وار ہی رہے۔ حالت جذب میں آپ اکثر شہر میں پھرتے رہتے' جہاں دل چاہتا بیٹھ جاتے اور جب دل چاہتا اٹھ کے چل دیتے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آپ زیادہ تر بیٹھے ہی رہتے۔ بسااوقات ایسا بھی ہوتا کہ ہندو آپ کا مذاق اڑاتے لیکن آپ بے پرواہ تھے کیونکہ اللہ کے فقیر ہمیشہ ہی دنیا سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک ہندو عورت آپ کے پاس آئی جس کی لڑکی بہت زیادہ بیمار تھی۔ اس عورت نے بہت علاج کروایا لیکن شفایابی حاصل نہ ہوئی۔ جب اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ سائیں بابا دعا کریں کہ میری بیٹی

Marfat.com

تندرست ہو جائے تو آپ جہاں بیٹھے تھے وہاں سے تھوڑی سی خاک اٹھا کر لڑکی کو دی، وہ بالکل تندرست ہو گئی۔ اس عورت نے یہ واقعہ اپنے محلہ داروں اور رشتہ داروں کو بتایا۔ رفتہ رفتہ عام لوگوں میں بھی اس کرامت کا چرچا ہونے لگا۔ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ شہر کے باہر ایک فقیر بیٹھا رہتا ہے جس کی خاک پا میں تاثیر شفا ہے تو اکثر ہندو جو بیمار ہوتے، آپ کے پاس آتے اور جہاں پر آپ بیٹھے ہوتے وہاں سے خاک اٹھا کر لے جاتے اور شفا پاتے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ آپ پر جذب کا غلبہ ختم ہو گیا لیکن پھر بھی آپ اکثر اوقات حالت استغراق میں رہتے۔ جب یہ حالت ختم ہو جاتی تو آپ شہر جاتے، توحید کا پرچار کرتے اور لوگوں کو بتاتے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ اس پر اکثر ہندو آپ کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

آخری چند سالوں میں لوگوں نے آپ کو بہت تنگ کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ آپ وہاں سے ہجرت کر کے اس جگہ آ گئے جہاں آج کل آپ کا مزار مبارک ہے اور بقیہ زندگی وہیں گزار دی۔ آپ کبھی کبھی اپنے بھائی اور مرشد حضرت سید میراں حسین زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

آپ نے شادی نہیں کی اور تمام عمر عبادت الٰہی اور تبلیغ دین میں گزار دی۔ آپ نے 81 سال کی عمر پا کر 440ھ میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کی رسومات آپ کے چھوٹے بھائی حضرت یعقوب زنجانی نے ادا کیں۔

آپؒ کا مزار مبارک لاہور ریلوے سٹیشن سے شمال مشرقی جانب مرجع خلائق خاص و عام ہے۔ جس علاقے میں آپ کا مزار مبارک واقع ہے اس آبادی کا نام پہلے بھارت نگر تھا لیکن اب اس کا نام تبدیل کر کے پاک نگر رکھ دیا گیا ہے۔

Marfat.com

آپ کا روضہ مبارک ایک اونچی جگہ پر سڑک کے کنارے واقع ہے۔ آپ کا مزار مبارک ایک فٹ اونچے چبوترے پر ہے۔ مرقد مبارک کے اوپر سیمنٹ کی ایک چھت ہے جو چار ستونوں پر کھڑی ہے۔ روضہ مبارک کے جنوبی رویہ ایک پیپل کا درخت ہے اور غرب رویہ روضہ مبارک کے ساتھ ایک مسجد بنی ہوئی ہے جس کا صحن کھلا ہے۔

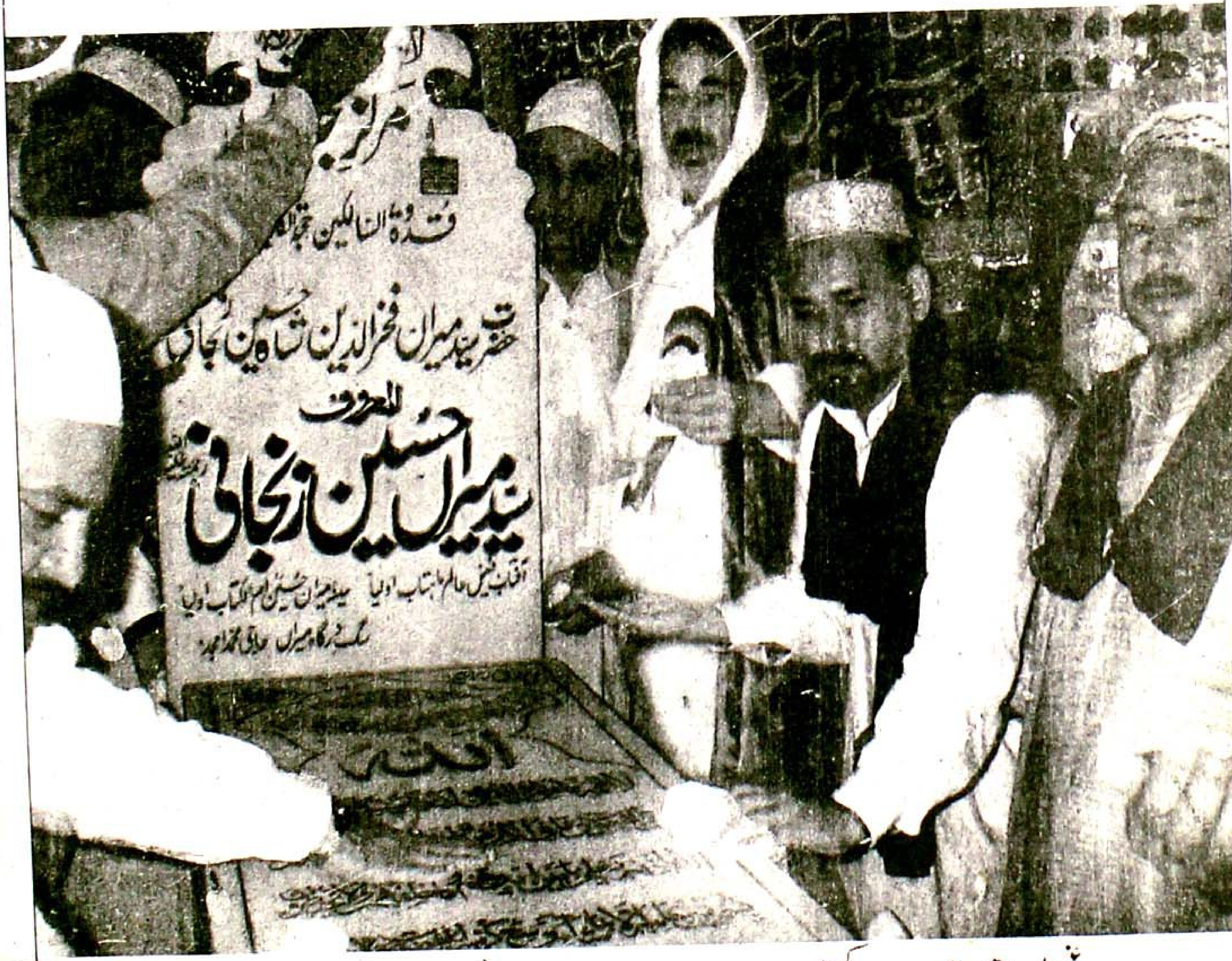

بدست غسل چیئر مین دربار کمیٹی حاجی محمد امجد ہمراہ سید افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد

درگاہ حضرت سید میراں حسین زنجانی واقع چاہ میراں اور مزار حضرت یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان واقع بیرون میو ہسپتال لاہور کے سجادہ نشین حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت یعقوب زنجانی کا مزار چونکہ شروع سے لاہور کی آبادی کے قریب واقع تھا اس لئے حضرت کی اولاد عرصہ دراز تک چوک متی شاہ عالمی میں آباد رہی لیکن جب آپ کے مزار کے گرد آبادی ہو گئی تو آپ کی اولاد بھی آپ کے مزار سے متصل آباد ہو گئی۔ حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ کے مزار کے اردگرد چونکہ صدیوں تک آبادی نہ ہوئی اس لئے حضرت یعقوب زنجانی کی اولاد کے افراد یہاں آباد نہ ہوئے لیکن جوں ہی یہاں آبادی ہوئی تو سید کرم علی شاہ کی اولاد یہاں آکر آباد ہو گئی۔ سید کرم علی شاہ یعقوب زنجانی کی اولاد میں سے تھے اور آپ مزار کے سجادہ نشین تھے۔ صاحب تحقیقات چشتی کے مطابق حضرت سید میراں حسین زنجانی کے سجادگان کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

حضرت سید یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان

سید محمد قاسم زنجانی

سید امیر علی زنجانی

سید اسماعیل زنجانی

سید امیر احمد شاہ

سید ابوبکر زید عبدالجلیل حاجی الحرمین

سید منصور مکی عرف میراں سید محمد زنجانی

سید تاج الدین زنجانی

Marfat.com

سید سید محمد زنجانی

سید کمال الدین عرف ابو الصراج زنجانی

سید عبد الواحد زنجانی

سید سراج الدین زنجانی

سید مونگہ شاہ زنجانی

سید نصیر الدین زنجانی

سید ابی شاہ زنجانی

سید جلال الدین زنجانی

سید شرف الدین زنجانی

سید عطاء اللہ زنجانی

سید رکن الدین زنجانی

سید احمد شاہ زنجانی

سید محمد شاہ زنجانی

سید دادن شاہ زنجانی

سید نور علی زنجانی

سید خیر الدین زنجانی

سید چھجو شاہ للہ زنجانی

سید محمد حسین زنجانی

سید نور حسین زنجانی

سید قطب شاہ زنجانی

پیر سید کرم علی شاہ زنجانی

حضرت میراں حسین زنجانی اور سید یعقوب زنجانی کے مزارات پر باقاعدہ سجادہ نشینی کا آغاز سید کرم علی شاہ زنجانی سے 1870ء کے لگ بھگ میں ہوا جبکہ وہ

Marfat.com

اندرون شاہ عالمی دروازہ ڈوگراں والی گلی بالمقابل مرزا حضرت یعقوب زنجانی میں رہائش پذیر ہو گئے اور مشائخ زنجانی کے تمام مزارات پر عرس کی تقریبات اور دوسرے انتظامی امور سنبھال لئے۔ جب اولاد جوان ہوئی تو سید احمد شاہ کو چاہ میراں منتقل کر دیا۔ حضرت یعقوب زنجانی المشہور شاہ صدر دیوان کے مزار کی سجادہ نشینی سید کرم علی شاہ کے دوسرے دو بیٹوں ولی شاہ اور خیر شاہ زنجانی کی اولاد کے حصہ میں آئی۔ سید کرم علی شاہ زنجانی اپنی دانش مندی اور فہم و فراست کی وجہ سے لاہور کے کئی دوسرے مزاروں کے سجادہ نشینوں میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھے اور وہ اکثر اپنے تنازعات میں سید کرم علی شاہ زنجانی کے ورود لاہور سے پہلے کم و بیش دو سو سال تک مزارات حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت یعقوب زنجانی اور حضرت موسیٰ زنجانی پر ہر سال عرس کی تقاریب بزرگان سادات زنجانی از فتح ریحان، نتھو کوٹ، بھڑتھ و تیلج بڑے اہتمام سے منعقد کراتے رہے ہیں مگر انہوں نے باقاعدہ سجادہ نشینی اختیار نہ کی بلکہ ان کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ اس خانوادے کے یکے بعد دیگرے کئی جید علماء و مشائخ مشہور خلائق ہیں۔ اس علمی و روحانی گھرانہ کو شاہ جہاں اور اورنگ زیب عالم گیر اور عہد محمد شاہی میں روحانی مقام حاصل ہوا۔

سید کرم علی شاہ زنجانی کے بیٹے سید احمد شاہ زنجانی کے چار بیٹے سید اکبر شاہ زنجانی، سید مدد علی شاہ زنجانی، سید برکت علی شاہ زنجانی، شفقت علی شاہ زنجانی (سابقہ سجادہ نشین)

سید مدد علی شاہ کے صاحبزادے پیر سید سردار علی شاہ تھے جو سابقہ سجادہ نشین تھے۔ ان کے بیٹے پیر سید سید علی رضا زنجانی ہیں اور سید شفقت شاہ زنجانی کے بڑے صاحبزادے پیر سید اصغر علی شاہ صاحب ہیں۔ انہیں اور ان کے بھائیوں کو سابقہ سجادہ نشین ہی کہا جاتا ہے۔ سید افضال حسین شاہ زنجانی پیر سید اصغر علی

Marfat.com

شاہ کے منجھلے بیٹے ہیں۔ پیر سید علی رضا زنجانی اور سید افضال حسین زنجانی دربار عالیہ کے معاملات پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔

سیکرٹری ڈاکٹر احمد کمال (پنجاب) ہمراہ سید افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

سید منصور مکی المشہور میراں سید محمد زنجانی کالووالی ضلع سیالکوٹ

سید منصور مکی سید ابوبکر زید عبدالجلیل کے بیٹے تھے۔ آپ کا پیدائشی نام سید منصور مکی تھا لیکن میراں سید محمد زنجانی کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور لاہور میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ آپ نے اپنی زندگی کا خاصا حصہ ریاضت و عبادت اور مجاہدات میں گزارا۔ چنانچہ آپ میں وہ تمام فضائل و خصائل پیدا ہو گئے جو ایک عارف کامل میں ہوتے ہیں۔ آپ صاحب کشف و کرامات اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔

تبلیغ دین کی خاطر آپ 604ھ میں لاہور کو چھوڑ کر قلعہ سوبھا سنگھ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور موضع کالووالی میں قیام فرمایا۔ وہاں سے آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس زمانے میں اس علاقے میں روپا اور کالو رام نامی دو ہندو بھائی تھے جو راجپوت قوم سے تعلق رکھتے تھے اور اپنے علاقے کے امیر ترین زمیندار اور کئی مربع اراضی کے مالک تھے۔ کالووالی اور اس موضع کی متعلقہ اراضی کو نالہ ڈیک ہر سال بہت نقصان پہنچاتا تھا۔ فصل تباہ ہو جاتی تھی۔ اس نالہ ڈیک کی بربادی سے وہ لوگ بہت تنگ آئے ہوئے تھے۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ ان کی بستی میں ایک درویش آئے ہیں تو وہ دونوں بھائی عالم امید و بیم میں حضرت میراں سید محمد زنجانی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا حضرت اس نالہ ڈیک کی تباہی سے نجات دلائیں۔ آپ نے پانی کے کنارے

Marfat.com

کھڑے ہو کر دعا کی اور روایت کے مطابق یہ علاقہ سال بہ سال تباہی و بربادی سے نجات پا گیا۔ چنانچہ وہ ہندو آپ کی اس کرامت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گئے اور بہت سی اراضی آپ کی نذر کی جو آج تک وہاں کے سجادہ نشینوں کے قبضے میں ہے۔

اس واقعے سے اس علاقے میں آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا اور جب کبھی گاؤں کے کسی آدمی کو مشکل پیش آتی تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اللہ کے فضل سے اپنی مراد پاتا بلکہ بعض اوقات دور دراز کے علاقے سے بھی لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی صحبت میں بیٹھ کر نہ صرف مرادیں پاتے بلکہ آپ کے فیض صحبت سے ان میں ایک روحانی تغیر بھی پیدا ہو جاتا۔ اس طرح آپ کے ذریعے بہت سے غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے دور کے نہایت اعلیٰ مبلغ تھے۔ جس مقام پر آپ نے قیام فرمایا وہاں ہی آج کل آپ کا روضہ مبارک ہے جو اب بھی مرجع خلائق ہے۔

ہر سال ہاڑھ کے مہینے میں آپ کے مزار مبارک پر ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔

Marfat.com

پیر طریقت سید کرم علی شاہ زنجانی

سید کرم علی شاہ سے حضرت میراں حسین زنجانی کی سجادہ نشینی کے سلسلے کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ کے حالات درج ذیل ہیں۔

سید کرم علی شاہ قطب شاہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک زاہد و عابد روحانی بزرگ تھے۔ وہ اپنے زمانے میں لاہور کے بہت بڑے صاحب کشف و کمال بزرگوں میں سے تھے۔ ان کے رہنے سہنے کا انداز بہت سادہ تھا اس لئے سید کرم علی شاہ کی پرورش بھی بڑے سادہ ماحول میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد نے سید خاندان کے دستور کے مطابق اپنے بیٹے کو خود ہی قرآن پڑھایا اور پھر عربی کی تعلیم دینی شروع کی۔ اس کے بعد بیس سال کی عمر تک امام مسجد سے تفسیر اور حدیث پڑھی پھر اپنے والد کے زیر سایہ ہی زہد و تصوف کی منازل کو طے کرنا شروع کر دیا۔ تزکیہ نفس کے لئے کئی چلے کاٹے۔ علوم ظاہری و باطنی سے بہرہ مند ہونے کے بعد پیر طریقت بنے۔

آپ نے اپنے والد کے ہاتھ پر ہی بیعت کی تھی۔ جب آپ کے والد نے اپنے بیٹے میں روحانی اوصاف دیکھے تو انہوں نے اپنے مرید کو خرقہ خلافت عطا فرمایا اور مریدوں سے بیعت لینے کی اجازت دی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ والد بزرگوار کی وفات کا قلب پر گہرا اثر ہوا اور کچھ دنوں تک آپ افسردہ رہے لیکن جلد ہی آپ ذکر و فکر اور مراقبہ میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے روحانیت میں اپنے والد محترم کے علاوہ کئی دوسرے بزرگوں سے بھی فیض

Marfat.com

حاصل کیا۔

آپ نے دین اسلام کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔ ہمیشہ اپنے مریدوں اور دوسرے ملنے جلنے والوں کو راہ حق کی ہدایت کرتے۔ نماز کی پابندی کے متعلق تاکید فرماتے۔ ہمیشہ دین دار لوگوں کی محفل میں اٹھتے بیٹھتے۔ فقراء مساکین کی خدمت کرنا آپ کا شعار تھا۔ ان کے ساتھ بہت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ اکثر حاجت مندوں اور محتاجوں کی ضرورت پوری کیا کرتے تھے۔ آپ ہر جمعرات کو دربار حضرت صدر دیوان میں درس دیتے۔ اس کے بعد ختم شریف کرواتے اور لوگوں میں تبرک تقسیم کیا کرتے۔ مہینے میں ایک مرتبہ دربار حضرت میراں حسین میں بھی ختم شریف کرواتے تھے۔

آپ نے 60 سال کی عمر میں وفات پائی اور درگاہ حضرت یعقوب زنجانی میں دفن کیے گئے۔

پیر سید علی آزاد شاہ زنجانی، پیر سید شفقت علی شاہ گیلانی پیر خلیل احمد سید افضل حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

پیر سید احمد شاہ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ پیر سید کرم علی شاہ کے فرزند ثانی تھے۔ کوچہ ڈوگراں اندرون شاہ عالمی گیٹ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم گھر پر اپنے والد گرامی اور والدہ ماجدہ ہی سے حاصل کی۔ آپ نے جس ماحول میں پرورش پائی اس کا اثر تھا کہ بچپن ہی سے آپ کے دل میں یاد الٰہی کے جذبات پیدا ہوئے اور تمنا ظاہر کی کہ بڑا ہو کر دین اسلام کی خدمت کروں گا۔ بچپن ہی سے نہایت متین اور سنجیدہ تھے۔ جوانی میں لاہور کے مختلف مدرسوں میں قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث پڑھی۔ علاوہ ازیں علم شمسیات اور علم جعفر سے بھی واقفیت حاصل کی۔ پھر ریاضت اور نفس کشی میں مصروف ہو گئے۔ کہتے ہیں اس مقصد کے لئے آپ نے خاصا وقت ذکر و فکر اور عبادت و ریاضت میں گزارا۔ اس طرح آپ نے سلوک کی وہ تمام منزلیں طے کر لیں جو ایک سالک کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

والد محترم کی وفات کے بعد آپ دربار سید میراں حسین کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور آخری عمر تک سجادگی کی خدمات سرانجام دیں۔ والد کے بعد ان کے مریدوں نے آپ کے دست حق پر بیعت کی۔ آپ دور سجادہ نشینی میں دربار میراں حسین میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ عرس منایا کرتے تھے۔ آپ کو محفل سماع کا شوق تھا اور سالانہ عرس پر محفل سماع بڑے ذوق سے سنتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے دربار میراں حسین میں چھ مہینے کا اعتکاف کیا۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔

آپ نے ایک سید لڑکی سے 45 سال کی عمر میں شادی کی جن سے چار بیٹے

Marfat.com

اکبر شاہ' مدد علی شاہ' برکت علی شاہ اور شفقت علی شاہ تولد ہوئے۔

آپ نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی اور دربار حضرت سید میراں حسین زنجانی میں دفن کیے گئے۔ گنبد کے نزدیک تین سرخ قبروں میں پہلی قبر آپ ہی کی ہے۔

جادہ نشین ۔ پیر سید اصغر علی زنجانی ۔ سید امانت علی شاہ زنجانی پیر سید ریاض علی شاہ زنجانی پیر محمد اسلم زنجانی

Marfat.com

پیر سید مدد علی شاہ زنجانی

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ سید احمد شاہ کے فرزند ثانی تھے۔ 1880ء میں کوچہ ڈوگراں اندرون شاہ عالمی گیٹ پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور آٹھ سال کی عمر تک ناظرہ قرآن پاک پڑھا۔ ساتھ ساتھ تیرہ سال کی عمر تک مڈل تک دنیاوی تعلیم بھی حاصل کی پھر لاہور کے مختلف مدرسوں میں قرآن مجید کی تفسیر اور حدیث پڑھی۔

اٹھارہ سال کی عمر میں بطور کلرک سرکاری ملازمت اختیار کی اور تیس سال تک ملازمت کرتے رہے۔ اس کے بعد حکمت کا پیشہ اختیار کیا اور آخر دم تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ آپ کو حکمت سے فطری لگاؤ تھا۔

آپ نے 25 سال کی عمر میں سید نوازش علی شاہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور کافی عرصہ ان کی خدمت کی۔ ان کے حکم کے مطابق بہت سے ورد و وظائف اور اعتکاف کئے۔ آپ نے درگاہ حضرت صدر دیوان میں تین چلے اور درگاہ حضرت میراں حسین زنجانیؒ میں دو چلے کاٹے پھر مرشد سے خلافت حاصل ہوئی۔ والد کی وفات کے بعد کوچہ ڈوگراں سے چاہ میراں آ گئے۔ یہاں آ کر آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے مریدوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ آپ اکثر اپنے ملنے جلنے والوں اور مریدوں کو نماز کی تاکید کرتے اور نیکی کی ہدایت کرتے۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ دو بجے اٹھتے اور دربار میراں حسین میں آ جاتے اور اذان تک ذکر و اذکار میں مشغول رہتے۔ اس کے بعد فجر کی نماز ادا کرتے۔

Marfat.com

پھر ملازمت پر جاتے۔ عصر کی نماز کے بعد شام تک مریدوں سے ملتے اور دینی اصلاح کرتے۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی شادی بیس سال کی عمر میں کی۔ آپ کی پہلی بیوی دو سال کے بعد رحلت فرماگئیں پھر آپ نے دوسری شادی کی اور ان سے آپ کی اولاد پیدا ہوئی۔

آپ نے کافی عرصہ دربار میراں حسین کی سجادگی کی خدمات سرانجام دیں۔ ہر سال دربار کی عمارت مرمت کرواتے اور سالانہ عرس بڑے تزک و احتشام سے منعقد کرواتے تھے۔ آپ نے آخری عمر میں مزار مبارک پر گنبد بنوانے کا ارادہ کیا لیکن بنیادیں رکھ کر ابھی تعمیر کا تھوڑا سا کام شروع ہوا تھا کہ 44 سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے 1924ء میں رحلت فرماگئے۔

Marfat.com

پیر طریقت سید شفقت علی شاہ زنجانی

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ سید احمد شاہ کے فرزند صغیر تھے۔ کوچہ ڈوگراں اندرون شاہ عالمی گیٹ لاہور میں 1885ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش بڑے ناز و نعمت میں ہوئی۔ والدین نے آپ کو دینی و دنیاوی تعلیم دلوانے کی بڑی کوشش کی لیکن آپ نے کوئی خاص توجہ نہ دی البتہ ابتدائی دینی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔

جوانی میں آپ نے لکڑی کے کام کا پیشہ اختیار کیا اور اس پیشے میں خاصی مہارت حاصل کر لی۔ والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ فیصل آباد چلے گئے اور وہاں کافی عرصہ بسر کیا۔ والد محترم کی وفات کے بعد آپ کو عاقبت کا احساس پیدا ہوا اور دین سے لگاؤ کا جذبہ بھڑک اٹھا۔ چنانچہ اس وقت سے خواجہ حسن نظامی کے مرید ہو گئے۔ 1940ء میں فیصل آباد کو چھوڑ کر چاہ میراں لاہور آ گئے۔ اسی وقت سے آپ نے فیصلہ کر لیا کہ میں اپنی بقیہ زندگی دین اسلام کی خدمت میں صرف کروں گا۔ آپ نے نفس کشی کے لئے بہت زیادہ ریاضت و عبادت کی اور پیرو مرشد کی ہدایت کے مطابق درگاہ حضرت میراں حسین زنجانی میں کئی اعتکاف کئے جن کی بدولت آپ نے عملیات اور ورد و وظائف میں کامل عبور حاصل کرنے کے لئے آخر دم تک خلق خدا کی بے لوث خدمت کی۔

آپ نے بیس سال تک دربار میں تعمیری اور تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ دربار کی عمارت کی صدر ڈیوڑھی اور اس سے متعلقہ شمالاً" جنوباً" دو برآمدے تعمیر کرائے۔ علاوہ ازیں مزار مبارک کی وہ چوکھنڈی جس کو آپ کے بھائی سید مدد

Marfat.com

علی شاہ نے تعمیر کرانا شروع کیا تھا لیکن پایہ تکمیل تک پہنچنے سے قبل فوت ہو گئے، اس کام کو آپ نے مکمل کروایا اور چوکھنڈی میں جالیاں اور دروازہ لگوایا۔ بعد میں ایک معتقد شخص کو کہہ کر دربار کی اندرونی حدود میں فرش بھی لگوایا۔ آپ وقتاً فوقتاً دربار ہذا کی مرمت اور سفیدی بھی کروایا کرتے تھے۔

تبلیغی خدمات کے سلسلے میں آپ نے دربار میراں حسین میں چند ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ انہیں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے دربار میں باجماعت نماز پنجگانہ کا اجراء کیا اور کافی عرصہ تک خود بطور امام خدمت کی۔ آپ ہی کی کوشش سے دربار میں نماز عیدین اور نماز جمعہ کی ابتدا ہوئی۔ آپ بڑے فیاض اور سخی دل تھے۔ دربار میں اگر کوئی مسافر رات گزارتا تو آپ بڑے خلوص سے اس کو کھانا کھلاتے اور اس کی ہر سہولت کو مدنظر رکھتے۔

پندرہ سال تک آپ نے دلی عقیدت سے دربار ہذا میں بڑے تزک و احتشام سے عرس بھی کروایا جس میں خاموش صوفیانہ رسوم کے ذریعے سے تبلیغ دین اور خلق خدا کو فیض پہنچایا۔ آپ کو محفل سماع سننے کا شوق حد سے زیادہ تھا اور عرس مبارک کے موقع پر بڑے ذوق و شوق سے محفل سماع منعقد کروایا کرتے تھے۔ عمر کے آخری ایام میں سارا سارا دن دربار میں بیٹھ کر ذکر کیا کرتے تھے۔

آپ نے 75 سال کی عمر میں 28 رمضان المبارک 1380ھ بمطابق 27 مارچ 1960ء کو وفات پائی اور درگاہ حضرت میراں حسین زنجانی میں دفن کیئے گئے۔ آپ کی قبر مبارک تین سرخ قبروں کے جنوبی رویہ غربی اور جنوبی دالان کے بیرونی کونے میں ہے۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے آپ کے بیٹے سید اصغر علی شاہ زنجانی ہیں اور دوسری بیوی سے پانچ بیٹے سید امانت علی، سید ریاض علی، سید

Marfat.com

ذوالفقار علی، سید ارشاد علی اور سید اقبال علی پیدا ہوئے۔ آپ کے چھوٹے بیٹے سید امانت علی شاہ زنجانی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عرس مبارک کا اہتمام کرواتے تھے اور دربار عالیہ کے حق میں محکمہ اوقاف میں کئی کیس لڑے اور اپنے آباؤاجداد کی قبروں کو مسمار نہیں ہونے دیا۔ ساری زندگی دربار کے معاملات میں گزار دی۔

ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے بھائی سید اصغر علی شاہ کے منجھلے بیٹے سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین، دربار عالیہ کے معاملات میں دلچسپی لیتے ہیں اور ہر سال غسل مبارک اور محفل میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔

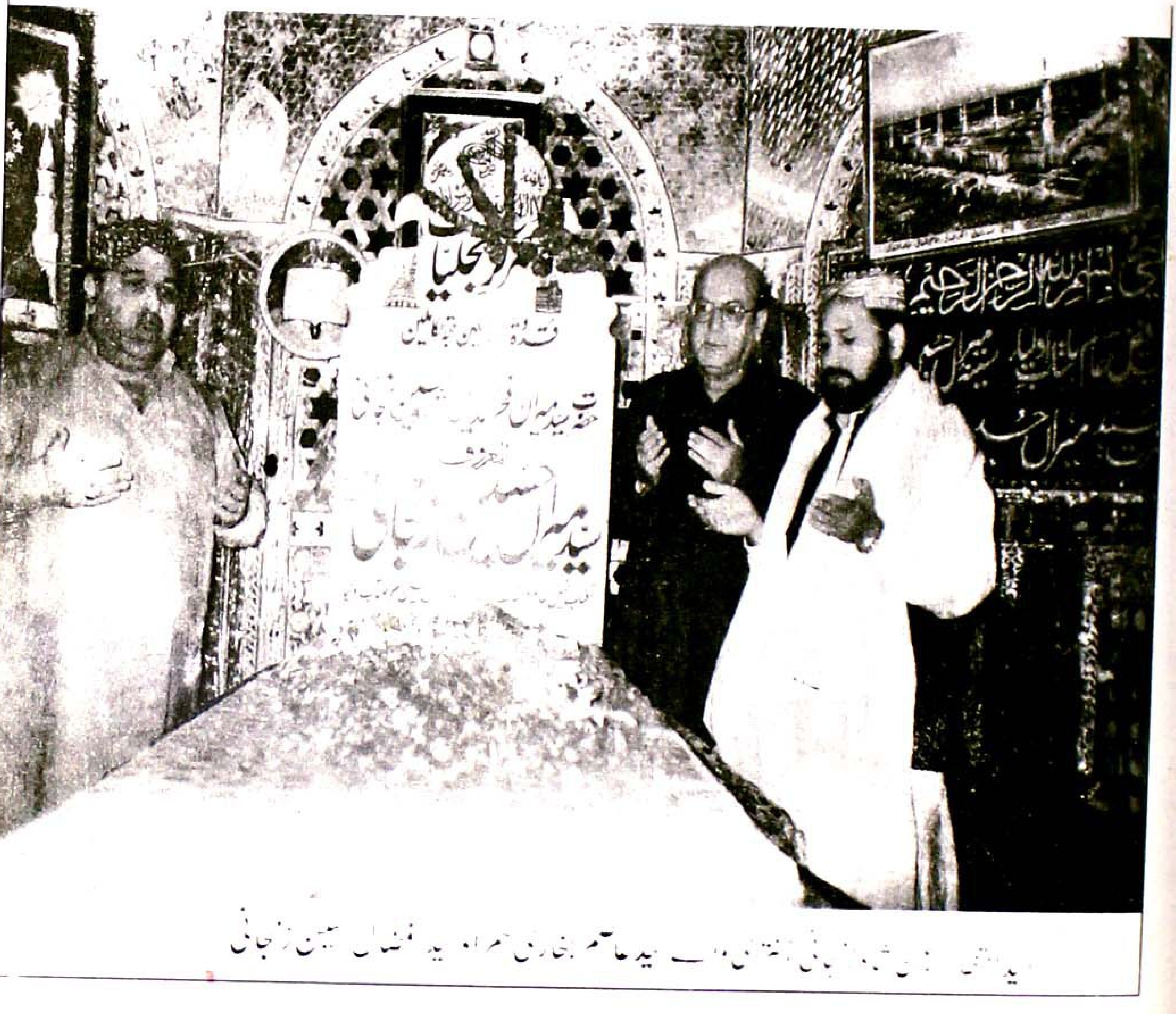

سید [illegible] زنجانی [illegible] سید عاصم بخاری ہمراہ سید افضال حسین زنجانی

Marfat.com

پیر سید سردار علی شاہ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ سید مدد علی شاہ کے اکلوتے بیٹے تھے۔ لاہور ہی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزر رہے تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر پوری توجہ دی۔ جوان ہو کر آپ نے طب کا پیشہ اختیار کیا اور چاہ میراں بازار میں طبابت کی دوکان بنا لی اور عرصہ دراز تک اسی پیشہ پر گزراوقات کی۔ 1924ء کو والد ماجد کے انتقال پر چاہ میراں کے مکینوں نے آپ کو دربار حضرت میراں حسین زنجانی کا سجادہ نشین بنا دیا۔ محکمہ اوقاف کی تحویل سے قبل تک آپ نے سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دیے۔

طریقت میں آپ نے سید گل حسن شاہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور انہی کی ہدایت کے مطابق ورد و وظائف پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے دور سجادگی میں عرس کی تقریبات خصوصی اہمیت کی حامل تھیں۔ آپ سالانہ عرس مبارک کا اہتمام بڑی محبت اور عقیدت سے کیا کرتے تھے۔ زائرین کے خوردنوش کا بندوبست کرتے۔

آپ بڑے خلیق تھے۔ ہر چھوٹے بڑے سے بڑی شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ نے حکمت کی دوکان چھوڑ دی اور گھر پر ہی شب و روز گزارتے۔

یکم اپریل 1981ء بروز بدھ بمطابق 1401ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ دربار میراں حسین زنجانی کے صحن میں اپنے والد ماجد کے پائنتی جانب دفن

Marfat.com

کیا گیا ہے۔ آپ کے بعد سید علی رضا کو آپ کا جانشین بنایا گیا ہے۔ سید علی رضا آپ کے فرزند ہیں۔

حاجی اعجاز (ایم پی اے)۔ حاجی امجد چیئرمین دربار کمیٹی۔ سید افضال حسین زنجانی سے تحفہ حاصل کر رہے ہیں

محفل نعت دربار شریف سید افضال حسین زنجانی قیصر امین بٹ (ایم پی اے)

Marfat.com

پیر حضرت سید احمد حسن شاہ زنجانی

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ خاندان زنجانیہ کے اکابرین میں سے مشہور پیر طریقت اور یگانہ عالم دین تھے۔

آپ کے والد ماجد کا نام سید رفعت اللہ شاہ تھا جو اپنے دور کے عالم دین اور زاہد و عابد شخص تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ساجدہ بیگم تھا جن کا تعلق بھی سادات سے تھا۔ آپ کی پیدائش کوٹ نھو میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی پھر آپ نے امرتسر میں مولوی عبدالرسول کی شاگردی اختیار کی اور ان سے عربی فارسی قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ پھر مولوی غلام مرتضیٰ سے دینی علوم کی تکمیل کی۔ کچھ عرصہ عطاء اللہ شاہ بخاری اور آپ ایک ہی استاد کے شاگرد رہے۔

آپ کے ایام جوانی میں آپ کے والدین کوٹ نھو سے خانو ہارنی شریف نزد کاہنا لاہور میں آکر آباد ہو گئے۔ چونکہ اس دیہات میں سادات زنجانی کے عقیدت مند رہتے تھے اس لئے اس دیہات میں آپ کے خاندان کی خوب عزت اور حوصلہ افزائی ہوئی۔

آپ نے جوانی کے عالم میں خواجہ فاروق الحسن کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ خواجہ فاروق الحسن رام پور میں رہتے تھے اور اپنے زمانے میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے جید مشائخ عظام میں سے تھے۔ بیعت کے بعد آپ نے انہی کی زیر نگرانی منازل سلوک طے کیں۔ آخر جب آپ کامل ہو گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا۔

Marfat.com

حصول خلافت کے بعد آپ نے خانو ہارنی شریف میں علم و عرفان کی نشرواشاعت کا سلسلہ جاری کیا۔ گردونواح کے بے شمار لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے اور خصوصاً حضور کریم ﷺ کی شان میں جب آپ وعظ فرماتے تو لوگوں پر سکتہ طاری ہو جاتا۔ بے شمار برے لوگ تائب ہو کر راہ ہدایت پا گئے۔ آپ اپنے مریدین کو نماز کی پابندی کی عموماً" تلقین کرتے رہتے تھے۔

آپ کو چونکہ حضرت علی احمد صابر سے ازحد عقیدت تھی اس لئے چالیس سال تک مسلسل آپ نے گاہے بگاہے آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی۔ دہلی میں آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور حضرت نظام الدین اولیاء کے سالانہ عرس کے موقع پر اکثر جایا کرتے تھے اور خاص کر اجمیر شریف بھی ہر سال جایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کے بھی آپ ازحد عقیدت مند تھے۔

آپ بڑے سخی تھے۔ درود پاک اور کلمہ طیبہ کا عموماً" ذکر کیا کرتے تھے۔ آپ محفل سماع بھی منعقد کروایا کرتے تھے۔ مولانا رومی اور مولانا جامی کے کلام کے شیدائی تھے۔ آپ یتیموں پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تے۔ غرباء اور مساکین کی عموماً" مالی مدد کرتے رہتے تھے۔ آپ تہجد گزار تھے۔ صبح کی نماز کے بعد درود پاک اور دعائے حزر یمانی شریف کا ورد کیا کرتے تھے۔

آپ نے زندگی میں ایک شادی کی اور ان سے آپ کا ایک ہی بیٹا ہے جن کا نام پیر علی حسین زنجانی ہے جو پیر طریقت ہیں۔

آپ کا وصال 63 سال کی عمر میں بروز جمعہ 27 فروری 1948ء ہوا۔ آپ کو خانو ہارنی شریف میں دفن کیا گیا۔ آپ کا روضہ اور مسجد مرجع خلائق ہے۔

ہر سال 30 نومبر تا یکم دسمبر عرس مبارک ہوتا ہے جس میں لوگ دور دور

Marfat.com

سے تشریف لاتے ہیں اور فیض یاب ہوتے ہیں۔ سجادہ نشین دربار ہذا پیر سید علی حسین زنجانی عرس کا اہتمام کرتے تھے اور لوگوں کے کھانے کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ انکے وصال کے بعد اب ان کے بیٹے پیر سید علی آزاد کاظمی درباری معاملات کو دیکھتے ہیں اور سجادہ نشین دربار عالیہ ہیں۔

Marfat.com

حضرت امام علی الحق شہید المعروف امام صاحب

ضلع سیالکوٹ کے مختلف مقامات پر سادات زنجانیہ کے افراد رہ چکے ہیں بلکہ آج کل بھی کئی جگہوں پر یہ خاندان آباد ہے اور خاص کر سیالکوٹ کے مشہور بزرگ جناب حضرت امام علی الحق کا مزار ہے۔ ان کا خاندانی تعلق بھی حضرت میراں حسین زنجانی سے ملتا ہے لیکن بعض حضرات اس مغالطے کا شکار ہیں کہ آپ حضرت سید میراں حسین زنجانی اور حضرت یعقوب زنجانی کے ساتھ تشریف لائے حالانکہ یہ بات درست نہیں۔ حضرت میراں حسین زنجانی کی لاہور آمد 387ھ بمطابق 997ء ہے اور حضرت امام صاحب کی آمد کا سال 757ھ ہے۔ آپ حضرت میراں کے ساتھ نہیں آئے بلکہ بعد میں آئے ہیں۔

نسبی تعلق

حضرت امام علی الحق المعروف امام صاحب کا شجرہ یہ ہے۔ حضرت علی' حضرت امام حسین' حضرت زین العابدین' حضرت امام محمد باقر' حضرت امام جعفر صادق' حضرت امام موسیٰ کاظم' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت سید حسین' سید یوسف جن مکی آپ کے والد کا نام ہے۔

اس شجرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت میراں حسین زنجانی کے حقیقی بھائی نہ تھے بلکہ جدی بھائی تھے کیونکہ حضرت میراں حسین کا نسب حضرت ابراہیم سے ملتا ہے اور حضرت امام علی الحق کا سلسلہ بھی حضرت امام موسیٰ کاظم کے بیٹے حضرت ابراہیم سے ملتا ہے۔ اس لئے دونوں حضرات کا آپس میں جو تعلق ہے وہ جدی ہے' حقیقی بھائی کا نہیں۔

Marfat.com

آپ 757ھ کے دوران دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ میں سرزمین عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور فیروز شاہ کے ہاں شاہی مہمان کے طور پر ٹھہرے۔ اسی اثنا میں مشہور ہندو راجہ سہل پال نے سل کوٹ (موجودہ نام سیالکوٹ) میں ایک عظیم الشان قلعہ کی دیوار تعمیر کروائی۔ جس کی شمالی دیوار رات کی تعمیر کرائی جاتی تو اگلی صبح خودبخود مسمار ہو جاتی۔ بالاخر راجہ سہل پال نے تنگ آکر ہندو پنڈتوں اور جوتشیوں کو اپنے دربار میں مدعو کر کے ان سے متذکرہ قلعے کی دیوار کے بار بار مسمار ہونے کی وجہ بیان کی۔ ہندو پنڈتوں اور جوتشیوں نے کافی سوچ بچار کے بعد بتایا کہ اگر اس دیوار کی بنیادوں میں کسی مسلمان کا خون بہا دیا جائے تو یہ دیوار کبھی مسمار نہیں ہو گی۔ چنانچہ سہل پال کے خصوصی حکم پر کسی مسلمان کی تلاش شروع کر دی گئی۔ کافی تگ و دو کے بعد مراد نامی ایک نوجوان مسلمان کو ایک ندی (تاریخ میں جس کا نام نالہ بتایا جاتا ہے) کے کنارے وضو کرتے ہوئے پکڑ کر راجہ سہل کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔ آپ کی والدہ مائی راستی کی منت سماجت کے باوجود آپ کی ایک انگلی شہید کر کے آپ کا خون قلعہ کی شمالی چاردیواری کی بنیادوں میں بہا دیا گیا۔ قدرت خداوندی سے قلعہ کی دیوار تھم گئی جس پر راجہ سہل پال اور اس کے ساتھی بے حد متاثر ہوئے۔

راجہ نے سوچا جس شخص کی انگلی کے خون میں اس قدر قوت ہے تو اس کے سر کے خون کی کیا تاثیر ہو گی۔ چنانچہ متفقہ فیصلہ کے مطابق مراد نامی نوجوان کو شہید کر کے سر مبارک زیر تعمیر قلعہ کی شمالی دیوار میں دفن کر دیا گیا اور یوں متعلقہ دیوار اپنی جگہ قائم رہی اور بالاخر قلعہ کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ مراد علی شہید اول سیالکوٹ کا مزار کا مزار اقدس قلعہ سیالکوٹ کی شمالی جانب مرجع خلائق ہے اور مخلوق خدا انہیں پیر مرادیہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ مائی راستی صاحبہ اپنے لخت جگر کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے اپنی داستان عظیم لے کر دہلی میں

Marfat.com

فیروز شاہ تغلق کے دربار میں حاضر ہوئی۔ مائی صاحبہ کی داستان خونچکاں سن کر فیروز شاہ تغلق بے حد متاثر ہوا۔ اس نے بعض مصروفیات کی بنا پر بذات خود راجہ سہل پال کے خلاف لشکر کشی کرنے کی بجائے حضرت امام علی الحق المعروف امام صاحب سے مائی راستی کی داد رسی کی درخواست کی۔ آپ نے فیروز شاہ تغلق کی درخواست کو بخوشی قبول کرتے ہوئے راجہ سہل پال کے خلاف جہاد کی خاطر فوراً" ایک مختصر سا لشکر تیار کیا اور سل کوٹ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔ راستے میں جالندھر کے مقام پر حضرت امام علی الحق کے بھائی امام ناصر اچانک انتقال کر گئے۔ انہیں وہیں دفن کر کے حضرت امام علی الحق نے دوبارہ اپنا سفر شروع کیا۔

آپ کا لشکر براستہ امرتسر جب سل کوٹ میں داخل ہوا تو وہاں سب سے پہلے پسرور کے مقام پر لشکر کفار کے ساتھ آپ کا ٹکراؤ ہوا۔ اس مقام پر آپ کے چھوٹے بھائی حضرت امام میراں برخوردار نے بے شمار کفار کو واصل جہنم کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔ تاہم لشکر امام اپنی منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بعدازاں ایمن آباد روڈ پر راجہ سہل پال کے لشکر کے ساتھ معرکہ آرائی میں حضرت امام علی الحق صاحب کے ایک بھائی امام غالب نے بے مثال بہادری دکھاتے ہوئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔ لشکر امام پیش قدمی کرتے ہوئے شہر میں داخل ہو گیا اور راجہ سہل پال کی فوج قلعہ میں محصور ہو گئی۔ عصر کے وقت امام علی الحق نے لشکر میں شامل اپنے بھانجے سید سرخ سے فرمایا کہ نماز مغرب قلعہ کے اندر ادا کی جائے گی لہٰذا ہر حال میں قلعے کے اندر داخل ہونا ہو گا۔ سید سرخ نے اپنی خداداد قوت کے ذریعے قلعہ کے دروازے کو ٹکر مار کر توڑ دیا۔ لشکر امام اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے قلعے کے اندر داخل ہو گیا اور یوں اس کفرستان کے درودیوار لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اٹھے۔ بعدازاں حضرت امام علی الحق نے ایک ٹیلے پر اپنا ڈیرہ

Marfat.com

جما کر اسلام کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا جس کے نتیجے میں لاتعداد کافر حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور دور دور تک اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ راجہ سہل پال کے حواریوں اور عزیز و اقارب کو اپنی شکست کا بہت صدمہ تھا اور وہ ہمیشہ انتقام کی کھوج میں رہتے تھے۔ حضرت امام علی الحق متذکرہ ٹیلے پر رات کے وقت اکیلے ہی عبادت خداوندی کرتے تھے۔ ایک روز راجہ سہل پال کے سالے بھمن نے حضرت امام علی الحق کو اکیلے پا کر سجدہ کی حالت میں شہید کر دیا۔ جس مقام پر آپ نے جام شہادت نوش فرمایا وہیں آپ کا مزار اقدس تعمیر کر دیا گیا جو کہ آج ہر خاص و عام کی توجہ اور مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ آج تک لاتعداد لوگ چلہ کشی کے ذریعے فیض امام سے مستفید ہو کر مخلوق خداوندی کو فیضیاب کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی زندہ کرامت ہے کہ کتنا ہی غم زدہ اور پریشان حال انسان جب خلوص نیت کے ساتھ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوتا ہے تو وہاں سے ہمیشہ سکون قلب و نظر کی بے پایاں نعمت سے مالا مال ہو کر لوٹتا ہے۔ سچ پوچھئے تو آج تک در امام پر حاضر ہونے والا کوئی شخص یہاں سے مایوس و نامراد نہیں لوٹا اور یوں مخلوق خداوندی قیامت تک آپ کے آستانے سے فیض یاب ہوتی رہے گی۔ آپ کا آستانہ اللہ رب العزت کے بندوں کے دکھوں کا مداوا اور بے سہاروں کا سہارا بنا ہوا ہے۔ حضرت امام علی الحق کے مزار پرانوار کے احاطے میں دیگر بے شمار شہدائے اسلام کے مزارات بھی موجود ہیں جو کہ آپ کے لشکر میں شامل تھے اور انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ ان میں حضرت امام علی الحق کے اساتذہ حضرت حافظ ابی محمد صاحب اور حافظ بدر الدین صاحب کے مزارات بھی شامل ہیں۔ سیالکوٹ میں لشکر امام کے جن دیگر شہداء کے مزارات شامل ہیں ان میں حضرت پیر خزانچی صاحب' حضرت پیر شعلہ شہید صاحب' حضرت شاہ ابدال صاحب اور نوگزہ پیروں کے متعدد مزارات قابل ذکر ہیں جہاں سے بندگان خدا صبح و شام فیض یاب ہو رہے ہیں۔ مزار امام علی الحق سے ملحقہ

Marfat.com

قبرستان میں خانوادہ امام سے تعلق رکھنے والے بزرگوں پیر سید نشان علی شاہ صاحب سید قربان علی شاہ صاحب کے علاوہ شاعر مشرق حکیم الامت حضرت علامہ اقبال کے والدین کی آخری آرام گاہیں بھی ہیں جہاں قربت امام کے صدقے صبح و شام رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔ حضرت امام علی الحق صاحب کے مزار پر روزانہ بعد نماز عشا نعت خوانی اور درود سلام کی خصوصی روح پرور اور ایمان افروز محفل منعقد ہوتی ہے جس میں شمولیت کی خاطر روزانہ دور دراز سے عقیدت مند یہاں پہنچتے ہیں۔ نذرانہ ہائے عقیدت پیش کرنے والے اس گروہ کو ''سلام پارٹی'' کا نام دیا گیا ہے۔ حضرت امام علی الحق کا سالانہ عرس مبارک ہر سال چھ' سات اور آٹھ محرم کو سیالکوٹ میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ عرس کی تقریبات میں ملک بھر سے زائرین والہانہ انداز میں شرکت کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت حضرت امام علی الحق کے مزار پر اپنی کروڑ ہا رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے اور اعلائے کلمتہ الحق کی خاطر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی راہ خداوندی میں بے دریغ بہانے کا جذبہ عطا فرمائے (آمین)۔

حضرت امام علی الحق شہید کے مزار اقدس پر ہر بدھ کو بعد از نماز عشا پیر سید جاوید علی شاہ اور حافظ محمد سعید امامی کے زیر نگرانی باقاعدگی سے رسم غسل ادا کی جاتی ہے اور میں نے خود (صاحبزادہ سید افضال حسین شاہ) مزار اقدس پر حاضری دے کر فیض یابی حاصل کی ہے اور سجادہ نشیں سید جاوید علی شاہ دربار ہذا سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔

Marfat.com

تحقیقی جائزہ

حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے متعلق مورخین میں اس بارے میں شدید اختلاف ہے کہ یہ بزرگ کس دور کے تھے۔ لہٰذا اس سلسلے میں قارئین اور محققین کی سہولت کے لئے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ یہاں ان تاریخی اقتباسات کو درج کیا جائے جن میں حضرت میراں حسین زنجانی کا ذکر ہے۔ بے شمار کتب ایسی ہیں جن میں آپ کے متعلق ضمناً" چند سطور ہیں جو مورخین کے سامنے آپ کے عہد کا تعین کا سہارا ہیں۔ میں نے جس قلمی مخطوطے سے حضرت میراں حسین زنجانیؒ کے حالات لکھے وہ قلمی نسخہ ملفوظات قاسمیہ تھا۔ بد قسمتی سے اصل نسخہ جن کے پاس تھا اب وہ بھی ضائع ہو چکا ہے مگر اس میں جو کچھ بھی تھا وہ کتابی صورت میں آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے بارے میں جو بھی تاریخی اقتباسات مجھے میسر آئے ان تمام کا ضخامت کی وجہ سے یہاں نقل کرنا مشکل ہے مگر ان میں ضروری اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

فوائد الفواد:

یہ کتاب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے ملفوظات ہیں جنہیں خواجہ حسن دہلوی نے مرتب کیا۔ اس میں حضرت میراں حسین زنجانی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہما ہر دو مرید یک پیر بودہ اندو آں پیر قطب عہد بودہ است شیخ حسین زنجانی از دیر باز ساکن لہارو بود۔ بعد از چند گاہ پیر ایشاں خواجہ ہجویری را فرمودہ کہ در لہارو رود ساکن شو' شیخ علی ہجویری عرض داشت کرد کہ حسین زنجانی آنجاہست پیر فرمودہ تو برو' وچوں علی ہجویری بحکم اشارت ایشاں در لاہور آمد شب بود باماداد آں جنازہ شیخ حسین زنجانی را بیروں آوردند

شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہما دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور وہ پیر اپنے وقت کے قطب تھے۔ شیخ حسین زنجانی مدت سے لاہور میں قیام پذیر تھے۔ کچھ مدت بعد ان کے پیر نے خواجہ ہجویری سے فرمایا کہ لاہور جاؤ اور وہیں رہو۔ شیخ علی ہجویری نے عرض کیا کہ حسین زنجانی جو وہاں ہیں۔ پیر نے فرمایا کہ تم جاؤ۔ جب علی ہجویری ان کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو وقت رات ہو چکا تھا۔ اگلی صبح لوگ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ اٹھائے باہر نکلے۔

پیر حضرت ابوالفضل ختلی نے داتا صاحب کو اپنی زندگی میں ہی لاہور بھیج دیا۔

آئین اکبری

شیخ حسین زنجانی عارف کامل تھے۔ خواجہ معین الدین لاہور میں آپ کی صحبت میں پہنچے۔ آپ کا مزار لاہور میں ہے۔ اکثر افراد اس زیارت گاہ سے سعادت حاصل کرتے ہیں۔

(آئین اکبری جلد سوم از ابوالفضل ترجمہ مولوی محمد فدا علی طالب ص 328 مطبوعہ سنگ میل لاہور)

ثمرات القدس

جناب لعل بیگ بخشی اپنی تالیف "ثمرات القدس" داتا صاحب کی آمد (قلمی

Marfat.com

نسخہ) میں سن 420ھ کے لگ بھگ بیان کرتے ہیں۔

محمود غزنی کے حملہ ہانسی کے وقت 429ھ میں داتا صاحب کی آمد بیان فرماتے ہیں۔ (ہاشمی فرید آبادی۔ ماثر لاہور)

محمود غزنی کی ترکمانوں سے شکست کے بعد 431ھ میں داتا صاحب کی آمد لاہور بیان کرتے ہیں۔ (محمد حسین تسبیحی مقالہ ڈاکٹریٹ کشف المحجوب)

داتا صاحب کی تشریف آوری کا نسخہ نامی پریس لاہور میں چھپا ہوا ہے۔ ہندوستان میں حضرت داتا صاحب کی تشریف آوری کی کیفیت بیان کرتے ہوئے دیباچہ میں لکھا ہے کہ ان کے پیرو مرشد شیخ ابوالفضل بن حسن نے انہیں حکم دیا کہ محمود غزنوی ہندوستان فتح کرتا ہے اور پھر لوٹ آتا ہے۔ اس بار اس کے لشکر کا علم ہاتھ میں لئے تم ساتھ جاؤ اور وہیں جھنڈا گاڑ کر بیٹھ جاؤ تاکہ ہندوستان میں اسلام کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس بار ہند کے محیط پر آسمان کی طرح چھا جائیں۔ چنانچہ اپنے پیر کے حکم کے مطابق حضرت داتا صاحب محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ان کے دو پیر بھائی حضرت ابو سعید اور سید لطفی بھی تھے۔ لاہور کے شمال میں دریائے راوی کے کنارے رات گزارنے کے لئے آپ نے قیام فرمایا۔ جب صبح لاہور شہر میں داخل ہوئے تو آپ کو ایک جنازہ ملا جو حضرت سید حسین زنجانی قطب لاہور کا تھا۔ ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد شہر کے مغربی حصہ میں تشریف لائے جہاں ہندوؤں کا ایک مندر تھا۔ اس کے قریب ہی آپ نے اپنا اسلامی جھنڈا نصب کرایا اور فرمایا کہ یہ جھنڈا ہند کی سرزمین پر اس طرح لہراتا رہے گا اور دیار لاہور پر سایہ فگن رہے گا۔

تحقیقات چشتی میں نور احمد چشتی نے آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ

Marfat.com

حضرت میراں حسین زنجانی 597ھ میں ہمراہ حضرت صدر دیوان صاحب وارد لاہور ہوئے۔ کرامات ان کی ہزارہا مشہور ہیں۔ ان کی وفات 604ھ میں واقع ہوئی۔ چونکہ یہاں کچھ آمدنی اب نہیں اس لئے فقیر کم بیٹھتا ہے مگر تاہم اس مزار پر قبضہ پیر سید کرم علی شاہ گدی نشین صدر دیوان صاحب کا ہے۔ سال بھر میں ایک دفعہ عرس ہوتا ہے (ص 215۔216)

اس کے بعد مولوی نور احمد چشتی حضرت داتا گنج بخش کا ذکر کرتے ہوئے حضرت میراں حسین زنجانی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت داتا گنج بخش لاہور تشریف لائے تو یہاں حضرت حسین زنجانی پیر بھائی ان کے قطب لاہور تھے۔ بعد اس کے ان کے پیر صاحب نے ان کو ارشاد فرمایا کہ تم لاہور جاؤ۔ حضرت نے عرض کیا وہاں میرے پیر بھائی یعنی حسین زنجانی موجود ہیں وہاں میرے جانے کا کیا فائدہ ہو گا۔ تب انہوں نے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا غرض ہے۔ بلاتوقف چلے جاؤ۔

یہ حضرت لاہور میں بوقت شب تشریف لائے اور بیرون شہر شب باش ہوئے۔ جب صبح کو داخل شہر ہونے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جنازہ حضرت حسین زنجانی کا لوگ اٹھائے ہوئے لئے آتے ہیں۔ حکمت الٰہی کو دیکھ کر شامل جنازہ ہوئے اور رسم تدفین ادا فرمائی (ص 188۔189)

آپ کے مزار کے بارے میں مولوی نور احمد چشتی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ ان کے مزار کے جنوب رویہ موضع میراں دی کھوئی واقع ہے۔ صورت مزار یہ ہے کہ قد آدم سے بلند ایک چاردیواری خشتی ہے۔ جس کا در آمدورفت مشرق رویہ مع طاق تختہ چوبی اندر اس چاردیواری کے ایک اور چاردیواری خشتی جس کے سرہانے چراغ دان خشتی اور اندر اس کے مزار حضرت کا ہے۔ دروازہ کے

Marfat.com

باہر شمال کی طرف ایک دالان خشتی سہ دہن والا محرابی جس کے آگے مشرق رویہ تھڑہ ہے۔ اس چاردیواری کے باہر شرق کی طرف چاہ چرخی دار اور اس کے علاوہ چند قبور اور چاہ کے جنوب رویہ مکان اور اس پر بالا خانہ (ص 1091)

تاریخ لاہور از کنہیا لال ہندی

لاہور کی تاریخ کے بارے میں ایک غیر مسلم مصنف نے سن 1882ء میں تاریخ لاہور کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں لاہور کی قدیم عمارات اور بزرگان دین کے مقابر کا ذکر کیا ہے۔ وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے بارے میں لکھتا ہے کہ متبرک مزار موضع کھوئی میراں شہر لاہور (بیرون) بہ جانب شرق بہ فاصلہ ایک میل واقع ہے۔ اگرچہ عمارت مختصر ہے مگر مکان قدیم ہے اور صاحب مزار قدمائے بزرگان شہر لاہور سے ہے۔

سلاطین غوریہ کے وقت یہ بزرگ زنجان سے ہند کی سیر کو آیا اور تمام کشور ہند کی سیر کی۔ واپسی کے وقت لاہور میں آکر قیام پذیر ہوا اور یہاں ہی فوت ہوا۔ سال وفات اس کا 604ھ ہے۔ قد آدم بلند چاردیواری خشتی کے اندر یہ مزار ہے۔ قبر بھی خشتی چونہ گچ ہے اور مکانات پختہ فقراء کی سکونت کے لئے بنے ہوئے ہیں اور چاہ چرخی دار جاری ہے۔ سکھوں کے وقت اس مزار پر بڑا میلہ ہوتا تھا مگر اب رفتہ رفتہ رونق میلے کی جاتی رہی (ص 281)۔

نقوش لاہور نمبر

جناب عبداللہ قریشی نے لاہور کی تاریخ کے بارے میں رسالہ نقوش کا ایک نمبر ترتیب دیا ہے جس میں انہوں نے آپ کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔

چاہ میراں میں ہے بیشک مرقد شاہ حسین

Marfat.com

اے فلک لیکن کہاں اب باغ زنجان دیکھئے

زنجان' اندجان' سنجان خراسان کی طرف کے مشہور قصبے ہیں۔ اندجان اور زنجان کے مردم خیز خطوں نے دین و دنیا کی نامور ہستیاں پیدا کی ہیں۔ شیخ فرخ زنجانی' شاہ حسین زنجانی' سید یعقوب زنجانی بہت بڑے ظاہری و باطنی پیشوا گزرے ہیں۔ ان میں آخرالذکر دونوں بزرگوں کے مزارات لاہور میں مرجع خلائق ہیں۔ ان کے علاوہ سید میر عبدالعزیز زنجانی عہد محمد شاہی میں لاہور کے مشہور عالم اور صاحب دیوان شاعر تھے۔ انہوں نے عرفی کے مشہور قصیدہ کے تتبع میں لاہور کے متعلق ایک طویل قصیدہ لکھا ہے جس کا کچھ تذکرہ الاخیار (ایک قلمی کتاب) سے مئی 1925ء کے اورنٹیل کالج میگزین لاہور میں طبع ہوا ہے۔

شاہ حسین زنجانی کے ورود لاہور کے متعلق لاہور کے مورخ مختلف الرائے ہیں۔ ہسٹری آف لاہور کے مصنف جج محمد لطیف نے تو ان کا ذکر بھی نہیں کیا۔ مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی لکھتے ہیں کہ سید یعقوب زنجانی صدر دیوان کے ہمراہ لاہور تشریف لائے اور صدر دیوان کے متعلق صفحہ 237 پر آپ کا ارشاد ہے کہ وہ 535ھ بعہد بہرام شاہ غزنوی اور حضرت علی ہجویری 431ھ میں لاہور تشریف لائے اور ان کے آنے سے ایک دن قبل شاہ حسین زنجانی انتقال فرما چکے تھے۔ آپ ان کے جنازہ میں شامل ہوئے تھے۔ یعنی ایک طرف ان کی آمد کا سال 535ھ و 557ھ بتاتے ہیں اور دوسری طرف اس سے زیادہ دلچسپ غلطی یہ کرتے ہیں کہ 431 میں ان کا واصل بحق ہونا بتاتے ہیں۔

تاریخ لاہور کا مصنف کنہیا لال اس سے بھی دو قدم آگے ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ

Marfat.com

شاہ حسین زنجانی سلاطین غوریہ کے زمانے میں لاہور آئے۔ یہ زمانہ غزنوی خاندان کے آخری بادشاہ خسرو ملک کی گرفتاری 582ھ سے شروع ہوتا ہے۔

ہسٹری آف لاہور کا مصنف گو ان کے ورود لاہور کا سال نہیں بتاتا لیکن یہ لکھتا ہے کہ حضرت علی ہجویری 431ھ میں لاہور آئے اور اسی سال شاہ حسین زنجانی کا انتقال ہوا۔

مفتی غلام سرور بھی لاہور کے ایک قابل مصنف گزرے ہیں انہوں نے بھی آپ کی آمد کا سال نہیں لکھا لیکن اتنا بتایا ہے کہ شاہ حسین زنجانی اور سید یعقوب صدر دیوان اکٹھے لاہور میں تشریف لائے۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ہجویری کی آمد اور شاہ حسین کی وفات کا ایک ہی سال بلکہ ایک ہی یوم ہے۔

ان اختلافات اور عجیب و غریب بیانات پر راقم اپنی تصنیف سوانح داتا گنج بخش میں کچھ بحث کر چکا ہے۔ بعد کے مطالعہ سے جو حالات معلوم ہوئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ امیر سبکتگین 367ھ مطابق 977ء میں غزنی کے تخت پر بیٹھا اور مقامی سازشوں سے فارغ ہو کر اسی سال ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور صاحب تاریخ فرشتہ کے قول کے مطابق چند مقامات فتح کر کے اور ان میں مساجد تعمیر کرا کے واپس چلا گیا۔ یہ تمام مقامات راجہ جے پال والئے لاہور کی مملکت میں تھے۔ اس نے نہ صرف صلح کر لی بلکہ دس لاکھ درہم اور پچاس ہاتھی نذرانہ دینے کا وعدہ کیا۔ جب سلطان کے سفیر رقم موعودہ اور ہاتھی لینے کے لئے لاہور آئے تو راجہ نے ان کو قید کر لیا۔ سبکتگین کو خبر ہوئی تو غم و غصہ کے ساتھ لاہور پر حملہ آور ہوا۔ اس سال اس کا شجاع فرزند محمود بھی اس کے ساتھ تھا۔ ان کی فوجوں نے اپنی سرحد پار کر کے راجہ کے مقبوضات و نواحات کو پامال کر کے پشاور

Marfat.com

تک قبضہ کر لیا لیکن وہ لاہور نہ آ سکے۔ راجہ نے کسی نہ کسی طرح ان کو ٹال دیا۔ یہاں تک کہ 387ھ مطابق 997ء میں سبکتگین کا انتقال ہو گیا۔

اس کے چار سال بعد 1004ء میں محمود نے دوسری دفعہ ہندوستان پر حملہ کیا اور پشاور اور دی ہند تک جو دریائے اٹک کے کنارے پر ہے' پہنچا۔ 1004ء میں اٹک اور جہلم عبور کر کے بھیرہ کے راجہ کو شکست دی اور یہاں راجہ جے پال کے نواسے سکھ پال کو جو مسلمان ہو چکا تھا' حاکم مقرر کیا۔ 1005ء میں ابو الفتح داؤد والئے ملتان اور راجہ جے پال کے بیٹے انند پال کو شکست دی اس کے چند سال بعد راجہ لاہور کو کامل شکست دے کر اس نے پنجاب کو غزنی کا صوبہ بنا لیا۔

مندرجہ صدر واقعات سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اپنی تخت نشینی سے آٹھویں سال یعنی 1004ء میں بھیرہ تک پہنچا اور دوسرے سال یعنی 1005ء میں لاہور میں داخل ہوا پس جب 1005ء یعنی 395ھ سے پہلے لاہور مسلمانوں کے قبضے میں آ ہی نہیں سکا تو مسلمان واعظ اور مبلغ وہاں کس طرح قیام کر سکتے تھے۔ خصوصاً" ان حالات میں جب کہ والئے لاہور اور والئے غزنی آپس میں سخت دشمن اور ایک دوسرے کی جان کے لاگو تھے۔ قیاس یہی ہے کہ لاہور میں آپ 395ھ یا اس کے بعد تشریف لائے اور 431ھ میں جس پر سب مورخ متفق ہیں' آپ کا وصال ہو گیا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب سلطان محمود غزنوی کے فرزند سلطان مسعود کی حکومت اپنے آخری لمحے گزار رہی تھی۔

جس دن آپ کی وفات ہوئی اسی دن علی ہجویری اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق لاہور پہنچے اور آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ آپ دونوں پیر بھائی تھے

Marfat.com

جیسا کہ حضرت علی ہجویری کے حالات میں لکھا جا چکا ہے۔

شاہ حسین زنجانی تقریباً 36۔37 سال لاہور میں رہے۔ اس طویل عرصہ میں ہزاروں غیر مسلم ان کے علم توحید کے نیچے آئے اور ہزارہا تشنگان حقیقت جام توحید سے سرشار ہوئے۔

داراشکوہ نے سفینہ اولیاء میں حضرت معین الدین چشتی کے حالات میں شاہ حسین زنجانی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "حضرت خواجہ در سیاحی شیخ حسین زنجانی را دیدند"۔ یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ خواجہ اجمیر کا سال ولادت 537ھ اور سال وفات 633ھ ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس ظاہری دنیا میں خواجہ اجمیر کی ملاقات اپنی ولادت سے پہلے بھی شیخ حسین زنجانی سے ہو چکی ہے۔

دونوں روحانی بزرگ تھے۔ باطنی ملاقات بھی خواجہ اجمیر کی ولادت کے بعد ہوئی تو تعجب کا مقام نہیں ہے۔ داراشکوہ سکینتہ اولیاء (ترجمہ صفحہ 81) میں لکھتا ہے کہ حضرت میاں جیو (حضرت میاں میر) ایک دن باغ زنجان میں بھی یاد حق میں مشغول رہے لیکن وہ زنجانی باغ یا باغ زنجان جو ان کے نام سے موسوم تھا کہاں تھا۔ اس کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ آپ کا مزار چاہ میراں میں ہے۔ یہ مقام لاہور کی ویرانیوں کے اندر درندوں اور خوفناک جانوروں کا مسکن تھا۔ آج سے دو سو سال پیشتر لہنا سنگھ حاکم لاہور کے حکم سے ایک مسلمان نے اس کو آباد کیا تھا۔ ممکن ہے پرانی بنیادوں پر ہی استوار کیا گیا ہو اور یہی وہ مقام ہے جو باغ زنجان کہلاتا ہے اور آپ کے باغ میں ہی آپ کا مزار بنایا گیا ہے۔

آپ کا مزار ایک قد آدم چار دیواری کے اندر ہے۔ مزار کے سرہانے خشتی چراغ دان ہے۔ مزار پر گنبد کوئی نہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مزار بہت قدیم

Marfat.com

زمانہ کا ہے اور شاہان مغلیہ سے ن کسی نے اس مزار پر عالی شان گنبد بنانے کا خیال نہیں کیا۔ مزار کا دروازہ مشرق کی طرف ہے۔ شمال کی جانب ایک خشتی دالان ہے۔ چاردیواری کے باہر ایک چاہ چرخی والا اس کے پاس ہی چند قبروں کے آثار ہیں۔ سید میر عبدالعزیز زنجانی قصیدہ در صفت لاہور میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔

بہ درگاہ شہنشاہ حسین زنجان رو
کہ اسرار الٰہی در مزار او عیاں بینی

سید عبدالعزیز زنجانی عہد محمد شاہی میں لاہور کے ایک مشہور عالم دین اور صاحب دیوان شاعر۔ انہوں نے لاہور کے متعلق فارسی میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس کا کچھ حصہ تذکرۃ الاخیار (ایک قلمی کتاب) سے مئی 1925ء کے اونٹیل کالج میگزین لاہور میں طبع ہوا۔ میر خدا بخش بانی تخلص منصف سفینۃ الاخبار خدا بخشیہ بن سید سلطان محمد زنجانی نے 1105ء میں بعہد مظفر غلام محی الدین اورنگ زیب عالم گیر سادات زنجانی کا شجرہ طیبہ فارسی میں نظم اور نثر میں تصنیف کیا۔ ایک اور کتاب فارسی میں مطالعہ الانورانی تراجمۃ الاثار بھی تصنیف کی۔ قلمی نسخے سید علی زنجانی کے پاس ہیں۔

اس مزار کی حفاظت و نگہداشت کا تعلق یعقوب زنجانی المعروف ر دیوان کے مزار کے متولیوں کے پاس ہے لیکن نہ اس مزار کے ساتھ کوئی معافی ہے نہ کوئی اراضی اور نہ خلقت کا ہجوم یہاں رہتا ہے کہ چڑھاوے کی آمدنی آتی ہے۔ اس سے مزار کی حالت اچھی نہیں (ص 143 تا 146)

Marfat.com

ماثر لاہور

جناب سید ہاشم فرید آبادی نے ماثر لاہور کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کتاب میں انہوں نے آپ کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے کہ داتا صاحب سے پہلے زنجانی حضرات کے نام آتے ہیں (زنجان ولایت آذر بائی جان کا ضلع ہے) ان میں بھی متقدم شیخ احمد زنجانی بتائے گئے ہیں۔ تحفۃ الواصلین کی تالیف ان سے منسوب ہے۔ داتا صاحب کا پیر بھائی انہیں قرار دیا گیا ہے جو موصوف کے ورود لاہور پر ملک عدم کو سدھار گیا۔ اس نادر تذکرے تک ہماری رسائی نہ ہو سکی اور اس کی اتنی قدامت یقیناً مشکوک ہے۔ شیخ احمد زنجانی کا کوئی مزار بھی لاہور میں معروف نہیں۔ البتہ ممکن ہے ان کا نام شیخ احمد سرخسی سے (جن کی قبر داتا صاحب کے مقبرے کے اندر دکھائی جاتی ہے) التباس ہو گیا ہو۔ سرخسی کا تذکرہ کشف المجوب میں محبت و تکریم سے تین جگہ آیا ہے (ص 131 ـ 151 ـ 287)۔ ماوراء النہر کی سیاحت میں داتا صاحب کے رفیق رہے۔ بظاہر تصنیف کتاب کے وقت انتقال کر چکے تھے۔ ان کے لاہور آنے یا دفن ہونے کا مصنف ذکر نہیں کرتے۔

ایک اور غیر معروف زنجانی شیخ فخرالدین کے نام سے ہم عصر ماثر الکرام ہے۔ اس میں شیخ علی ہجویری کے ساتھ شیخ فخرالدین کی نسبت اطلاع دی ہے کہ وہ بھی لاہور میں آسودہ ہیں (طبع آگرہ صفحہ 6) اور کسی جگہ ان کا حال نظر سے نہیں گزرا۔

بخلاف ان دونوں کے شیخ حسین زنجانی اور ان کا مقبرہ معروف ہے۔ فوائد الفواد میں انہی کو داتا صاحب لاہور میں پیش رو پیر بھائی کہا گیا ہے۔ ثمرات القدس میں اسی کتاب کے حوالے سے یہ روایت نقل ہوئی ہے۔ داتا صاحب

Marfat.com

اپنے معاصرین میں اس نام کے کسی بزرگ کا ذکر نہیں کرتے۔ آئین اکبری میں بعض کے تذکروں میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری سے ان کی ملاقات اور سال وفات سن 604 یا کچھ بعد تحریر کیا گیا ہے۔ ان کی قبر محلہ مصری شاہ کے عقب میں اونچی ٹیکری پر خانقاہ کے وسط میں واقع ہے۔ عرف عام "میراں حسینؒ" ہو گیا ہے اور اسی سے یہاں کا محلہ چاہ میراں "میراں دی کھوئی" کہلاتا ہے۔ انہی بزرگ کے ہمراہ دو اور زنجانی سید یعقوب زنجانی اور سید موسیٰ زنجانی صدر دیوان کے لقب سے ملقب ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان بہرام کے عہد میں (512-552، 1157ء) یا چند سال بعد 557 میں ترکستان سے لاہور آئے۔ مقامی حاکم طغرل آپ کا معتقد ہوا اور کثرت سے لوگ مستفید ہوئے۔ ثمرات القدس اور بعض بعد کے تذکروں میں حسین زنجانی اور موسیٰ زنجانی کا بھائی ہونے کی روایت کا ضعف بھی بالواسطہ ظاہر ہوتا ہے کیونکہ صدر دیوان کا سال وفات 604ھ تحریر ہے۔ قبر اور چھوٹی سی خانقاہ اب رتن چند کی سرائے کے پیچھے گلیوں کے پیچ میں پھنس گئی ہے اور بلا شبہ قدیم عمارت معلوم ہوتی ہے جہاں حسب روایت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے چلہ کشی کی تھی۔ خواجہ صاحب چھٹی صدی کے اواخر میں ہندوستان آئے۔ مذکورہ بالا روایتیں ان کے نقوش بتاتی ہیں واضح رہے کہ دلی اسی زمانے میں فتح ہوئی تھی۔ وہاں خواجہ صاحب کے اجمیر جاتے ہوئے منزل کرنے کی ہم کوئی خبر نہیں پڑھتے (ص 46-47-48-49)

حدیقتہ اولیاء

مفتی غلام سرور لاہوری ایک بلند پایہ تذکرہ نگار تھے۔ انہوں نے مذکورہ کتاب میں آپ کے بارے میں یوں تحریر کیا ہے۔

Marfat.com

قدیم بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحب ہدایت و ارشاد و زہد و تقویٰ و شرافت و نجابت و سیادت تھے۔ شجرہ ان کا حضرت جنید بغدادی کے ساتھ ملتا ہے۔ سید یعقوب زنجانی کے ساتھ یہ لاہور میں آئے اور ہنگامہ شیخیت گرم کیا۔ تمام عمر ہدایت خلق میں گزری۔ آخر سال چھ سو ہجری میں وفات ہوئی (ص 186-187)

بزرگان لاہور

لاہور کے اولیاء کرام کے تذکرہ موسومہ بزرگان لاہور میں جناب پیر غلام دستگیری نامی نے آپ کے بارے میں اپنے خیالات کا یوں اظہار کیا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت علی ہجویریؒ کے پیر بھائی خواجہ حسین زنجانیؒ یعنی مرید و خلیفہ شیخ ابولفضل بن ختلی لاہور کی قطبیت پر مامور تھے۔ جب مرشد موصوف کی طرف سے آپ (ہجویری صاحب) کو لاہور جانے کا ارشاد ہوا تو آپ نے عرض کیا کہ وہاں تو برادرم حسین زنجانیؒ مامور ہیں۔ شیخ ابولفضل نے فرمایا کہ آپ حسب الحکم وہاں جائیں اور رہیں۔ اس میں ان کے پوچھنے سے کیا فائدہ (آخر ظاہر ہو جائے گا)۔ چنانچہ آپ لاہور پہنچے اور رات شہر کے باہر قیام کیا۔ صبح اندر گئے تو دیکھا کہ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ آرہا ہے۔ وہ اسی رات فوت ہوئے تھے۔

ان تاریخی اقتباسات سے اس اختلاف پر روشنی پڑتی ہے کہ حضرت سید میراں حسین زنجانی کے عہد کے تعین کے بارے میں صاحبان قلم کی آراء دو گروہوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ ایک گروہ آپ کو حضرت داتا گنج بخش کا پیر بھائی قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا گروہ آپ کو حضرت معین الدین چشتی غریب نواز کے زمانے کا بزرگ کہتا ہے۔ ان کے سامنے فوائد الفواد کی معروف روایت ہے جس میں حضرت نظام الدین اولیاء نے دونوں بزرگوں کو ایک ہی پیر یعنی حضرت

Marfat.com

ابولفضل ختلی کا مرید قرار دیتے ہوئے پیر بھائی قرار دیا ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی کو حضرت داتا گنج بخش سے لاہور میں آنے والا پہلا بزرگ قرار دینے والے گروہ کا دوسرا سہارا ثمرات القدس ہے جس میں آپ کی تاریخ وفات کو تقریباً" 430 قرار دیا گیا ہے۔ ثمرات القدس اولیاء کرام کا ایک غیر مطبوعہ تذکرہ ہے جو آٹھویں صدی ہجری کا ہے۔

یہ دونوں کتب قدیم ہیں اور بعد میں آنے والے مورخین کے بیانات کا ماخذ نظر آتی ہیں۔ بے شمار مورخین نے ان کتابوں کے حوالے سے حضرت سید میراں حسین کی وفات اور حضرت داتا گنج بخش کی آمد کو ایک ہی سن یعنی 431ھ لکھا ہے۔ اہل قلم کا دوسرا گروہ جو حضرت سید میراں حسین زنجانی کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے زمانے کا بزرگ قرار دیتا ہے۔ ان کا ماخذ آئین اکبری معلوم ہوتی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب جب لاہور تشریف لائے تو ان کی ملاقات حضرت شیخ حسین زنجانی سے ہوئی۔ یہی بات داراشکوہ میں بھی ہے بلکہ میرے خیال میں داراشکوہ کا ماخذ بھی آئین اکبری ہے۔ اسی دور کا ایک اور تذکرہ گلزا ابرار ہے۔ صاحب تذکرہ نے حضرت سید میراں حسین زنجانی کی حضرت خواجہ صاحب سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ پھر اسی دور کی ایک اور کتاب شاہجہاں نامہ از صالح کمبوہ کا ماخذ بھی آئین اکبری اور سفینۃ اولیاء معلوم ہوتی ہے۔ آج سے ایک دو صدی پہلے اولیاء کرام کے بارے میں سوانح نگاری پر کچھ تحقیقاتی کام کا آغاز ہوا اور اسی دور میں کچھ صاحب علم حضرات ۔ نے بزرگان دین اور صوفیائے لاہور کے بارے میں حتی المقدور تحقیقی کتابیں لکھی ہیں جو بعد میں لکھنے والے تذکرہ نگاروں کا ماخذ بنی ہیں۔ ان کتب میں مولوی نور محمد چشتی کی تحقیقات چشتی اور مفتی غلام سرور لاہوری کی خزینۃ

Marfat.com

الاصفیا' پیر دستگیر نامی کی بزرگان لاہور اور مختلف مصنفین کی تاریخ لاہور جناب عبداللہ قریشی کا مرتب کردہ نقوش کا لاہور نمبر قابل ذکر ہیں۔ جن میں صوفیائے لاہور کے حالات درج ہیں۔ ان کتب کے علاوہ حضرت داتا گنج بخش کے بارے میں بے شمار تذکرے لکھے گئے۔ القصہ ان تذکروں میں محمد دین فوق کی سوانح حیات حضرت داتا گنج بخش' محمد وارث کامل کا تذکرہ داتا گنج بخش' ایس ایم ناز کی مرکز تجلیات' حکیم امین الدین کا تذکرہ علی ہجویری' پیام شاہجہان پوری کی آفتاب ہجویر' نسیم چوہدری کا تذکرہ علی بن عثمان ہجویری اور محمد دین کلیم کا تذکرہ علی ہجویری قابل ذکر ہیں۔ گویا حضرت داتا گنج بخش کے بارے میں لکھی جانے والی تاریخ اور تذکروں میں حضرت میراں حسین زنجانی کا ذکر حضرت نظام الدین اولیاء کی مشہور روایت کے حوالہ سے ہوتا ہے۔ جس کا حوالہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ کسی صاحب قلم نے اس روایت کی حمایت کی ہے اور کسی نے اس روایت کو الحاقی قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں کشف المحجوب کے اردو تراجم کے دیباچوں میں بھی مترجم حضرات بھی آپ کا ذکر ضرور کرتے ہیں۔

جو حضرت سید میراں حسین زنجانی کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے زمانے کا بزرگ قرار دیتے ہیں۔ اس گروہ کے دلائل یہ ہیں کہ اگر حضرت سید میراں حسین زنجانی کو حضرت داتا گنج بخش کا بھائی مان لیا جائے اور داتا حضور کی آمد کا سن یعنی 431ھ قرار دیا جائے تو ایک تاریخی الجھن پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ داتا صاحب کا کشف المحجوب میں اپنا بیان کچھ اس طرح سے ہے (ص 326)

ان اولیاء اللہ میں سے ایک اوتاروں کی زینت اور عابدوں کے طور داتا گنج کے شیخ یعنی پیر و مرشد ابوالفضل محمد بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ علم تفسیر اور روایات حدیث اور تصوف و معرفت کے عالی شان عالم و فاضل ہیں

Marfat.com

اور تصوف میں حضرت جنید بغدادی کے مذہب پر اور حضرت حصری کے مرید اور خاص رازدان ساتھیوں میں سے ہیں اور حضرت، ابو عمر قزدینی اور حضرت ابوالحسن بن سالہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ آپ پورے ساٹھ سال سچی گوشہ نشینی کے لئے پہاڑوں میں بھاگتے رہے اور اپنا نام مخلوق سے گم کیا ہوا تھا۔ زیادہ تر جیل لکام پہاڑ میں آپ رہتے تھے۔ بہت اچھی عمر پائی ہے اور آپ کے بزرگ و ولی اللہ ہونے کی بہت سی دلیلیں اور روایات و نشانات موجود ہیں لیکن اہل تصوف کا مخصوص لباس نہیں پہنتے تھے اور رسمی صوفیوں کے ساتھ بہت سختی سے پیش آتے تھے۔ میں نے ان سے زیادہ رعب و دبدبے والا کوئی مرد نہیں دیکھا۔ آپ سے میں نے سنا (یعنی حضرت داتا گنج بخش نے اپنے شیخ سے سنا) کہ آپ نے فرمایا الدنیا یوم و لنا فیھا صوم دنیا صرف ایک دن ہے اور اس دن میں ہم روزہ دار ہیں۔ یعنی دنیا سے ہم بالکل کوئی حصہ نہیں لیتے اور اس کی قیدوبند میں نہیں آتے اس لئے کہ اسکی آفت کو ہم نے دیکھا ہوا ہے اور اس کی محبت و دلیل پر ہم واقفیت رکھتے ہیں اور اس سے ہم نے عرض کیا ہوا ہے۔ ایک دفعہ میں ان کو وضو کروا رہا تھا کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ جب کام تقدیر اور قسمت سے متعلق ہیں تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنے آزاد بندوں کا امید کی بنا پر غلام کیوں بنا دیتا ہے۔ آپ نے کرامت کی بنا پر مجھے جواب دیا۔ اے لڑکے جو تو نے سوچا ہے میں نے اسے جان لیا ہے کہ ہر کام کے لئے کوئی نہ کوئی سبب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کمتر بندے کو کرامت و عزت کا تاج پہنائے تو اس کے لئے کوئی سبب بناتا ہے اور اسے توبہ نصیب کرتا ہے اور دوست کی خدمت میں مشغول کر دیتا ہے حتیٰ کہ یہ خدمت اس کے لئے عزت کا سبب بنتی ہے۔ اس طرح کے بہت سے لطائف روزانہ ہم پر ظاہر ہوتے۔ جس دن آپ نے وصال فرمایا اس

Marfat.com

وقت آپ بیت الجن میں تھے۔ دمشق اور بانیان کے نالے کی گھاٹی کے سر کے اوپر ایک گاؤں تھا اسے بیت الجن کہتے ہیں۔ جس وقت آپ نے وفات پائی تو آپ کا مبارک منور مطہر مقدس سر میری گود میں تھا۔ جس طرح لوگوں میں دوست کی رحلت کے وقت درد تکلیف ہوتی ہے اسی طرح میرے شیخ کی جدائی نے میرے دل پر اثر ڈالنا شروع کیا کیونکہ اس وقت آپ حالت نزع میں تھے۔ آپ نے مجھے کہا کہ اے بیٹے میں تجھے عقیدے کا ایک مسئلہ بتاتا ہوں اگر تو اپنے آپ کو اس پر چلائے گا تو تمام درد و آلام سے محفوظ و مامون رہے گا۔ ہر جگہ ہر حال میں نیک و بد کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کے فعل پر تو جھگڑا نہ کرے اور دل کے ساتھ اس کے رنج و غم کو نہ لائے۔ اس سے زیادہ اور کوئی نصیحت مجھے نہیں کی اور جان اللہ تبارک تعالیٰ کے حضور حاضر کر دی (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم و یاران اربع کے ساتھ جا ملے) واللہ اعلم بالصواب)

جب آپ کے پیرو مرشد اس دار فانی سے کوچ کر گئے تو داتا صاحب 453ھ میں وادی بیت الجن علاقہ شام میں تھے۔ اس سے صاحب قلم یہ استدلال پیش کرتے ہیں کہ حضرت داتا حضور اپنے مرشد کی وفات کے بعد لاہور تشریف لائے۔ میرے خیال کے مطابق یہ کوئی اتنی بڑی دلیل نہیں۔ عین ممکن ہے داتا حضور لاہور میں تشریف لانے کے بعد ایک بار پھر اپنے پیرو مرشد کے پاس گئے ہوں۔ علاوہ ازیں اللہ کے بندے کے لئے فاصلہ کوئی دوری نہیں ہوتا۔ اس گروہ کا دوسرا اعتراض یہ کہ حضرت داتا گنج بخش نے اپنی کتاب میں اپنی آمد کے بارے میں کوئی واقعہ درج نہیں کیا اور نہ ہی شیخ حسین زنجانی کا ذکر کیا ہے مگر شیخ اخی زنجانی کا ذکر کچھ اس طرح ملتا ہے (ص 336)۔ لیکن اہل قہستان آذربائی

Marfat.com

جان طبرستان فک میں سے ایک شیخ شفیق فرج معروف سید اخی زنجانی اعلیٰ صفتوں والے مرد اور طریقت میں مقبول لوگوں میں سے ہیں۔ آپ طریقت کے بزرگوں کے شیخ ہوئے ہیں۔ آپ سے نیکی کی بہت سی باتیں مشہور ہیں۔ آپ بادشاہت سے توبہ کر کے اللہ کی تلاش میں بہت پھرنے والے ہیں (میرے علم کے مطابق حضرت اخی زنجانی کا مزار آذر بائی جان میں نہیں ہے اور اخی کے معنی دوست کے ہیں۔ ممکن ہے حضرت میراں حسین زنجانی کی ملاقات ان سے ہوئی ہو اس بنا پر انہوں نے لاہور آنے سے پہلے اپنے استاد سے اپنے پیر بھائی کی موجودگی کا ذکر کیا تھا) واللہ اعلم بالصواب۔

انہیں یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ کشف المحجوب تصوف کی کتاب ہے نہ کہ تاریخی حالات و واقعات کی۔ ان اعتراضات کے باوجود حضرت سید میراں حسین زنجانی کو خواجہ معین الدین چشتی کے زمانے کا بزرگ قرار دینے کے لئے ان کے پاس تاریخی کتب میں وہ حوالہ موجود ہے جس میں دونوں بزرگوں کی ملاقات کا ذکر ہوا ہے مگر بزرگان روحانی ملاقات کو عینی ملاقات قرار دے دیتے ہیں کیوں کہ ان کے سامنے ایک بزرگ کے چلے جانے کے بعد اس سے ہم کلام ہونا کوئی مشکل بات نہیں۔ گویا یہ ایسی تاریخی بھول بھلیاں ہیں جن کے ذریعے سے ایک قاری کا حقیقت کا پانا مشکل ہے۔ نہ صرف مشکل ہے بلکہ ناممکن ترین ہے۔ حضرت سید میراں حسین زنجانی مورخین کے خیال کے مطابق حضرت داتا گنج بخش کے پیش رو ہوں یا معین الدین چشتی کے زمانے کے بزرگ ہوں وہ بہرکیف اللہ کی برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں۔ وہ اللہ کے محبوب بندوں میں سے ہیں۔ مورخین کی اس نکتہ چینی سے ان کی شان میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ بہر حال حضرت سید یعقوب زنجانی کی اولاد سے آج بھی فیض جاری ہے جس میں

Marfat.com

سے جناب سید افضال حسین زنجانی چاہ میراں اور جناب سید محمد ادریس زنجانی شاہ عالم (شاہ صدر دیوان) اور سید علی آزاد احمد زنجانی اچھرہ (خانو ہارنی شریف) فی سبیل اللہ کام کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ بعض مورخ یہ ثابت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے بزرگ جنھوں نے سب سے پہلے لاہور میں کفر و شرک کی تاریکیوں کو نور ایمانی سے روشن کرنے کے لئے قدم رکھا وہ حضرت سید میراں حسین زنجانی اور ان کے ہمراہی تھے جنھوں نے 387ھ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی اور لاہور میں سب ولیوں سے پہلے آنے کا شرف حضرت سید میراں حسین زنجانی کو ہی جاتا ہے۔ آپ داتا حضور سے قبل لاہور تشریف لائے لہٰذا آپ کے وصال اور حضرت داتا گنج بخش کی آمد کا سن ایک ہی یعنی 431ھ ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینے میں

اولیا ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداندز راہ

اگر گیتی سرار باد گیر
چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

Marfat.com

حضرت شیخ اسماعیل بخاری

(رحمتہ اللہ علیہ)

حضرت شیخ اسماعیل موصوف بخاری سادات عظام سے تھے لیکن اصل وطن کسی نے نہیں لکھا البتہ اس پر سب مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ غزنوی عہد میں لاہور آئے۔ لاہور میں آپ کی آمد کے متعلق مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں مختلف آراء ظاہر کیں۔ بقول صاحب تحقیقات چشتی آپ بعد ہندو راجہ ہوڈی اور سروان آئے۔ ان کے وعظ سے لوگ مسلمان ہوئے۔ اول روز جو انہوں نے بروز جمعہ وعظ کیا تو دو سو پچاس اور دوسرے جمعہ تین سو پچاس اور تیسرے جمعہ پانچ سو ہندو مسلمان ہوئے۔

رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخ لاہور 1884ء کے قول کے مطابق آپ 412ھ میں آئے اور لکھا ہے کہ آپ کے وعظ میں اتنی تاثیر تھی کہ ہزارہا لوگ مسلمان ہوئے۔

صاحب خزینتہ الاصفیا دعوت اسلام اور بزرگان لاہور کے، بیان کے مطابق آپ 395ھ بمطابق 1005ء میں بعہد محمود غزنوی لاہور آئے۔ اکثر مورخین نے قریب ایک ہی زمانہ بتایا ہے اور قرین قیاس بھی یہی ہے کہ آپ 395 میں لاہور آئے۔

بعض مورخ یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ سب سے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے بلاد لاہور میں کفرو شرک کی تاریکیوں کو نور ایمانی سے روشن کرنے کے لئے قدم رکھا لیکن اصل میں حضرت سید میراں حسین زنجانی اور ان کے ہمراہی تھے جنہوں نے 387ھ میں آکر لاہور میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی اور لاہور میں سب ولیوں سے پہلے آنے کا شرف حضرت میراں حسین زنجانی کو ہی حاصل ہے۔

Marfat.com

شیخ حضرت اسماعیل بخاری بہت بڑے محدث اور مفسر تھے اور قرآن مجید کے حافظ تھے۔ جمعہ کے روز وعظ کرتے۔ ان کی مجلس وعظ میں سامعین کا ہجوم ہوتا تھا اور ہر روز صدہا لوگ خلعت اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔ آواز اتنی اچھی تھی کہ جو شخص ایک دفعہ ان کے وعظ میں آتا وہ کلمہ توحید پڑھے بغیر اور اسلام پر ایمان لائے بغیر واپس نہ جاتا تھا۔

حضرت شیخ اسماعیل بخاری کی آمد سے پیشتر حضرت سید میراں حسین زنجانی اور سادات زنجانیہ کے چند مبلغ دین اسلام کی تبلیغ کے لئے لاہور میں موجود تھے۔ 431ھ میں داتا گنج بخش علی ہجویری بھی تشریف لے آئے۔ چنانچہ یہ عین قرین قیاس ہے کہ حضرت شیخ اسماعیل بخاری کی ملاقاتیں ان بزرگوں سے ہوئی ہوں۔ البتہ تاریخ یہ ثابت کرنے سے قاصر ہے۔ کیونکہ اس بارے میں کوئی مفصل تاریخ نہیں ملتی۔ کشف المحجوب بھی اس بارے میں بالکل خاموش ہے۔

اس امر کا بھی کچھ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کس مسجد میں جمعہ پڑھاتے اور وعظ فرمایا کرتے تھے لیکن یقین کے ساتھ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ محمود غزنوی کے دور سے لاہور میں مستقل اسلامی حکومت قائم ہوئی اس لئے لشکر اسلام اور مسلمان حکام و عوام کے لئے سرکاری طور پر کوئی نہ کوئی مسجد محمود کے زمانے میں تعمیر ہو چکی ہو گی۔

لاہور میں کامل 53 برس تک اسلام کا یہ مایہ ناز مبلغ دین فطرت کی اشاعت میں سرگرم رہا اور آخر 448ھ میں بمطابق 1056ء میں مالک حقیقی سے جا ملا۔ مہتاب کا لفظ کہ حاصل اعداد اس کا چار سو اڑتیس مادہ تاریخ درج ہے۔

گنج تاریخ سروری میں تاریخ رحلت یہ درج ہے۔

یافت آخر مکان مخلد بریں

چوں شہ دیں فقیہہ اسماعیل

سال وصلش فقیہہ محبوب است

نیز　　　پیر　　　وجیہہ　　　اسماعیل

اس زمانے میں مغلیہ عہد کے سے گنبد نما عالی شان مقبروں کا رواج نہ تھا اس لئے ان کا مقبرہ نہایت سادہ بنایا گیا۔ تاریخ لاہور میں کنہیا لال لکھتے ہیں کہ "اس متبرک مقبرہ پر گنبد نہیں مگر مکان نہایت قدیم ہے۔ مسلمانی سلطنت کے وقت مکان کے ساتھ بہت بڑا باغ بھی تھا اور مزار سے جانب غرب جو کنواں ہے اس پر چرخ چوب چلتا تھا"۔

مغلیہ عہد اور سکھوں کے زمانے میں اس باغ اور مزار کو بہت سے حادثات پیش آئے۔ رائے بہادر کنہیا لال کے زمانہ 1884ء میں ان کے مزار کی زمین مجاوروں نے انگریز کے ہاتھ فروخت کر دی اور انہوں نے اپنی کوٹھی میں شامل کر لی۔ قدیمی کنواں بھی اس کوٹھی میں آ گیا۔ اس باغ اور مقبرہ کے ساتھ جو زمین بتائی جاتی ہے وہ ایک طرف یورپین کیتھیڈرل سکول اور رومن کیتھولک گرجا گھر کے وسیع احاطہ تک پھیلی ہوئی تھی جس کی پشت کا حصہ اس سڑک تک جو ای پلومر کے دواخانہ سے ہو کر سیدھی مزنگ کو جاتی ہے۔ مشرق کی طرف اس مقبرہ کی جو حدود تھیں وہ ان کوٹھیوں تک پھیلی ہوئی تھیں جو پانی والے کنوئیں کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہیں۔ اس باغ کی چار دیواری جنوب کی طرف حیات برادرز فرنیچر کی دوکان سے بھی پرے تھی۔ فوق صاحب بیان کرتے ہیں کہ راقم 1923ء میں اس مزار اور صاحب مزار کے حالات معلوم کرنے کے لئے گیا تو معلوم ہوا اس کے ساتھ زمین بہت تھی جو متولی بیچ بیچ کر کھا گئے۔

ہال روڈ جاتے ہوئے سکول کی عمارت کے ساتھ ساتھ (جو درحقیقت اسی مزار کی زمین تھی) سڑک کے دائیں طرف چھوٹی چھوٹی سیڑھیاں طے کرنے کے بعد مزار آتا ہے۔ سنگ مرمر کہیں نہیں البتہ مزار پختہ اینٹوں کا بنا ہوا ہے۔ سرہانے چراغ دان بنے ہوئے ہیں۔ مزار معمولی حالت میں ہے کہ سیکڑوں اور ہزارہا مسلمان ہر روز قبر کے پاس سے گزرتے ہیں لیکن اس بزرگ کی روح کو کوئی دو

Marfat.com

ہاتھ اٹھا کر دعائے خیر کے چند کلمات نہیں کہتا جس کے ہر وعظ میں ہر جمعہ کو غیر مذاہب کے صدہا لوگ مسلمان ہوتے تھے۔

وہ باغ جو خدا جانے کتنی وسعت رکھتا تھا اور وہ مقبرہ جس کی حدود دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں' آج اس سمندر کی طرح ہے جو انقلاب زمانہ زبردست تھپیڑوں کے حلقہ گرداب میں آنسو بن کر رہ گیا ہو۔ باغ کا اب کسی کو یہاں وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ مقبرہ کے بلند چبوترہ کے سوا ایک چپہ زمین بھی اس مزار کے ساتھ نہیں۔ قریباً سو سال سے دو درخت ایک نیم کا اور ایک پیلو کا اس مزار کو ابر رحمت بن کر سایہ کئے ہوئے ہیں۔

ان کی قبر کے پاس غرب رویہ ان کے خادم حاجی میاں کی قبر ہے۔

حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش

(رحمتہ اللہ علیہ)

ایک روز میں پیر ہجویر کے آستان پر بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے حضرت سے کہا کہ سرکار ولی تو اور بھی ہیں جو اس خطہ پاک میں آسودہ خاک ہیں لیکن جو شان روحانیت کا منظر آپ کے در پر پاتا ہوں وہ کہیں اور نظر نہیں آتا۔ تیرے آستان پر عرش تا مرقد بارش نور ہی نور ہے جس سے کیفیات میں ایسا سرور ہے کہ آنے والے کو سکون ملتا ہے۔ تیرا مرقد مرکز تجلیات ہے۔ اہل دنیا کو تو صرف تیرا سنگ آستاں دیکھ پاتا ہے۔ تیرے روضے کی جالیوں سے لپٹ کر سکون ملتا ہے۔ تیرے مرقد کے خوبصورت گنبد اور درودیوار نظر کو حیرت میں ڈالتے ہیں لیکن اس کے برعکس اہل نظر جو نگاہ باطن سے تیرے مقام اور تیری شان کو دیکھتا ہے تو اللہ اللہ پکار اٹھتا ہے۔ تیرے آستان پر مخلوق خدا کا دن رات تانتا بندھا رہتا ہے۔ کوئی طلب سکون کی خاطر آ رہا ہے۔ کوئی روحانیت سے مسرور ہو کر جا رہا ہے۔ کوئی

Marfat.com

کاسہ گدائی لئے تیرے در پر ڈیرا جمائے بیٹھا ہے۔ طالبان حق و صداقت تیرے آستان پر یاد الٰہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ کوئی گڑگڑا کر دعا مانگ رہا ہے' کوئی عجز و نیاز کا پیکر بنا بیٹھا ہے۔ اہل فقیر بھی جذب و مستی کے عالم میں عشق حقیقی میں کھوئے ہوئے ہیں۔ کہیں گنہگار تیرے توسل سے بارگاہ رب العزت میں اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

بادشاہوں نے تیرے در پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے اور خدا جانے تاقیامت کرتے رہیں گے۔ بے شمار ولی تیرے آستان پر حقیقت کا جلوہ پانے آئے اور جام روحانیت بھر کر چل دئے۔ حضرت خواجہ معین الدین تیرے آستان پر معتکف رہے۔ آخر گنج بخشی کے راز کو مظہر نور خدا کہہ کر چل دئے۔ آخر یہ تو بتا کہ تیرا اتنا بلند مقام کیسے ہوا۔ ولی تو اور بھی ہوئے لیکن جو مقام تجھے ملا وہ پاک و ہند میں کسی اور کو نہیں ملا۔ جوں جوں وقت گزر رہا ہے تیرا نام اور دوبالا ہوتا جا رہا ہے۔ آخر یہ راز کی بات کیا ہے؟ مرقد پیر ہجویر سے آئی صدا نادان سوچتا ہے کیا۔ یہ تو خالق کائنات کا کرم ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے ہوا۔ اللہ کے محبوب کی نگاہ کرم نے ہمیں بھی محبوب کر دیا۔ یہ تو اس حب الٰہی کا بدلہ ہے جو ہمیں قریہ قریہ لئے پھری۔ یہ اس اتباع شریعت کا نتیجہ ہے جس نے مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا خادم کر دیا۔ یہ تو صحبت مرشد کا فیض ہے جس نے مجھے صاحب فیض کر دیا۔ یہ تو میرے اللہ نے کفرزار لاہور میں شمع توحید روشن کرنے کا اعزاز دیا ہے کہ آج زبان خلق پر علی ہجویری کا نام ہے۔ گر تو بھی خدا سے کچھ چاہتا ہے تو عشق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ڈوب جا' اتباع شریعت میں نام پیدا کر اور یاد الٰہی میں کھو جا۔

آباؤ اجداد

حضرت علی ہجویری سادات عظام میں سے تھے۔ جب اسلامی حکومت میں کچھ

Marfat.com

افرا تفری پھیل گئی تو آل سادات کے افراد حاکمان وقت کے ظلم و تشدد سے بچنے کے لئے غزنی میں جا کر آباد ہو گئے۔ غزنی میں آپ کے خاندان کا علم و فضل اور روحانیت میں بڑا چرچا ہوا۔ آپ کے حقیقی ماموں غزنی کے بلند پایہ عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ لوگ انہیں تاج اولیاء کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

نام و نسب

آپ کا نام علی ہے مگر آپ علی ہجویری کے نام سے مشہور ہیں کیونکہ جس محلہ میں آپ رہتے تھے اس کا نام ہجویر تھا اسی وجہ سے آپ ہجویری کہلائے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے مگر لاہور میں آپ داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید عثمان تھا۔

پیدائش

آپ کی ولادت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ افغانستان کے ایک مشہور شہر غزنی کے ایک محلہ ہجویر میں 400ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ اسی محلے کی رہنے والی تھیں لیکن آپ کے والد غزنی کے ایک اور محلے کے رہنے والے تھے جس کا نام جلاب تھا۔ انہی محلوں کی نسبت سے آپ کو ہجویری اور جلابی بھی کہا جاتا ہے۔

شجرہ نسب

آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

حضرت علی ہجویری

بن سید عثمان

بن سید علی عبدالرحمٰن

Marfat.com

بن شاہ شجاع

بن ابوالحسن

بن حسن اصغر

بن سید زید

بن حضرت امام حسن

بن حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

حصول علم

جس دور میں حضرت علی ہجویری غزنی میں پیدا ہوئے وہ دور علم و فضل کے اعتبار سے بہت اچھا تھا۔ بے شمار علماء، فضلاء اور اہل دانش غزنی میں رہتے تھے۔ غزنی کی فضا میں ہر طرف علم و فکر و معرفت کا چرچا تھا۔ چار سال سے زائد عمر میں آپ نے حروف شناسی کے بعد قرآن پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑے عرصہ میں آپ نے قرآنی تعلیم مکمل کر لی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسرے علوم پڑھے۔ بڑا ہونے تک آپ نے مختلف اساتذہ سے عربی، فارسی، حدیث، فقہ، تفسیر، منطق اور فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔

اساتذہ

جن اساتذہ سے آپ نے ظاہری علوم کی تکمیل کی ان میں شیخ ابوالعباس احمد بن محمد اشقانی، شیخ ابوالقاسم گرگانی، ابوالعباس احمد بن محمد قصاب، ابو عبداللہ محمد بن علی المعروف بالدا ستانی، ابوسعید فضل اللہ بن محمد، ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدان اور شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری کے نام قابل ذکر ہیں۔ آپ نے اپنے بعض اساتذہ کا ذکر کشف المحجوب میں بھی کیا ہے۔

بیعت

Marfat.com

ظاہری علوم کے بعد معرفت حاصل کرنے کی غرض سے آپ مرشد کی تلاش میں نکلے۔ مختلف علاقوں کا سفر کیا۔ دوران سفر آپ نے سلسلہ عالیہ جنیدیہ میں حضرت ابوالفضل محمد بن ختلی کے ہاتھ پر بیعت کی جو شام میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور پیشوائے طریقت میں سے تھے۔ سلسلہ جنیدیہ کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ ہمارے تمام شیوخ و اکابرین سلسلہ جنیدیہ سے منسلک ہیں اور یہ طریقہ بڑا مشہور ہے۔ آپ نے ان کی زیر نگرانی سلوک کی ساری منزلیں طے کیں۔

آپ کا سلسلہ طریقت یوں ہے۔

سلسلہ بیعت

آپ مرید حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی
وہ مرید حضرت شیخ ابوالحسن علی حصری
وہ مرید حضرت شیخ ابوبکر شبلی
وہ مرید حضرت جنید بغدادی
وہ مرید حضرت سری سقطی
وہ مرید حضرت معروف کرخی
وہ مرید حضرت داؤد طائی
وہ مرید حضرت حبیب عجمی
وہ مرید حضرت خواجہ حسن بصری
وہ مرید حضرت علی کے۔

حصول معرفت

آپ نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اپنے مرشد حضرت ابوالفضل کی صحبت میں گزارا۔ اس صحبت سے آپ کو معرفت حاصل ہوئی۔ آپ کے مرشد باشرع

Marfat.com

صوفی تھے' پابند صوم و صلوۃ تھے۔ ان کی غذا بہت سادہ اور نہایت ہی کم تھی۔ اسی طرح وہ بہت کم سوتے تھے اور سارا وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔ چنانچہ حضرت علی ہجویری کو بھی انہوں نے کم کھانے' کم سونے اور کم گفتگو کرنے کی ہدایت کی اور سارا دن یاد الٰہی میں محو رہنے کی تلقین کی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت داتا گنج بخش نے پابند شرع رہ کر اللہ کی بے پناہ عبادت کی اور سفرو حضر میں پیرو مرشد کا ساتھ دیا۔ اس صحبت مرشد اور یاد الٰہی کا نتیجہ ہوا کہ آپ بہت جلد ولی کامل بن گئے اور آپ نے مرشد نے آپ کو خلافت عطا فرما کر خدمت دین کا حکم دیا۔

سیرِ و سیاحت

سیرو سیاحت حصول علم کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ آپ نے عالم شباب کا زیادہ حصہ سیر اور سفر میں گزارا۔ اس سیر و سیاحت سے آپ کو ازحد علمی فائدہ ہوا۔ آپ کئی علماء و فضلا سے ملے اس کے علاوہ کئی مشائخ کرام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں جن سے روحانیت کو تقویت ملی اور آپ کو زندگی کے بہت سے تجربات اور مشاہدات حاصل ہوئے۔ آپ نے ایران' عراق' ترکی' عرب' ماوراالنہر' آزر بائیجان' خراسان' طبرستان' قہستان' کرمان اور خورستان کے علاقوں کی سیروسیاحت کی۔ ان علاقوں میں جن بزرگوں سے ملاقات ہوئی ان میں شیخ احمد بخاری' خواجہ رشید مظفر' خواجہ شیخ احمد حمادی' خواجہ ابو جعفر محمد بن علی الجودینی' شیخ ابوعبداللہ جنیدی' شیخ ابوالعباس دامغانی' شیخ ابو طاہر مکشوف' شیخ قاسم سدسی' شیخ ابواسحاق بن شہریار کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کاملین طریقت سے آپ کی صحبتیں ہوئیں۔ ان علاقوں میں بے شمار واقعات پیش آئے۔ ان مشاہدات اور واقعات کا ذکر آپ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں کہیں کہیں کیا ہے۔

Marfat.com

اتباع شریعت

حضرت علی ہجویری اللہ کے وہ کامل ولی تھے جن کی ساری زندگی اتباع شریعت میں گزری۔ اگرچہ آپ نے سلوک اور معرفت کی منزلیں ۔طے کرنے کے لئے بہت سی ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ جگہ جگہ کی سیروسیاحت کی' زندگی کا کچھ حصہ سفر میں گزارا۔ مسلسل چار سال تک سفر میں رہنے کے باوجود کبھی نماز باجماعت ترک نہ ہوئی اور جب جمعہ کا دن قریب آتا تو آپ کسی نہ کسی قصبے میں چلے جاتے اور نماز جمعہ ادا کرتے۔ کشف المحجوب میں آپ نے کئی مقامات پر اس اتباع شریعت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں ایک باطنی الجھن میں گرفتار ہو گیا۔ ایک روحانی راز تھا جو مجھ پر منکشف نہیں ہوتا تھا۔ اس کے انکشاف کے لئے میں نے بڑی ریاضت کی مگر پھر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس سے پیشتر بھی ایک بار ایسا ہوا تھا اور میں نے حل کے لئے حضرت ابو یزید کے مزار پر چلہ کشی کی تھی۔ اس چلہ کشی کے نتیجے میں میری وہ باطنی مشکل حل ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی میں آپ کے مزار پر معتکف ہو گیا لیکن تین ماہ تک اعتکاف میں بیٹھے رہنے کے باوجود مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ اس دوران میں روزانہ تین دفعہ نہاتا اور تین ہی دفعہ طہارت کرتا۔ کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر میں نے خراسان جانے کے لئے رخت سفر باندھا۔ راہ میں ایک گاؤں میں قیام کیا۔ یہاں صوفیوں کا ایک گروہ مقیم تھا۔ یہ رسم پرست لوگ تھے۔ انہوں نے مجھے سادہ جامہ پہنے دیکھ کر کہا کہ ,, ہماری جماعت سے متعلق نہیں اور واقعی میں ان کی جماعت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔ انہوں نے مجھے قیام کے لئے جو جگہ دی خود اس سے بلند جگہ پر قیام کیا۔ خود تو نہایت لذیذ و نفیس غذائیں کھائیں اور مجھے ایک سوکھی روٹی کھانے کو دی۔ وہ لوگ میرا مضحکہ اڑاتے' خربوزے کھا کر چھلکے مجھ پر پھینکتے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مولا کریم اگر ان

Marfat.com

کا لباس (گودڑی) وہ نہ ہوتا' جو تیرے دوستوں کا ہوتا ہے تو میں ان کی یہ زیادتی کسی صورت برداشت نہ کرتا۔ باوجودیکہ یہ رسم پرست صوفی مجھے ہدف طنز و ملامت بنا رہے تھے لیکن انبیاء اور اولیاء کی ایک بہت بڑی سنت پر عمل کرنے کی وجہ سے میرے دل کو بڑی مسرت حاصل ہو رہی تھی اور اس وقت مجھ پر یہ سربستہ راز کھل گیا کہ بزرگان طریقت کم فہموں کی زیادتی کیوں برداشت کرتے ہیں اور مجھے معلوم ہو گیا کہ ملامت برداشت کرنا بھی روحانی مدارج کی بلندی کا زینہ ہے اور اس میں بھی بڑے مفادات ہیں۔

مقام ابو حنیفہ

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں علاقہ شام میں سفر کرتا ہوا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ پر پہنچا۔ جب میری آنکھ لگی تو میں نے اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا۔ اتنے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی شیبہ کے دروازے پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ ایک سن رسیدہ شخص کو اس طرح بغل میں لئے ہوئے تھے جیسے کوئی بچے کو لئے ہوتا ہے۔ میں فرط محبت سے بے قرار ہو کر آپ کی طرف دوڑا اور آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دیا۔ میں بڑا حیران تھا کہ یہ ضعیف شخص کون ہے کہ حضور نے قوت باطنی سے میرے اس استعجاب کا حال معلوم کر لیا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "یہ تمہارے امام ہیں' امام ابو حنیفہ"۔ اس سے مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن کے اوصاف شرع کے قائم رہنے والے احکام کی طرح قائم و دائم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے اس قدر محبت فرماتے ہیں اور حضور کو جو ان سے اس قدر ربط و محبت ہے اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطا ممکن نہیں اسی طرح حضرت امام ابو حنیفہ سے بھی خطا کا صدور نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک نکتہ لطیف ہے جسے صرف وہی لوگ سمجھ سکتے

Marfat.com

ہیں جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

عراق میں ایک مشاہدہ

قیامِ عراق کے زمانے میں، میں نے بہت کشادہ دستی سے کام لینا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں قرض کے بوجھ تلے دب گیا۔ ہوتا یہ تھا کہ جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آتی، وہ مجھ سے طالبِ امداد ہوتا اور میں، کسی نہ کسی طرح اس کی مدد کرتا۔ اس طرح لوگوں کے مطالبات روز بروز بڑھنے لگے اور قرض خواہوں نے الگ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ عراق کے ایک سردار نے جو میرے حال سے واقف تھا مجھے لکھا کہ "تو نے جو طریق کار اختیار کیا ہے اس سے پیدا شدہ پریشانیاں عبادت اور ذکرِ الٰہی میں مانع نہ ہو جائیں۔ یوں اندھا دھند خرچ کرنا اچھا نہیں ہے۔ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی ضروریات کے لئے بہت کافی ہے اور اس کے سوائے کسی میں یہ قدرت نہیں کہ وہ ہر بندے کی کفالت کر سکے"۔ میں نے اس نیک دل سردار کی اس پر حکمت بات کو گرہ میں باندھ لیا اور اس تنگی سے چھٹکارا حاصل کیا۔

حکمِ مرشد

حضرت داتا گنج بخش نے حصولِ معرفت کی خاطر بے حد ریاضت و عبادت کی، صوف کا لباس پہنا، رضائے الٰہی اور علم کے لئے دربدر کی خاک چھانی۔ حبِ الٰہی میں فقر و فاقہ کیا۔ عشقِ حقیقی کی خاطر صبر و ضبط سے کام لیا حتیٰ کہ ایک روز ایسا آیا کہ اللہ ان پر مہربان ہو گیا اور تکمیلِ معرفت ہوئی اور وہ وقت آ گیا کہ آپ کے ظاہری اور باطنی علم سے مخلوقِ خدا فائدہ اٹھائے اور آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرے۔ چنانچہ آپ کے مرشد حضرت ابوالفضل بن حسن ختلی نے آپ کو حکم دیا کہ تم لاہور روانہ ہو جاؤ اور وہاں جا کر رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دو۔ حضرت علی ہجویری کے مرشد بھائی (حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی کے ایک

Marfat.com

اور مرید) حضرت شاہ حسین زنجانی پہلے سے لاہور میں موجود تھے اور اپنے وقت کے کامل ولی تھے۔ اس لئے حضرت علی ہجویری نے اپنے مرشد کا حکم سن کر دریافت کیا کہ پیرو مرشد! وہاں تو حضرت حسین زنجانی موجود ہیں اور وہ قطب الاقطاب ہیں' پھر وہاں میری کیا ضرورت ہے۔ حضرت ابوالفضل ختلی نے فرمایا کہ تمہیں اس سے کیا تم لاہور روانہ ہو جاؤ۔

سفر لاہور

مرشد سے لاہور جانے کا حکم ملنے کے بعد آپ مرشد سے رخصت ہو کر اپنے وطن غزنی آئے۔ اس زمانے میں غزنی سے لاہور تک کا راستہ کافی دشوار گزار تھا کیونکہ اس راستے میں شمالی سرحدی علاقہ پڑتا تھا جس کا زیادہ حصہ پہاڑی ہے۔ چنانچہ آپ تین آدمیوں کے قافلے کی صورت میں لاہور چل دیئے۔ آپ کے ساتھ شیخ احمد حمادی سرخی اور شیخ ابوسعید ہجویری تھے۔ اللہ کے یہ تینوں درویش انتہائی مشقت کے بعد پہاڑی علاقے کو عبور کرتے ہوئے پشاور آئے اور پھر وہاں سے منزل بہ منزل لاہور آئے۔ راستے میں آپ کو پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرنا پڑا۔ آپ کی لاہور میں آمد کا سن 431ھ بمطابق 1041ء ہے۔

میراں حسین زنجانی کا جنازہ

جب آپ لاہور میں آئے تو شام ہو چکی تھی اس لئے بیرون شہر ہی شب باش ہوئے۔ دوسرے روز لاہور شہر کی مشرقی جانب سے آپ کا گزر ہوا تو آپ نے ایک جنازہ دیکھا۔ لوگوں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ جنازہ قطب لاہور حضرت شاہ حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی کا ہے۔ اس وقت آپ کو اپنے مرشد کا حکم یاد آیا کہ جب انہوں نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تھا تو آپ نے جواب دیا تھا کہ وہاں تو میرے پیر بھائی حسین زنجانی موجود ہیں تو پھر میرے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر جب آپ نے حسین زنجانی کے

Marfat.com

جنازے میں شرکت کی تو مرشد کے حکم کی حکمت واضح ہو گئی۔

قیام لاہور

حضرت علی ہجویری نے تشریف آوری کے بعد لاہور میں قیام کیا جہاں آجکل آپ کا آستانہ ہے۔ یہ علاقہ اس زمانے میں لاہور شہر کی آبادی کے باہر تھا اور بے آباد تھا۔ اللہ کے فقیروں نے ہمیشہ ہی خلوت اور ویرانے کو پسند فرمایا ہے۔ اسی لئے حضرت علی ہجویری نے آبادی سے باہر ویرانے میں ڈیرہ جمایا۔

آپ کی تشریف آوری سے قبل خطہ لاہور اسلام سے روشناس ہو چکا تھا کیونکہ آپ سے پہلے یہاں مسلمان سپاہی جو مسلمان فاتحین کے ہمراہ آئے تھے' آباد ہو چکے تھے مگر ان کے علاوہ اولیاء اللہ بھی اس سرزمین میں شمع اسلام کو منور کر چکے تھے۔ آپ سے قبل جن بزرگوں نے تبلیغی خدمات سرانجام دیں ان میں حضرت سید حسین زنجانی المعروف میراں حسین زنجانی' حضرت یعقوب زنجانی المعروف شاہ صدر دیوان زنجانی' حضرت موسیٰ زنجانی اور حضرت سید اسماعیل بخاری مدفون ہال روڈ لاہور کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں اور یہ حضرات آپ سے قبل رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر چکے تھے۔ مگر آپ کے آنے سے' آپ سے قبل کے سلسلہ کو مزید تقویت پہنچی اور اسلام کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔

شیخ حسام الدین سے ملاقات

لاہور میں تشریف آوری پر آپ کی ملاقات ایک بزرگ شیخ حسام الدین سے بھی ہوئی۔ یہ بزرگ بھی مخدوم علی ہجویری کی آمد سے قبل اہل لاہور کو اسلام کا پیغام دے چکے تھے۔ خود حضرت علی ہجویری نے دیار ہند میں ان سے ملاقات کا حال بیان کیا ہے اور ان کے متعلق تعریفی کلمات استعمال کئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

شیخ حسام الدین ایک پاک نیت بزرگ تھے انہوں نے اٹھتر سال کی عمر میں

Marfat.com

انتقال کیا۔ میں ان کی بیماری کے آخری دن ملاقات کے لئے گیا۔ اس وقت ان پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے میری جان! دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو"۔

شیخ ہندی کا قبول اسلام

سب سے پہلے جس غیر مسلم کو آپ نے حلقہ بگوش اسلام کیا وہ والی کابل و غزنی کی طرف سے پنجاب کا نائب حاکم رائے راجو تھا' جو ہندو تھا۔ گورنر پنجاب رائے راجو ایک مشہور و معروف شخصیت کا حامل تھا۔ رائے راجو نے جس طرح اسلام قبول کیا اس کا واقعہ اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ایک بوڑھی عورت اس طرف سے گزری جس کے سر پر دودھ کا مٹکا رکھا ہو تھا۔ آپ نے اس عورت کو بلا کر کہا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے لو اور یہ دودھ ہمیں دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا میں یہ دودھ نہیں دے سکتی کیونکہ یہ دودھ ہم کو مجبورا" رائے راجو جوگی کو دینا پڑتا ہے اگر نہ دیں تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جانوروں کے تھنوں سے دودھ کے بجائے خون نکلنے لگتا ہے۔ آپ اس عورت کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا تم اگر یہ دودھ ہمیں دے دو گی تو اللہ کے فضل سے تمہاری گائیں بہت سا دودھ دیں گی اور جانوروں پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ چنانچہ اس عورت نے دودھ آپ کو دے دیا۔ آپ نے اس دودھ میں سے تھوڑا سا پی لیا اور باقی دریا میں پھینک دیا۔ جب بوڑھی عورت واپس آئی اور شام کو جانوروں کو دوہا تو جانوروں نے اس قدر زیادہ دودھ دیا کہ سارے برتن بھر گئے اور دودھ ختم نہیں ہوا۔ یہ خبر آنا" فانا" قرب و جوار کے دیہات میں پھیل گئی اور لوگ دور دراز دیہاتوں سے اپنے اپنے جانوروں کا دودھ آپ کے پاس لانے لگے۔ آپ کا دستور یہ تھا کہ آپ تھوڑا سا دودھ ان کے مٹکے میں سے پی کر باقی دودھ دریا میں پھینک دیا کرتے تھے اور جب ان لوگوں نے گھر جا کر

Marfat.com

اپنے اپنے جانوروں کو دوہا تو انھوں نے بھی۔ بے حساب دودھ دیا۔ اس کرامت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کوئی دودھ والا بھی، رائے راجو جوگی کی طرف رخ نہیں کرتا تھا۔ لوگ آپ کے پاس جوق در جوق آنے لگے۔ رائے راجو کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ بہت پریشان ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ دودھ تو آپ نے ہمارا بند کرا دیا ہے اب میں آپ کا کوئی اور کمال دیکھنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں کوئی جادوگر تو ہوں نہیں جو کمالات دکھا سکوں میں تو ایک عاجز و مجبور انسان ہوں' باقی اگر تم میں کوئی کمال ہے تو دکھاؤ۔ چونکہ اس جوگی نے بڑی بڑی ریاضتیں کی تھیں اور مجاہدہ میں زندگی گزاری تھی' اس نے آپ کے سامنے کئی کرشمے دکھائے حتیٰ کہ ہوا میں اڑنے لگا۔ جب وہ ہوا میں اڑ رہا تھا تو آپ نے اپنی جوتی مبارک اس کی طرف پھینک دی اور وہ جوتیاں اس کے سر پر پڑنے لگیں۔ جب حق کے سامنے باطل کی کوئی پیش نہ گئی تو اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور آپ کے دست حق پر بیعت ہو گیا۔ اس بیعت کے بعد آپ اس کی باطنی اور روحانی اصلاح فرماتے رہے۔ تحقیقات چشتی میں درج ہے:

"رائے راجو جو حاکم پنجاب کا نائب تھا وہ حضرت کا مرید ہو کر مسلمان ہو گیا"۔

چونکہ یہ پہلا ہندو بلکہ پہلا ہندوستانی تھا جو حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اس لئے حضرت نے اپنی دلی خواہش سے بطور یادگار اس کا نام "شیخ ہندی" رکھا۔ سابقہ سجادہ نشین انہی کی اولاد میں سے تھے۔

لاہور میں تعمیر مسجد

حضرت داتا صاحب نے لاہور میں تشریف لا کر سب سے پہلے ایک مسجد تعمیر کرائی۔ موجودہ مسجد بعد میں از سر نو تعمیر ہوئی ہے۔ ان کے ادب و احترام اور یادگار کے طور پر یہ مسجد اسی مسجد کی زمین پر تیار کرائی گئی ہے۔ وہ مسجد آپ نے

Marfat.com

اپنی گرہ سے بنوائی اور کون کہہ سکتا ہے کہ دیگر مزدوروں کے ساتھ آپ نے بھی کس خلوص، کس جوش و شوق اور ولولہ سے دیواریں چنی ہوں گی، چھت ڈالی ہو گی اور سر پر مٹی کی ٹوکریاں اٹھائی ہوں گی۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے گو اس ملک میں اسلام کا زیادہ چرچا نہ تھا تاہم مسلمان خواہ وہ غیر ملکی حاکم تھے یا وہ لوگ جو ہندوستان میں مسلمان ہو گئے تھے، ضرور موجود تھے اور ان کے لئے مسجدیں تھیں لیکن یہ پہلی مسجد تھی جو ایک مسلمان ولی اللہ نے اپنے صرف سے اور اپنے ہاتھوں سے لاہور میں تعمیر کی۔

مسجد سے متعلق ایک کرامت

شہزادہ داراشکوہ سفینۃ اولیاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت نے جب یہ مسجد بنائی تو اور مسجدوں کی نسبت اس کے قبلہ کا رخ ذرا سا بظاہر مسجد کا رخ جنوب کی سمت کو مائل معلوم ہوتا تھا۔ لاہور کے علماء نے اس پر اعتراض کیا کہ اس مسجد کا رخ صحیح نہیں ہے۔ آپ نے اس وقت تو ان کے اعتراض کا کوئی جواب نہ دیا۔ جب مسجد بن کر مکمل ہو گئی تو ایک دن تمام شہر کے علماء کو مدعو کیا اور جب نماز کا وقت ہوا تو خود نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہو گئے تو تمام حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ پر اعتراض کرتے تھے اب دیکھو قبلہ کس طرف ہے۔ جب انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو یکبارگی قبلہ بالمشافہ بچشم ظاہر نظر آیا۔ حضرت نے فرمایا بتاؤ قبلہ کدھر ہے۔ قبلہ کو سیدھے رخ پر دیکھ کر سب معترضین نادم ہوئے اور آپ سے معذرت چاہی۔ آپ کی کرامات کے ذریعہ گردونواح میں شہرت پھیلی اور بے شمار لوگ آپ کی بزرگی اور ولایت کے قائل ہوئے۔

لاہور میں حضرت مخدوم علی ہجویری کی درسگاہ

جو مسجد آپ نے تعمیر کرائی تھی اسی کو آپ نے تمام تبلیغی و تدریسی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔ اس مسجد میں آپ باقاعدہ درس دیا کرتے تھے اور یہیں مسلمان

Marfat.com

طالب علم آپ سے عربی اور قرآن حکیم کے سبق لیا کرتے تھے۔ اس مسجد کے ساتھ آپ نے ایک حجرہ تعمیر کرا لیا تھا۔ تبلیغ و تدریس کے بعد آپ اسی حجرہ میں استراحت فرماتے تھے۔ یہ مسجد اب بے نشان ہو گئی ہے البتہ اس کا نشان اس رنگ میں آج بھی موجود ہے۔

آپ نے درس و تدریس کے بارے میں خود رسالہ کشف اسرار میں تحریر کیا ہے کہ جب میں ہندوستان پہنچا اور نواح لاہور کو جنت نظیر پایا تو یہیں بیٹھ گیا اور لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ اس طریق سے حکومت کی بو دماغ میں پیدا ہو رہی ہے تو میں نے لوگوں کو درس دینا چھوڑ دیا۔

ازدواجی زندگی

آپ نے سنت نبوی ﷺ کے مطابق ازدواجی زندگی اختیار کی لیکن آپ اپنی زندگی کی طرف زیادہ مشغول نہ ہوئے جس طرح کہ ایک عام دنیا دار ہو جاتا ہے۔ کشف المحجوب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی ہجویری نے دو نکاح کئے۔ پہلی شادی ابتدائی جوانی میں ہوئی مگر وہ عفیفہ جلد ہی فوت ہو گئیں۔ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد تجرد اختیار کیا۔ یہ سلسلہ گیارہ سال تک قائم رہا حتیٰ کہ دوسرے نکاح کا موقع خود بخود فراہم ہو گیا۔ جس کے بارے میں آپ اس طرح فرماتے ہیں:

"میں کہ علی بن عثمان جلابی ہوں۔ خداوند کریم نے مجھے گیارہ سال تک نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا مگر تقدیر نے آخر مجھے نکاح میں گرفتار کر دیا اور ارادہ و خواہش کے بغیر اس فتنے میں پھنس گیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ میں ایک پری صفت کا بن دیکھے عاشق و شیفتہ ہو گیا۔ ایک سال اسی پریشانی اور اضطراب میں مبتلا رہا۔ چنانچہ نزدیک تھا کہ میرا دین و ایمان تباہ ہو جائے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمال لطف و کرم سے عصمت و عفت کو میرے قلب کے استقبال کے لئے بھیجا اور

Marfat.com

اپنی رحمت و اعانت سے مجھے اس فتنہ سے نجات دلا دی"۔
مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس متاہل زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے اور دونوں شادیاں آپ نے اپنے والدین کے حکم کی تعمیل میں کی تھیں۔ آپ کی دوسری بیوی بھی ایک سال زندہ رہیں اور آپ جلد ہی اس بار سے سبکدوش ہو گئے۔ ان دونوں میں سے کسی نہ کسی بیوی کے بطن سے اولاد بھی پیدا ہوئی کیونکہ آپ کی کنیت "ابوالحسن" سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کے ہاں ایک فرزند تولد ہوا جس کا نام آپ نے حسن رکھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ بیٹا صغر سنی میں فوت ہو گیا۔

قاری زوار بہادر ہمراہ سید افضال حسین شاہ زنجانی

Marfat.com

تبلیغ و فیوض و برکات

حضرت علی ہجویری کے قدم سے اہل پنجاب اور اہل لاہور کو بالخصوص بہت سے روحانی فیوض نصیب ہوئے اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں کو آپ کے اخلاق حسنہ اور کلام پر تاثیر سے اسلام کی لازوال دولت نعمت میسر ہوئی۔

آپ کی زندگی اور آپ کے کلام اور کام نے وہ کام کیا جو تیرو تفنگ، تیغ و تبر اور توپ و بندوق سے بھی ناممکن تھا۔ لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہوتے تھے اور اس مظہر نور خدا، عارفوں کے پیر اور کاملوں کے رہنما کی توجہ سے تاریکی سے روشنی اور جہالت سے شائستگی، بے علمی سے علم اور کفر سے اسلام میں آتے تھے۔ بلکہ اس خطے کی خوش نصیبی تھی کہ خدائے عزوجل نے آپ جیسی ہستی کو یہاں مامور فرمایا۔ جہاں نہ صرف آپ کی حیات میں لوگ اسلام کی دولت سے مالامال ہوتے رہے بلکہ آپ کے وصال مبارک کے بعد بھی اس مرجع خلائق مزار پر ولی، غوث، قطب، ابدال اور قلندر حاضر ہوتے اور اپنی روحانی منازل کی تکمیل کرتے رہے۔

آپ کی تبلیغ کے بارے میں مفتی غلام سرور کا بیان ہے کہ:

"انہوں (حضرت مخدوم علی ہجویری) نے لاہور میں آکر ہنگامہ فضیلت و شیخیت کو گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کی تدریس اور رات کو طالبان حق کی تلقین ہوتی۔ ہزاروں جاہل ان کے ذریعہ سے عالم، ہزاروں کافر مسلمان، ہزاروں گمراہ رو بہ راہ، ہزاروں دیوانے صاحب عقل و ہوش، ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں

Marfat.com

فاسق نیکوکار بن گئے۔ تمام زمانے نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کیا۔ اس وقت لاہور مرجع علماء و فضلا تھا۔ دور دور سے شیخ حضرت کی خدمت میں آکر بہرہ یاب ہوتے"۔

حضرت مخدوم علی ہجویری اسلام کے پہلے مبلغ نہ تھے کہ آپ سے پہلے یہاں اسلام پہنچ چکا تھا اور بہت سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے لیکن پھر بھی آپ کے زمانے میں لاہور میں ہندوؤں کا بہت زیادہ زور تھا۔ اس لئے تبلیغ دین کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے آپ کو بے شمار تکالیف اور مصائب کو برداشت کرنا پڑا بلکہ لاہور میں دین مصطفیٰ ﷺ کی شمع کو دوبالا کرنے کا سہرا آپ کے سر پر ہے۔

حضرت علی ہجویری کی لاہور میں دوبارہ تشریف آوری

آپ لاہور میں دو بار تشریف لائے۔ پہلی بار 431ھ میں آئے اور یہاں 21 سالوں سے زیادہ عرصہ گزارنے کے بعد واپس اپنے مرشد کے پاس گاؤں بیت الجن جو شام میں دمشق کے قریب تھا' گئے اور آپ کی موجودگی میں آپ کے مرشد کا انتقال 453ھ میں ہوا۔ ان کے وصال کے بعد آپ دوبارہ لاہور میں تشریف لائے اور علم و عرفان کے دریا بہانے میں مصروف ہو گئے۔

حضرت علی ہجویری کی تصنیفات

ذات خداوندی نے آپ کو علوم ظاہری اور باطنی سے بہت نوازا تھا اور خاص کر اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے اسرار و رموز عطا فرمائے جو بہت کم اولیاء کو نصیب ہوئے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ نے حصول علم کے لئے جو سیاحت کی اس سے آپ کو بے شمار مشاہدات کا حصول ہوا۔ چنانچہ آپ نے مخلوق خدا کو

Marfat.com

راہ راست پر لانے کی خاطر اور طالبان معرفت کی راہ نمائی کے لئے چند گراں قدر کتب تصنیف کیں جن میں کشف المحجوب خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ کی تصانیف میں شریعت اور علم و عرفان کا سمندر موجزن ہے۔ اہل نظر کو آپ کی کتب سے تلاش حق کی منزل کو پانے میں راہنمائی ہوئی۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس صوفی کو کوئی ظاہر مرشد کی راہنمائی نہ مل سکے لیکن وہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرے تو راہ حق مل جاتا ہے۔ آپ نے سب سے پہلی تصنیف بارہ سال کی عمر میں لکھی۔ آپ نے جو کتب لکھیں ان کا خاکہ حسب ذیل ہے۔

1. دیوان شعر

یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف تھی۔ یہ دیوان صوفیانہ اور عارفانہ کلام پر مبنی تھا۔ اس کی نسبت وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے پڑھنے کے لئے لیا۔ ایک ہی نسخہ میرے پاس تھا' وہ دے دیا۔ اس غارت گر نے دیوان میں جہاں جہاں میرا نام آتا تھا' اپنا نام لکھ دیا اور میری ساری محنت ضائع کر دی۔

2. منہاج الدین

یہ آپ کی دوسری تصنیف ہے لیکن اس کا حشر بھی پہلی تصنیف ہی کی طرح ہوا۔ یہ کتاب طریق تصوف کے بیان میں تھی۔ اس میں اصحاب صفہ کے مناقب تفصیل سے بیان کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ کتاب میں حضرت الحسین بن منصور حلاج کے احوال کی ابتدا اور انتہا کو بیان کیا گیا۔

3. البیان لاہل العیان

یہ آپ کی تیسری کتاب تھی۔ اس میں اہل دنیا اور دنیا کی ناپائیداری پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جن لوگوں کو معرفت حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی طرف متوجہ

Marfat.com

نہیں ہوتے۔

4. اسرار الحزق والمونیات

یہ کتاب شیخ و مرید کے باب میں لکھی گئی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر بھی آپ نے کشف المجوب میں اس موقع پر کیا ہے جہاں شیخ کے آداب و فضائل کا بیان ہے۔

5. بحرالقلوب

یہ کتاب بھی ناپید ہے لیکن اس کا ذکر آپ نے کشف المجوب میں کیا ہے۔ اس کتاب میں باب جمع میں ایک طویل فصل بیان کی ہے۔

6. کتاب فناو بقا

بچپنے اور علمی ناپختگی کے دور میں لکھی گئی۔

7. بالرعایت بحقوق اللہ

یہ آپ کی ساتویں کتاب ہے۔ اس میں مسئلہ توحید پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں اللہ تعالٰی کے ان حقوق کو بھی بیان کیا گیا ہے جو بندوں پر عائد ہوتے ہیں اور جو لوگ کئی خداؤں کو مانتے ہیں ان کا قوی دلائل سے رد کیا ہے۔ یہ کتاب بھی نایاب ہے۔

8. کشف الاسرار

یہ ایک چھوٹی سی کتاب ہے لیکن تصوف اور معرفت کے نکات و رموز سے مالامال ہے۔ اس کتاب کا ایک ایک نکتہ کئی کئی صفحات کی تشریح کا محتاج ہے۔ یہ کتاب لاہور میں لکھی گئی۔

Marfat.com

9. شرح کلام

یہ کتاب حضرت حسین بن منصور حلاج کا کلام کی شرح پر لکھی گئی تھی جس میں منصور کے کلام کے باطنی نقاط پر روشنی ڈالی گئی لیکن یہ بھی ناپید ہے۔

10. کشف المحجوب

یہ تصوف کے موضوع پر آپ کی ایک معرکتہ الارا کتاب ہے جو ہر دور میں مقبول عام ہے۔ آپ کی تمام تصانیف سے یہی ایک تصنیف ایسی ہے جو ضخیم ہے اور عام ملتی ہے۔ کشف المحجوب میں تصوف و معرفت کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو نظرانداز کیا گیا ہو۔ یہ کتاب گم گشتگان راہ ضلالت کے لئے ایک چراغ ہدایت ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے مگر اب اس کے اردو اور دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم چھپ چکے ہیں۔ اس کتاب کو آپ نے اپنے وطن میں لکھنا شروع کیا لیکن جب آپ لاہور آئے تو اسے ساتھ لے آئے اور لاہور میں اس کی تکمیل کی اور زیادہ حصہ لاہور میں تصنیف شدہ ہے کیونکہ اسی کتاب میں لکھا گیا ہے کہ یہ کتاب حضرت ابوسعید ہجویری جو آپ کے ساتھ آئے تھے' کے کہنے پر لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر ایک نادر خزانے کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضرت علی ہجویری کی شاعری

آپ نے عشق الٰہی کے غلبہ میں آکر کئی اشعار کہے جو حقیقت اور معرفت سے لبریز تھے۔ آپ کی شاعری پر مشتمل دو کتابیں تھیں۔ ایک دیوان شعر اور دوسرا رسالہ کشف اسرارن۔ پہلی کتاب تو ناپید ہے اور دوسری کتاب ملتی ہے۔ کشف الاسرار میں آپ نے اپنے دیوان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ”میں نے

Marfat.com

بہت سے شعر کہے ہیں بلکہ ایک دیوان بھی تیار کیا ہے جو دیکھنے والوں کی نظر میں بہت پسند اور مرغوب ہوا ہے"۔

شاعری میں آپ نے کسی سے اصلاح نہیں لی اور نہ تکلف، غور، تصنع اور دماغ سوزی کو شاعری میں دخل دیا ہے بلکہ بے ساختہ جو کچھ زبان پر آیا ہے اور یاد الٰہی نے جس قسم کی تڑپ دل میں پیدا کی ہے ویسے ہی اشعار موزوں ہوتے گئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"اے مرید! میں ہر روز یار کے دیدار کو جاتا ہوں اور وہ کبھی کبھی مجھے جلوہ بھی دکھاتا ہے اور میں نے اپنے دیوان کو اسی حالت میں کہا ہے کہ جب یار کا منہ دیکھا، جو کچھ بے اختیار منہ سے بغیر فکر کے نکلتا گیا وہ دیوان بن گیا۔

نمونے کے طور پر آپ کی غزل کے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

اشتیاقت روز و شب دارم دلا!
عشق تو دارم نہاں و برملا

جاں بخواہم داد اندر کوئے تو
گر مرا آزار آید یا بلار

سوز تو دارم میاں جان و دل
میدہم از عشق تو ہر سو صدا

یا خداوندا رقیباں را
مست دریافت بگرداں یا مرا

Marfat.com

حضرت داتا گنج بخش کے ارشادات عالیہ

اللہ کے محبوب بندوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ عوام الناس اور طالبان حق و صداقت کے لئے مشعل راہ ہوتے ہیں کیونکہ وہ حکمت اور معرفت سے بھرپور ہوتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ اور محبوب اولیاء میں سے ہیں۔ ان کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ ہمارے لئے نہایت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔ اگر کوئی مسلمان آپ کے ارشادات پر عمل کرنے لگ جائے تو ایک نہ ایک دن اسے ضرور حق و صداقت کا راستہ مل جائے گا۔ آپ کے چند ارشادات عالیہ پیش خدمت ہیں۔

1. آپ فرماتے ہیں دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ توبہ گناہ کو' جھوٹ رزق کو' غیبت عمل کو' غم عمر کو' صدقہ بلا کو' غصہ عقل کو' پشیمانی سخاوت کو' تکبر علم کو' نیکی بدی کو' عدل ظلم کو۔

2. نفس ایک باغی کتا ہے۔ کتے کا چمڑہ جب تک دباغت اور رنگ نہ کیا جائے پاک نہیں ہوتا۔

3. تصوف اور معرفت کے طریقہ کی بنیاد اور قاعدہ سب ولایت اور اس کے اثبات پر ہے۔

4. غافل امراء' کاہل فقراء اور جاہل درویشوں کی صحبت سے پرہیز کرنا عبادت میں داخل ہے۔

5. عارف کے لئے عالم ہونا ضروری ہے لیکن ہر عالم عارف نہیں ہوتا۔

6. جب فقیر کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے تو اس کا سامان سفر اور توشہ آخرت برباد ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

7. سب نبی ولی ہوتے ہیں مگر ولیوں میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔
8. اپنے سے غائب ہونا حق کی حضوری ہے اور حق کی حضوری سے اپنی غیبت۔
9. روح ایک لطیف شے ہے جو خدائے بزرگ و بلند کے حکم سے آمد و رفت رکھتی ہے۔
10. تمہارے ہاتھ پاؤں تمہارے دشمن ہیں جب تم مرو گے تو یہی ہاتھ کہیں گے کہ غیر چیز کو کیوں چھوا' پاؤں کہیں گے بری جگہ کیوں گئے اور آنکھیں سوال کریں گی کہ تم نے بری نگاہ سے کیوں دیکھا۔
11. نفس کی مثال شیطان کی ہے اور اس کی مخالفت عبادت کا کمال ہے۔
12. صوفی وہ ہے جس کی گفتار و کردار میں کوئی فرق نہ ہو اور جو اخلاق کی تہذیب کا کام کرے۔
13. بندہ کے لئے سب چیزوں سے زیادہ مشکل خدا کی پہچان ہے۔
14. جس کو خدا گمراہ کر دے اس کو کوئی راستہ پر نہیں لا سکتا اور جس کو خدا سیدھی راہ دکھا دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔
15. خدا کے راستے کے سالکوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔
16. مندرجہ ذیل آٹھ کلمات پر عمل پیرا ہونے سے خدا شناسی حاصل ہوتی ہے۔

1. جب نماز ادا کرو تو دل کو قابو میں رکھو۔ 2. نماز باجماعت ادا کرو۔ 3. کسی کے گھر جاؤ تو آنکھ محفوظ رکھو۔ 4. مخلوق خدا کے پاس آؤ تو زبان کی نگہداشت لازمی امر ہے۔ 5. رب العزت کو فراموش نہ کرو۔ 6. موت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ 7. جو کسی کے لئے کرو اسے بھول جاؤ۔ 8. جو کوئی بدی کرے اسے فراموش کر دو۔

Marfat.com

17. صوفی وہ ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔

18. فقیر کی معرفت (اور آزمائش اور پہچان) کے لئے سیر دنیا سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔
قل سیروافی الارض

19. نماز ایسی عبادت ہے کہ طالبان حق اللہ کی راہ میں ابتدا سے لے کر انتہا تک اس ذریعے سے راستہ پاتے ہیں اور اس میں ان کے مقامات کھلتے ہیں۔

20. اولیاء اللہ خدا کے ملک کے والی اور منتظم ہیں۔ آسمان سے بارش ان کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے۔ زمین سے پیداوار ان کے احوالوں کی صفائی سے ہوتی ہے۔

21. بوڑھوں کو چاہیے کہ وہ جوانوں کا پاس خاطر کریں کیونکہ ان کے گناہ بہت کم ہیں اور جوانوں کو چاہیے کہ بوڑھوں کا احترام کریں کیونکہ وہ ان سے زیادہ عابد اور تجربہ کار ہیں۔

22. جس کام میں نفسانی غرض آجائے اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ نفس کو اس کی خواہشوں سے دور رکھنا جنت کے دروازے کی چابی ہے۔

23. غذا کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ طبیعتوں کا برقرار رکھنا کھانے اور پینے کے بغیر نہیں ہے لیکن شرط مروت یہ ہے کہ حد سے زیادہ نہ بڑھ جائے۔

24. مشاہدہ حق اولیاء اللہ کے توسل عالی سے ہو سکتا ہے۔

25. اگر کسی مزار یا قبرستان کے قریب سے تمہارا گزر ہو تو ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنی چاہیے تاکہ وہ تمہارے لئے بھی رب العزت کے حضور دعاگو ہوں۔

26. سچ جانو کہ تم ناپاک مٹی کا صرف ایک قطرہ ہو پھر اس تکبر و نخوت سے کیا حاصل۔

Marfat.com

27. اگر کسی کھجور کی گٹھلی بھی تیرے پاس ہو تو اس کے حوالے کر دے اور اسے اپنے پاس نہ رکھ۔

28. رب العزت کے سوا کسی دوسری چیزیں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔

29. جب کسی دوست کا راز تجھ پر آشکار ہو جائے تو اس کا اظہار نہ کر کیونکہ منصور حلاج نے ایک ذرہ برابر اظہار کیا تھا اور اس کے بدلے اسے سر دینا پڑ گیا۔

30. جو چیز بندے کو خدا سے دور اور غائب کر دے وہ عزت نہیں بدترین قسم کی ذلت ہے۔

وصال مبارک

فرمان خداوندی ہے کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے کیونکہ دستور الٰہی نہیں بدلتا اور ولی کو اس دار فانی سے کوچ کرنا پڑا۔ آخر اللہ کے اس ولی کامل پر وہ وقت آ ہی گیا جس اس کی روح اس جسد خاکی سے بے نیاز ہو کر بارگاہ رب العزت میں نیازمند ہو گئی۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو آپ بیمار ہوئے اور چند دن بیمار رہنے کے بعد اپنے حجرے میں وصال ہو گیا۔ آپ کے وصال کے موقع پر شیخ احمد بندی اور کچھ دوسرے عقیدت مند آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کے عقیدت مندوں نے آپ کی تجہیز و تکفین کی اور اس روز اس دھرتی کو آپ کے آسودہ خاک ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ فضل ربی سے اللہ کا انعام یافتہ ولی در پردہ ہو کر خلق خدا کی فیض رسانی پر مامور ہو گیا۔ حضرت علی ہجویری نے 65 برس کی عمر پا کر 465ھ میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی تاریخ وصال 20 صفر بیان کی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب لیکن کئی مورخین نے آپ سے اس تاریخ وصال سے اختلاف کیا ہے۔

Marfat.com

مزار اقدس

آپ کا مزار لاہور میں بھاٹی دروازہ کے بیرون غربی جانب ہے۔ آپ کا دربار پاک و ہند میں بہت مشہور ہے۔ اسے سب سے پہلے سلطان محمود غزنوی کے خاندان میں سے ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی نے صرف کثیر سے بنوایا تھا۔ اس کے بعد شاہان مغلیہ نے بھی مزار مقدس کی توسیع میں تھوڑا بہت حصہ لیا۔ مزار اقدس کی مسجد کو گلزار شاہ نامی ایک مخیر شخص نے زر کثیر سے تعمیر کروایا۔

آپ کے مزار اقدس پر دن رات بے شمار خواتین و حضرات حاضری دیتے ہیں۔ آپ نہ صرف عام لوگوں میں محبوب رہے بلکہ آپ کے دربار پر تقریباً" ہر حاکم وقت حاضر ہوا اس کے علاوہ بے شمار اولیاء کرام نے بھی آپ کے مزار اقدس پر حاضری دی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے آپ کے قدموں میں اعتکاف کیا اور فیوض و برکات کو پایا۔ انہوں نے آپ کو گنج بخش کے نام سے یاد کیا جو بعد میں ہر خاص و عام میں مقبول ہوا۔

علامہ اقبال کا نذرانہ عقیدت

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد
حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب

Marfat.com

از نگاہش خانہ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ گشت
عاشق و ہم قاصد تیار عشق
از جبینش آشکار اسرار عشق

حضرت شیخ ابو سعید لاہوری

(رحمتہ اللہ علیہ)

آپ حضرت داتا گنج بخش کے زمانے کے بزرگ تھے اور کشف المحجوب میں کئی مقامات پر حضرت داتا گنج بخش نے اپ کو مخاطب کیا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کشف المحجوب جیسی عظیم کتاب حضرت ابو سعید کے سوالوں کی وجہ سے لکھی گئی۔ آپ کے بارے میں حضرت داتا صاحب تحریر کرتے ہیں کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق مستعد ہو گیا اور اس کتاب سے تمہارا مقصود پورا کرنے کے لئے پختہ ارادہ کر لیا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تم نے مجھے سوال کے قابل سمجھا اور اپنے واقعہ کے متعلق مجھ سے پوچھا اور اس کتاب کی تالیف کی درخواست کی کیونکہ تمہارا مطلب اس سے فائدہ حاصل کرنا تھا لہٰذا تمہارے سوال کا حق ادا کرنا مجھ پر واجب ہو گیا۔ اس لئے میں نے کتاب لکھ کر تمہاری مراد پوری کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس کا نام کشف المحجوب رکھا۔ آگے چل کر پھر فرماتے ہیں

"سائل ابو سعید ہجویری نے سوال کیا کہ ازراہ کرم مطلع فرمائیں کہ راہ تصوف کیا ہے۔ اس راہ پر چلنے والوں کو کون کون سی منازل اور مقامات سے گزرنا پڑتا ہے اور ہر مقام کی کیفیت کیا ہے۔ اہل تصوف کے مختلف مذاہب کی تفصیل کیا ہے۔ تصوف کے رموز و ارشادات کیا ہیں۔ خداوند قدوس سے محبت کا مقام

Marfat.com

کیونکر حاصل ہوتا ہے اور لوگوں میں محبت کا جذبہ کیسے پیدا ہوتا ہے۔ خدائے وحدہ لاشریک کی حقیقت و ماہیت تک عقل انسان کی رسائی کیوں نہیں۔ نفس امارہ کی اصلاح کے کیا طریقے ہیں اور لوگ حقیقت سے آگاہی کے بعد اس طرف کیوں نہیں آتے۔ جو لوگ حقیقت پا لیتے ہیں ان کی روح کو تسکین کیسے نصیب ہوتی ہے اور دوسرے متعلقہ امور میں ان سب کا بیان کیجئے"۔ ایک اور مقام پر داتا صاحب فرماتے ہیں کہ "میں تم پر قربان جاؤں۔ علم اور عمل کو جب تک یکجا نہ کریں تو علم پاکیزہ و صاف نہیں ہوتا اور نہ اس کے حاصل کرنے والے کی زندگی میں خلوص پیدا ہو سکتا ہے"۔

حضرت ابو سعید ہجویری جن کی رہنمائی کے لئے حضرت داتا صاحب نے کشف المحجوب لکھی ہے' ان کا نام کتاب مذکورہ میں ہر جگہ انتہائی محبت اور پیار سے کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

"اور ابو سعید ہجویری تجھے اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے دوسرے لوگوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جن احکام خداوندی پر زور دیا گیا ہے ان کی ہمیشہ تکمیل کرتے رہو اور ہمت و توفیق عطا کرنا تو پروردگار کے اختیار میں ہے"۔

آپ کی قبر بھی حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس کی دوسری جانب ہے۔ حضرت داتا گنج بخش' حضرت شیخ احمد حمادی سرخسی اور حضرت شیخ ابو سعید ہجویری کی قبور ایک تہہ خانہ میں ہیں۔ موجودہ گنبد کے نیچے ان کے نشانات ہیں۔

حضرت شیخ احمد حمادی سرخسی

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری کے مزار پرانوار کے

Marfat.com

ساتھ سبز گنبد کے نیچے ایک چھوٹی سی قبر ہے۔ آپ سرخس کے رہنے والے اور حضرت داتا گنج بخش کے رفیق خاص تھے۔ بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت اور قیام لاہور کے دوران آپ کے ساتھ رہے۔ سرخس خراسان کا قدیم شہر ہے جو نیشاپور اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ یہ شہر شیخ لقمان سرخسی کی طرف منسوب ہے۔ ابن بطوطہ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے کہ جب وہ وہاں گیا تھا۔

شیخ احمد حمادی ماوراالنہر کے سفر میں حضرت داتا گنج بخش کے ہمراہ تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے۔ انہوں نے عرض کی کہ اس کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ جب ان سے دریافت کیا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے تو اس کا جواب شیخ احمد نے یہ دیا کہ "میں اپنے زمانے میں یا تو اپنے آپ سے غائب ہوتا ہوں یا حاضر۔ جب غائب ہوتا ہوں تو دونوں جہانوں کی مجھے کوئی خبر نہیں ہوتی اور جب حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو اس حالت میں رکھتا ہوں کہ ایک روٹی کو ہزار حوروں سے بہتر سمجھتا ہوں"۔ ایک دوسرا واقعہ کشف المحجوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ تیری توبہ کس طرح ہوئی تو آپ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ میں سرخس سے باہر جنگلوں میں چلا گیا اور ایک عرصہ تک وہاں اپنے اونٹوں کے ساتھ رہا۔ میری عادت تھی کہ جس دن میں کسی مسافر کو اپنے حصہ کا کھانا کھلا دیا کرتا تھا وہ دن میرے لئے خوشی کا باعث ہوتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک شیر آیا اور میرے اونٹ کو مار کر بلندی پر جا بیٹھا اور وہاں سے چیخ ماری۔ اس گرج سے اردگرد کے درندے از قسم بھیڑیئے، لومڑ اور گیدڑ وغیرہ آ گئے۔ ان کے آنے پر شیر نے اونٹ کو پھاڑ ڈالا اور پھر دوبارہ بلندی پر جا بیٹھا۔ اب تمام جانور اونٹ کا گوشت مزے لے کر کھانے لگے۔ جب وہ سب سیر ہو کر چلے گئے تو شیر نیچے اترا کہ وہ بھی کچھ کھا

Marfat.com

لے کہ اتنے میں ایک لنگڑی لومڑی نظر آئی جو اس طرف کو آ رہی تھی۔ شیر واپس چلا گیا۔ جب وہ بھی کھا کر چلی گئی تو شیر آ گیا اور اس نے بھی تھوڑا سا گوشت کھایا۔ میں دور سے یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ شیر میرے پاس آیا اور ایمائے ربانی سے یوں گویا ہوا "اے احمد! لقموں کا ایثار کرنا بھی کوئی ایثار ہے۔ اگر مرد ہے تو اپنی جان کی پرواہ نہ کر۔ لقموں کا ایثار تو حیوان بھی کر سکتے ہیں۔ تو انسان ہے تجھے لائق ہے کہ اپنے ایثار میں انسانیت کا ثبوت دے۔ احمد حماد سرخسی فرماتے ہیں کہ جب میں نے شیر کی باتیں سنیں تو مجھ پر ایثار کے راز کھلے اور میں نے دنیا کے تمام معاملات سے توبہ کر لی۔ یہی میری زندگی کا ابتدائی دن تھا۔

صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی کے ہمراہ وفاقی وزیر صنعت جناب لیاقت علی جتوئی اور بریگیڈیئر (ر) محمد اکرم خان

Marfat.com

حضرت شیخ حسام الدین لاہوری

حضرت داتا گنج بخش کے رسالہ کشف الاسرار میں ایک قدیم لاہوری بزرگ شیخ حسام الدین کا ذکر ملتا ہے جو حضرت سید علی ہجویری کے لاہور آنے سے قبل ہی لاہور میں رشد و ہدایت و تلقین و ارشاد میں مشغول تھے۔ حضرت داتا گنج بخش بیان کرتے ہیں کہ شیخ حسام الدین ایک پاک طینت بزرگ تھے۔ انہوں نے بعمر 78 سال لاہور میں انتقال فرمایا۔ ان کی بیماری کے آخرن دن ان کی عیادت کے لئے گیا تو ان پر نزع کا عالم طاری تھا۔ مجھے دیکھ کر کہا کہ اے میری جان دعا کرو کہ میرا انجام بخیر ہو۔ جس وقت وہ آخری سانس لے رہے تھے تو میں ان کے منہ کے قریب اپنے کان لے گیا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے اللھم انت ربی وانا عبدک (اے میرے رب تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں)۔

میں نے ان سے عرض کی کہ اے شیخ میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اے علی! کسی کا دل نہ دکھانا اور کوشش کرنا کہ تجھ سے ناراض نہ ہو۔ جس قدر ممکن ہو لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنا مگر باوجود اس بات کے بھی کسی کو اپنا دوست نہ سمجھنا نیز اپنے علم کو ضائع نہ کرنا بلکہ اس سے کام لینا۔ مال اور اولاد کو اپنے لئے فتنہ سمجھنا کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے انما اموال کم و اولاد کم فتنہ (تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں)۔ میری حالت سے عبرت حاصل کرو۔ اس وقت میری جان نکل رہی ہے مگر نہ میرا بیٹا میری مدد کر سکتا ہے اور نہ ہی رشتہ دار کام آسکتے ہیں۔ جو کچھ میں نے اپنی زندگی میں کیا ہے وہی میرا توشہ ہے اور وہی میرے

Marfat.com

آگے میرے کام آئے گا۔ دوسری جگہ تحریر ہے۔

ایک بار شیخ صاحب مذکورہ نے کہا کہ ماں باپ کا مرتبہ نہایت بلند ہے۔ اگر کوئی مصیبت میں گرفتار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کی قبر پر جا کر دعا مانگے تو اللہ اس کی مشکل کو آسان کر دیتا ہے۔ نیز میں نے ان سے سنا ہے کہ نفس کافر ہے اور حسب ذیل باتوں کے سوا نہیں مرتا۔ 1۔ حق کی مدد۔ 2۔ خاموشی۔ 3۔ بھوک۔ 4۔ تنہائی۔ 5۔ خلق کے میل جول کو ترک کرنا۔ 6۔ ہر وقت خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔ (کشف الاسرار)

ان تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ حسام الدین نہایت ہی عابد و زاہد بزرگ تھے جنہوں نے مخدوم علی ہجویری سے قبل لاہور میں تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ وصال کے بعد آپ کو لاہور ہی میں دفن کیا گیا مگر آج ان کی قبر کا نشان نہیں ملتا۔

حضرت شیخ ہندی لاہوری

حضرت سید علی ہجویری کے قیام لاہور کے دوران وہ شخص جو سب سے پہلے آپ کے دست حق پر بیعت ہوا اس کا نام رائے راجو تھا۔ راجو غزنوی خاندان کے عہد حکومت میں پنجاب کا ایک نامور جوگی تھا۔ جب رائے راجو مشرف بہ اسلام ہوا تو سید علی ہجویری نے اس کا نام رائے راجو کی جگہ عبداللہ رکھا اور بعد ازاں حضرت عبداللہ شیخ ہندی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

خاندان

حضرت شیخ ہندی کا قبول اسلام سے قبل ہندو راجپوت سورج بنسی خاندان سے تعلق تھا۔ ان دنوں سورج بنسی خاندان کا لاہور میں بہت عروج تھا۔ اس

Marfat.com

خاندان کے بیشتر لوگ علم و فن میں یکتا تھے۔ رائے راجو لاہور میں پروان چڑھا اور اس نے اپنے دور کے ہندو مذہبی علوم میں ایک ممتاز مقام پیدا کیا۔ اگرچہ خاندانی خصائل کی بنا پر اس میں بہادری اور شجاعت کی خوبی بدرجہ اتم موجود تھی لیکن وہ اپنی موروثی خصلت کو چھوڑ کر جوگیانہ زندگی میں آ گیا۔

قبول اسلام

شیخ ہندی کے بارے میں روایت ہے کہ جب حضرت داتا گنج بخش تبلیغ اسلام کے لئے لاہور میں تشریف لائے اور آپ نے قدیم لاہور کی شہری آبادی سے باہر غربی جانب اس جگہ قیام کیا جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس ہے۔ آپ کی قیام گاہ کے زمانے میں یہ علاقہ غیر آباد تھا بلکہ ویرانے اور جنگل کی مانند تھا۔ آپ کی قیام گاہ سے تھوڑے فاصلہ پر ایک جوگی کا ڈیرا تھا جس کا نام رائے راجو تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک ہندو عورت دودھ کا مٹکا اٹھائے ہوئے آپ کے پاس سے گزری۔ آپ نے اس سے تھوڑا سا دودھ طلب کیا۔ اس ہندو عورت نے دودھ دینے سے انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ دودھ میں رائے راجو کے لئے لے جا رہی ہوں۔ اگر ہم نے اسے دودھ نہ دیا تو ہماری بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی بجائے خون آنا شروع ہو جائے گا کیونکہ رائے راجو بہت بڑا جوگی ہے اور بڑی طاقت والا ہے۔ اس پر حضرت داتا گنج بخش مسکرائے اور فرمایا کہ بڑی طاقت والا تو اللہ ہے۔ جاؤ آج دودھ اللہ کی راہ میں مجھے دے دو اللہ تمہاری بھینسوں کے دودھ کو لہو بننے سے ضرور بچائے گا۔ ہندو عورت آپ کی بات پر مائل ہو گئی اور دودھ آپ کی خدمت میں پیش کر کے چلی گئی۔ اگلے روز جب اس نے دودھ دوہا تو سا میں بہت زیادہ اضافہ وا بلکہ دودھ کی مقدار اس قدر زیادہ ہو گئی کہ گھر کے سارے برتن دودھ سے بھر گئے لیکن پھر بھی پستانوں میں

Marfat.com

ابھی دودھ باقی تھا۔ اس واقعہ کے پیش نظر وہ ہندو عورت پھر آپ کی خدمت میں دودھ لے کر حاضر ہوئی اور دودھ میں اضافے کا ذکر کیا۔ اس واقعہ کو سن کر گردونواح کے گوالے جو جوگی کو دودھ دیا کرتے تھے انہوں نے بھی جوگی کو دودھ دینا بند کر دیا اور اپنے مویشیوں کے دودھ کا کچھ حصہ لے کر حضرت داتا گنج بخش کی خدمت میں پیش کرنا شروع کر دیا۔ آپ کی اس کرامت کی شہرت دور و نزدیک تک پھیل گئی۔ جس سے آپ کے عقیدت مندوں میں اضافہ ہونے لگا اور جوگی کی شہرت و عزت ماند پڑ گئی۔ اس پر جوگی کے دل میں حاسدانہ جذبات بھڑک اٹھے اور وہ بڑا آگ بگولہ ہوا کہ اس فقیر نے کیا کر دیا ہے۔ غصے کی حالت میں اپنے ایک قریبی چیلے کو معلومات حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں بھیجا مگر کافی دیر تک، وہ واپس نہ آیا۔ پھر آگے پیچھے کئی چیلوں کو بھیجا۔ جو حضرت کے پاس آتا وہ حضرت کا ہو کر وہیں بیٹھا جاتا۔ آخر رائے راجو خود آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر واقعی آپ اللہ کے فقیر ہیں تو کوئی کرامت دکھاؤ۔ آپ نے جواب دیا میں کوئی شعبدہ گر نہیں ہوں بلکہ اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔ البتہ تمہیں اپنے کمالات پر ناز ہے تو تمہارے پاس جو کچھ ہے دکھلا دو۔ رائے راجو کا اپنے کمالات دکھانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں پر اس کی فوق الفطرت طاقت کا سکہ جم جائے اور لوگ حضرت داتا گنج بخش کی طرف مائل نہ ہوں بلکہ اسی کے عقیدت مند رہیں۔ وہ بڑے گھمنڈ میں آکر کہنے لگا کہ لو میرا کمال دیکھو اور ہوا میں اڑنے لگا۔ جب وہ اڑتا ہوا کافی بلند ہو گیا تو حضرت داتا گنج بخش نے اپنے جوتوں کو حکم دیا کہ جوگی کو مالش کرتے ہوئے واپس لے آؤ۔ جوتے اوپر جا کر جوگی کے سر پر پڑنے لگے جس کی وجہ سے وہ زمین پر آگیا۔ جب جوگی کا تمام علم اور جادو بے اثر ہو گیا تو حضرت داتا کی توجہ سے اللہ نے جوگی کو وہ بصیرت عطا

Marfat.com

فرمائی جس سے وہ حضرت داتا گنج بخش کا مقام و مرتبہ دیکھ سکے۔ جب حجاب اٹھ گیا تو جوگی فوراً آپ کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے قدموں میں گر گیا۔ حضرت داتا گنج بخش کے لطف و کرم سے حق تعالیٰ نے جوگی کو توفیق توبہ عطا فرمائی اور حضرت داتا صاحب نے ایک ہی نگاہ التفات سے اس کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا کر دیا۔ نور اسلام کی ضیاء پاشی سے اس کا قلب منور ہو گیا اور وہ حضرت داتا گنج بخش کا صدق دل سے گرویدہ و معتقد ہو گیا اور برضا و رغبت حضرت کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت نے اسے اپنی بیعت میں لے لیا اور صراط مستقیم پر گامزن کر دیا۔

رائے راجو سے شیخ ہندی

مشرف بہ اسلام اور حضرت داتا گنج بخش کی مریدی اختیار کرنے کے بعد شیخ ہندی نے آپ کی صحبت اور خدمت کا راستہ اختیار کیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں شیخ ہندی نے حضرت داتا گنج بخش سے دین اسلام کی تعلیم حاصل کی اور ساتھ ہی حضرت کی توجہ سے باطنی منزلیں حاصل کیں۔ بڑھاپے کے باوجود ازحد عبادت و ریاضت کی جس سے حضرت داتا گنج بخش رحمہ اللہ نے حضرت شیخ ہندی رحمہ اللہ کو اپنے قرب میں ایک خاص مقام عطا فرمایا اور ان کی بقیہ زندگی اپنے ہادی و رہنما کی خدمت اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزری۔ وہ اپنے پیرومرشد کے چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہوتے رہے اور حضرت کے فیوض برکات اپنے دامن میں سمیٹتے رہے۔ جب آپ ہر طرح سے شریعت اور طریقت میں کامل ہو گئے تو حضرت داتا گنج بخش نے ان کو اپنا جانشین بنا دیا اور نیابت کے اعزاز سے سرفراز کیا۔

Marfat.com

فریضہ تبلیغ

حضرت شیخ ہندی نے اپنے مرشد کامل کے واصل بحق ہو جانے کے بعد بھی ان کے مشن کو جاری رکھا۔ بے شمار غیر مسلموں کو راہ ہدایت دکھائی اور قسم قسم کے خداؤں کی بجائے ایک ہی معبود حقیقی کے سامنے سربسجود ہونے کی تلقین فرماتے رہے۔ آپ نے کثیر تعداد میں غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا اور اس ظلمت کدہ کفر میں شمع توحید و رسالت فروزاں رکھی۔

حضرت داتا گنج بخش نے جب مسجد تعمیر کی تو حضرت شیخ ہندی نے بھی اس تعمیر میں حصہ لیا اور بعد میں مسجد سے ملحق دو حجرے بھی تعمیر کئے۔ حضرت داتا گنج بخش کے وصال کے بعد اس مسجد کی امامت کے فرائض ادا کرتے رہے اور مسند گنج بخش پر جلوہ افروز ہو کر طالبان حق کو رشد و ہدایت کی تعلیم فرماتے رہے۔

شادی اور اولاد

آپ نے ضعیف العمری میں حضرت داتا گنج بخش کے ارشاد کے مطابق شادی کی اور پھر انہی کی دعا سے اولاد نرینہ عطا ہوئی جن سے شیخ ہندی کی نسل کا سلسلہ آگے چلا۔ موجودہ سجادہ نشین حضرات انہی کی اولاد میں سے ہیں جن میں صاحبزادہ ابوالعاصم محمد سلیم حماد صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ پشت تک ایک ہی اولاد نرینہ اس خانوادہ کا مقدر بنی رہی۔ آخر کار بعہد جلال الدین اکبر حضرت شیخ لطیف اللہ اور خاندان کے دیگر افراد نے حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر اولاد کے سلسلہ میں خیر کثیر کے لئے خصوصی استدعا کی تو حضرت داتا صاحب کے طفیل اللہ نے دعا قبول فرمائی اور خانوادہ شیخ ہندی میں بتدریج اضافہ ہوا۔

Marfat.com

ارشادات عالیہ

شیخ ہندی کے چند ارشادات عالیہ حسب ذیل ہیں۔

1. حصول توحید کا زینہ محبت رسول ﷺ ہے۔

2. موت ان کو آتی ہے جو عشق حق سے بے بہرہ ہوں۔

3. صرف وہی لوگ آپس میں بھائی بھائی ہو سکتے ہیں کو ایک ہی محبوب حقیقی کی محبت سے سرشار ہوں۔

4. نفرت فقراء کے قریب نہیں جاتی اور محبت کبھی ان سے جدا نہیں ہوتی۔

5. ہر وہ عمل جس سے توحید کا پرچار ہو جہاد ہے۔

6. زندگی کے جسم میں خدمت خلق خون کی مانند اور خدمت مرشد بمنزلہ روح ہے۔

7. بے شک مرشد کامل ہی مرید کے لئے ہر درد کا درماں ہے۔

8. دشمن خدا کے سامنے سر اٹھا کے چلو مگر بندگان خدا کے حضور عقیدتوں کے نذرانے پیش کرو۔

9. مزارات اولیاء حق کے گلستان ہیں جن سے گلہائے توحید کی خوشبوئیں اٹھتی رہتی ہیں۔

10. انبیاء کی معصومیت ہی توحید حق کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

11. عورت کو عزت دو کہ وہ تمہاری نسلوں کی امین ہے۔

12. قرآن اور اقوال رسول ﷺ ہی اعمال مومن کی بنیاد ہیں۔

وصال

حضرت شیخ ہندی حضرت داتا گنج بخش کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک زندہ

Marfat.com

رہے اور 120 سال کی عمر میں انتقال کیا۔ انہیں داتا گنج بخش کے مزار کے قریب شرق رویہ دفن کیا گیا۔

مزار اقدس

موجودہ حالت میں شیخ ہندی کی قبر حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے گنبد کے باہر خواتین کے حصہ میں ہے۔ تعویذ مبارک زمین سے تھوڑا بلند ہے جس پر عرس کے موقع پر سبز رنگ کا غلاف ڈال دیا جاتا ہے۔

سابقہ گورنر پنجاب میاں اظہر کے ساتھ ملاقات

Marfat.com

حضرت عزیز الدین پیر مکی جنیدی

حضرت عزیز الدین پیر مکی جنیدی لاہور کے قدیم اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ اللہ کے اس ولی کو جو کچھ ملا خانہ خدا سے ملا۔ اللہ کے اس محبوب بندے نے بارہ سال خانہ خدا میں سجدہ ریزیوں میں گزارے، صبر و شکر سے کام لیا۔ شب سحری میں اللہ کے حضور گریہ زاریاں کیں۔ دن رات یاد الٰہی میں بسر کر دیئے۔ آخر ایک روز ندائے غیبی سے اشارہ ہوا کہ جا تو میرا دوست ہے اور میں تیرا محبوب ہوں۔ تو میرے در پر جھکا رہا، جا اب دنیا تیرے در پر جھکے گی۔ تو میرے محبوب کا شیدائی، جا دنیا تیری شیدائی بنے گی۔ تو نے میرا نام ورد زبان کیا، جا میں نے تیرا نام دنیا میں بلند کر دیا۔ اس طرح اللہ کا یہ ولی فضل باری سے اکمل ہوا۔ یہ وہی فضل خداوندی ہے جو آج بھی پیر مکی کے در پر چشمہ فیض جاری ہے۔

نام و نسب

آپ کا اصل نام عزیز الدین تھا لیکن مکہ میں بارہ سال گزارنے کی وجہ سے آپ پیر مکی مشہور ہوئے۔ آپ کے والد کا نام سید عبداللہ تھا جو اللہ کے ایک نیک اور عابد و زاہد بندے تھے۔ آپ کے والد بغداد کے ایک نواحی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ حضرت بھی اسی گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک ایماندار تاجر تھے۔ سامان خورد و نوش کی خرید و فروخت پر بسر اوقات تھی۔ مالی حالت اچھی نہ تھی۔ اسی ماحول میں حضرت عزیز الدین کی پرورش ہوئی۔ ابتدا میں معمولی دینی تعلیم حاصل کی۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو کاروبار میں والد کی مدد کرنے لگے۔

Marfat.com

تلاشِ حق

آپ کا بغداد میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ ایک روز اللہ کے ایک نیک بندے سے ملاقات ہوئی کہ اس نے آپ کی زندگی کی سوچ کا دھارا بدل دیا۔ انہوں نے بتایا کہ بیٹا اگر تجھے خدا مل گیا تو سمجھ دنیا کی ہر چیز مل سکتی ہے لیکن اگر انسان حصول دنیا کی خاطر اپنی زندگی ضائع کر دے تو پھر رضائے الٰہی کا حصول ممکن نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ خدا کو تلاش کرو۔ اللہ کے اس نیک بندے کی نصیحت آپ کا کام کر گئی۔ آپ اسی روز سے آخرت کے طالب' حب الٰہی کی راہ پر گامزن ہو گئے کیونکہ یہ فرمان خداوندی ہے کہ جو ایمان لائے اسے چاہیے کہ اللہ کی محبت میں سب سے زیادہ مگن ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ اللہ کے اس بندے کے مرید بن گئے اور اس کی رہنمائی میں راہ حق پر چل دئے۔ یہ اللہ کا بزرگ سلسلہ جنیدیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی لئے اپنے پیر کی نسبت سے آپ کو جنیدی بھی کہا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ اللہ اس پر ضرور اپنا فضل فرماتا ہے جو اس کا متلاشی بنتا ہے۔ ایسے ہی پیر مکی رضائے الٰہی کے طلب گار ہوئے اور اپنی زندگی کو عشق الٰہی کے تابع کر دیا۔ رات دن اس کی یاد میں مصروف رہے اور آخر ایک روز راہ حق کی مشقت رنگ لے آئی اور آپ ولی کامل بن گئے۔

مکہ معظمہ میں قیام

آپ پر جوانی کا عالم تھا کہ ایک روز بغداد میں آپ کو یہ پتا چلا کہ چند افراد کا قافلہ حج پر جانے والا ہے۔ چنانچہ آپ اس قافلہ کے ساتھ حج کے لئے 562ھ بمطابق 1166ء میں مکہ معظمہ کی طرف چل دئے۔ منزل بہ منزل آپ مکہ معظمہ پہنچے۔ وہاں اسی سال حج ادا کیا اور اس کے بعد وہیں قیام کر لیا اور بارہ سال کا عرصہ وہیں گزارا۔ آپ نے کچھ عرصہ خانہ کعبہ میں اعتکاف کی حالت میں بھی گزارا اور اس عرصہ میں آپ نے خوب ریاضت و عبادت کی اور یاد الٰہی سے

Marfat.com

اپنے اللہ کو راضی کر لیا۔ آخر ایک روز ایسا آیا کہ رحمت خداوندی سے آپ روحانیت میں اکمل ہو کر ولی کامل بن گئے اور پیر مکی مشہور ہوئے۔

مکہ معظمہ قیام کے دوران آپ نے مکہ کے اکابر صالحین سے ملاقاتیں کیں اور ان سے کسب فیض کیا۔ خاص کر اللہ کے وہ نیک اور صالحین جو خانہ کعبہ میں اس زمانے میں محو عبادت تھے اور خلق خدا کی خدمت میں مصروف تھے' کی صحبتوں سے بھی آپ فیض یاب ہوئے۔

روضہ اقدس پر حاضری

جب آپ عرصہ 12 سال میں روحانی منازل طے کر چکے تو ایک دن آپ کو اشارہ غیبی بایمائے ربانی ہوا کہ ہندوستان میں جا کر تبلیغ کریں۔ چنانچہ اشارہ ربی پانے پر آپ مکہ معظمہ سے جدا ہوئے۔ وہاں سے روانہ ہو کر آپ مدینہ منورہ آئے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا اور رسول اکرم ﷺ کی باطنی محبت سے خوب مالامال ہوئے۔ وہاں آپ نے خوب روحانی مشاہدہ کیا اور رسول کریم ﷺ کی حضوری سے فیض یاب ہوئے۔ روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینے کے بعد آپ منزل بہ منزل سیاحت کرتے ہوئے اپنے وطن بغداد واپس آئے۔ شہر سے اپنے گاؤں میں گئے۔ وہاں چند روز قیام کرنے کے بعد آپ نے ہندوستان کی طرف سفر اختیار کیا۔

ورود لاہور

آج کل اور قدیم زمانے کے سفر میں بہت فرق ہے۔ آپ کے زمانہ کا سفر از حد مشکل تھا۔ راستے میں بے شمار مصائب سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ بغداد سے لاہور تک کا سفر دو تین ماہ میں طے ہوتا تھا۔ آپ نے 574ھ کے آخرہ ماہ میں سفر اختیار کیا اور منزل بہ منزل ہوتے ہوئے اگلے سال 575ھ کے شروع میں لاہور پہنچ گئے۔ راستے میں آپ نے کئی مقامات کی سیر و سیاحت کی اور کئی نیک

Marfat.com

انسانوں سے ملاقاتیں کیں۔ خاص کر سرحدی پہاڑی علاقے کو عبور کرنے کے لئے خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑا لیکن اللہ کی رحمت سے خدا کا یہ ولی خیرو عافیت سے لاہور پہنچ گیا۔

آپ کی آمد کے بارے میں تذکرہ پیر مکی میں لکھا ہے کہ آپ مکہ معظمہ سے تمام ممالک اسلامیہ کی سیروسیاحت کرتے ہوئے حسب القائے ربانی مدینتہ الاولیاء لاہور تشریف لائے۔ یہ اندازاً" 575ھ بمطابق 1179ء کا زمانہ تھا جب کہ لاہور کا حاکم خسرو ملک تاج الدولہ غزنوی تھا جو خاندان غزنویہ کا آخری حکمران تھا۔

صاحب خزینتہ الاصفیاء نے آپ کی آمد کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ پہلے بغداد سے مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ بارہ سال تک وہاں قیام کیا اور مجاورت بیت اللہ میں معتکف رہے اور پیر مکی کے خطاب سے مخاطب ہوئے۔ بعدازاں بایمائے ربانی مکہ معظمہ سے عازم ہندوستان ہوئے اور سال 574ھ جب کہ سلطان شہاب الدین غوری نے لاہور کا محاصرہ کیا ہوا تھا' لاہور میں فائز ہوئے۔ خسرو بن ظہیر الدولہ خسرو شاہ جو اولاد غزنویہ سے لاہور کا فرماں روا تھا' اس محاصرہ سے تنگ آگیا اور حضرت عزیز مکی کی خدمت میں باستدعائے دعا حاضر ہوا۔ حضرت نے دعا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ کو چھ سال تک اور امان ہے۔ بعدازاں اس اقلیم کا قبضہ مملکت شاہان غوری کو دیا گیا۔ پس اس سال سلطان شہاب الدین لاہور سے ناکام واپس چلا گیا اور پھر 580ھ براہ سیالکوٹ عازم لاہور ہوا۔ پہلے قلعہ سیالکوٹ تعمیر کر کے لاہور کا محاصرہ کیا اور فتح حاصل کی۔

قیام لاہور

لاہور میں حضرت علی ہجویری کا مزار اقدس اولیاء اور صلحاء کے لئے ہر دور میں

Marfat.com

توجہ کا مرکز رہا ہے۔ چنانچہ جو بزرگانِ دین حضرت علی ہجویری کے بعد لاہور میں تشریف لائے، انہوں نے آپ کے مزار پر حاضری ضرور دی۔ اسی لئے جب پیر مکی لاہور میں تشریف لائے تو سب سے پہلے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر کچھ عرصہ مکین رہے اور ذکر و فکر میں مشغول رہے۔ اس کے بعد آپ نے اس جگہ پر قیام کیا جہاں آج کل آپ کا مزار ہے۔ یہ علاقہ اس زمانے میں آبادی سے بالکل باہر تھا۔ تاریخ لاہور اس بارے میں شاہد ہے کہ جو اولیاء کرام لاہور میں آ کر قیام پذیر ہوئے انہوں نے ہمیشہ آبادی سے باہر ڈیرہ لگایا کیونکہ اللہ کے ولیوں کو خلوت سے خاص لگن ہوتی ہے۔ کیونکہ خلوت میں یادِ الٰہی کا جو مزا آتا ہے وہ دنیاداروں میں کم ہو کر رہ جاتا ہے۔

فیوض و برکات

شروع میں آپ نے اپنی رہائش کے لئے کچی مٹی کا ایک حجرہ بنایا اور اس میں دن رات گزارتے۔ بارگاہ رب العزت کی طرف سے جو مل جاتا اس پر قناعت کرتے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ لوگ آپ کی طرف مائل ہونے لگے اور آپ کی قیام گاہ پر آنے لگے۔ کیونکہ آپ ولی کامل تھے اس لئے جو سائل بھی آپ کے در پر آتا مراد پاتا۔ بے شمار بیماروں کو آپ کی دعا سے شفا ہوئی۔ غم زدہ اور مصیبت زدوں کے دکھ کا مداوا ہوا۔ آپ اپنے پاس آنے والوں کو نیکی کی ہدایت کرتے۔ اس طرح بے شمار مخلوق خدا نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔ طالبان سلوک کو راہ حق ملا۔ آخری عمر میں آپ کی بزرگی کی بے پناہ شہرت ہوئی۔ آپ گاہے بگاہے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر حاضری دیتے رہتے تھے اور جب دل چاہتا اردگرد کے علاقہ میں گھوم لیتے۔

آپ کا مشرب عارفانہ تھا۔ پابند صوم و صلوٰۃ تھے۔ آپ نے اپنے حجرے کے پاس سایہ دار درخت لگائے۔ گرمیوں میں اکثر ان کے نیچے دن کا بیشتر حصہ

Marfat.com

گزارتے۔ آپ کی راتوں کا زیادہ حصہ یاد الٰہی میں گزرتا اور دن مخلوق خدا کی خدمت میں۔

جس زمانے میں آپ لاہور میں قیام پذیر تھے اس دور میں علماء اور فضلاء کی کثرت تھی۔ اس کے بارے میں تاج الدین حسن بن نظامی صاحب تاج المآثر لکھتا ہے کہ اس زمانے میں یہ شہر مرکز اہل تقویٰ و منشاء اصحاب فضل و فتویٰ و مامن زہاد و عباد اور مسکن اخطاب و اوتاد بن چکا تھا۔ اس شہر کی نوے فیصد آبادی علم کے زیور سے مالامال تھی۔ اس جاہ فخر مدبر مبارک شاہ اور تاج الدین حسن نظامی جیسے محققین اور مورخین' سید احمد توختہ ترمذی جیسے اولیاء و اصفیاء مقیم تھے۔ ان کے علاوہ بے شمار شاعر' ادیب اور فاضل موجود تھے۔ جن کے کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ مزید برآں اس لاہور میں اس زمانے میں اس قدر کتب خانے تھے کہ فخر مدبر نے صرف ایک کتاب ترتیب دینے کے لئے اس شہر کی ایک ہزار کتابوں سے مواد حاصل کیا تھا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور میں علم و فضل کا دور دورہ ہونے کے باوجود بے شمار اہل علم حضرت آپ کی ذات بابرکات سے فیض یاب ہوئے۔

وصال

آپ نے لاہور میں 36 سال سے چند ماہ زائد قیام کے بعد آخری عمر میں بیماری کے باعث 612ھ بمطابق 1215ء میں اس جہان رنگ و بو سے آخرت میں کوچ کیا۔ آپ کو آپ کے حجرے میں دفن کیا گیا جہاں آج کل آپ کا مزار اقدس ہے۔ آپ کا وصال شمس الدین التمش کے زمانہ میں ہوا۔

قطعہ تاریخ وفات

تاریخ وفات مفتی غلام سرور نے یوں تحریر کی ہے۔

ز دنیا چو شد در بہشت معلے

Marfat.com

وصالش بگو آفتاب حسین
شہہ دین و شیخ زمن پیر مکی
بخواں نیز پیر حسن پیر مکی

مزار مبارک

آپ کا مزار مبارک بھاٹی دروازے سے آگے راوی روڈ پر ایک گلی کے آخر میں واقع ہے۔ مزار مبارک پر ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کے مزار کے قریب ایک مسجد بھی ہے۔

Marfat.com

حضرت سید احمد توختہ لاہوری

حضرت سید احمد توختہ لاہوری قدیم مشائخ عظام میں سے ہیں۔ آپ کا اصلی وطن ترمذی تھا اس لئے آپ کو ترمذی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ اور جوانی کے شب و روز ترمذ ہی میں گزارے بلکہ زندگی کا زیادہ حصہ اپنے آبائی وطن میں ہی گزارا۔ لیکن رضائے الٰہی کی خاطر اور اللہ کے دین کو دوسروں کو پہنچانے کی غرض سے اپنے وطن کو ترک کر کے ہندوستان آئے۔ آپ سلسلہ جنیدیہ میں بیعت تھے۔ اسی نسبت طریقت سے آپ کو خرقہ خلافت ملا۔

نسبی تعلق

آپ کا اصل نام سید احمد 'توختہ لقب تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت علی سے جا ملتا ہے۔ آپ حسینی سید تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت سید احمد توختہ ترمذی بن سید علی ترمذی بن سید حسین مدنی بن سید شاہ ناصر بن سید موسیٰ بن علی بن علی اصغر بن امام زین العابدین بن حضرت امام حسین بن اسد اللہ الغالب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

لقب توختہ کی وجہ

توختہ ترکی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب کھڑا ہونے کا ہے۔ آپ کو توختہ کہنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک رات آپ کے پیر نے آپ کو اپنے حجرے میں سے آواز دی۔ جب آپ پہنچے تو حجرے کا دروازہ بند تھا۔ آپ نے ادب کو

Marfat.com

ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے حجرے کا دروازہ نہ کھٹکھٹایا تاکہ مرشد کے آرام میں خلل نہ ہو اور تمام رات دروازے کے سامنے کھڑے رہے۔ جب صبح آپ کے مرشد نے دروازہ کھولا تو آپ کو دروازے کے باہر کھڑے پایا تو آپ کو توختہ کا لقب دیا کیونکہ عربی میں توختہ کھڑا ہونے والے کو کہتے ہیں۔

Marfat.com

قبروں کی زندگی

اللہ کے محبوب بندے انبیاء اور اولیاء کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا حق ہے۔
سرکار اقدس ﷺ اور تمام علماء اور بزرگان دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیدہ

(وصال اقدس 11ھ مطابق 632ء)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیا فنبی اللہ حی یرزق (ابن ماجہ مشکوۃ ص 121)

(بے شک خدائے تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرما دیا ہے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں)۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں دینوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو درداء نے اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ان کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

Marfat.com

علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی 911ھ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

انبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (ابن ماجہ بو۔علی والبیہقی)

(انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں (خصائص کبریٰ ج2 ص281)

علامہ سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ میں اس حدیث شریف کو لکھ کر قبروں میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے متعلق اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی 1014ھ)

آپ حضرت درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کی شرح تحریر فرماتے ہیں۔

فرق لھم فی الحالین ولذاقیل اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلون فی دارالی دار (مرقاۃ ج2 ص212)

انبیائے کرام کی دنیوی زندگی اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

ان اللہ حرم الارض احساد الانبیاء

خدائے تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام فرمادیا۔

(ابوداؤد، نسائی، دارمی، بیہقی، ابن ماجہ مشکوۃ ص 120)

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

الانبیاء فی قبورھم احیاء

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (مرقاۃ ج2 ص209)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حی یرزق ویستمد منہ المدد المطلق (مرقاۃ ج1 ص284)

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم باحیات ہیں اور انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ کی ان تحریروں سے ان کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندے بھی نہیں مرتے صرف دار فانی سے دار بقا کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان متوفی 1052ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ست یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست بر اعمال امت حاضر و ناظر و طالبان حقیقت را و متوجہان آں حضرت را مفیض و مربی (مکتوب سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار الاخیار ص161)

علمائے امت میں اتنے اختلافات اور مذہب ہونے کے باوجود کسی شخص کو اس

Marfat.com

مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت نبی کریم ﷺ حیات (دنیوی) کی حقیقت کے ساتھ قائم و باقی ہیں۔ اس حیات نبوی میں مجاز کی آمیزش اور تاویل کا وہم نہیں ہے اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ نیز طالبان حقیقت کے لئے اور ان لوگوں کے لئے کہ آنحضرت کی جانب توجہ رکھتے ہیں حضور ﷺ ان کو فیض بخشنے والے اور ان کے مربی ہیں۔

اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

پیغمبر خدا زندہ است بحقیقت حیات دنیاوی (اشعۃ اللمعات ج1 ص576)

خدائے تعالیٰ کے نبی دنیوی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں۔

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے تحت فرماتے ہیں

حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلافے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چنانکہ شہداء راست

انبیاء علیہم السلام کی زندگی سب مانتے ہیں۔ کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔ انکی زندگی جسمانی حقیقی دنیوی ہے۔ شہیدوں کی طرح صرف معنوی اور روحانی نہیں۔ (اشعۃ اللمعات ج1 ص574)

ان تحریروں میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری نے اپنے عقیدہ واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں جس میں مجاز کی آمیزش اور کسی قسم کی تاویل کا وہم نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء کرام کی زندگی دنیا کی طرح جسمانی حقیقت ہے اور شیخ محقق کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے زمانہ تک اس مسئلہ پر کسی کو کوئی اختلاف نہیں رہا۔

Marfat.com

علامہ شہاب الدین خفاجی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1070ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

الانبیاء علیہم السلام احیاء فی قبورھم۔ حیاۃ حقیقتہ

انبیاء علیہم السلام حقیقی زندگی کے ساتھ اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ (نسیم الریاض ج1ص 196)

آپ کا عقیدہ اس عبارت سے کھلم کھلا ظاہر ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ (رحمتہ اللہ علیہ۔ متوفی 1176ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبد الرحیم فرمایا کرتے تھے کہ جن دنوں اورنگ زیب اکبر آباد میں تھا میں محتسب لشکر مرزا زاہد ہروی سے کچھ اسباق پڑھتا تھا۔ اسی بہانے والد کے ہمراہ اکبر آباد گیا۔ سید عبد اللہ بھی سید عبد الرحیم کی رفاقت کے سبب وہاں موجود تھے۔ وہاں انہیں ایک عارضہ ہو گیا اور رحمت حق سے واصل ہوئے۔ انہوں نے وصیت کی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ میں بھی اس دن شدید بیمار تھا۔ جنازہ کے ساتھ جانے کی سکت نہ تھی۔ جب میں تندرست ہوا اور چلنے پھرنے کی طاقت پیدا ہوئی تو ایک مخلص کے ساتھ جو ان کے جنازہ و دفن میں موجود تھا زیارت و برکت کے لئے ان کے مزار مبارک کی طرف چل پڑا۔ یہ ان کی آخری وصیت کا کمال تھا کہ میرے ساتھی کافی غور و فکر کے باوجود ان کی قبر نہ پہچان سکے۔ آخر اندازے سے ایک قبر کی جانب اشارہ کیا۔ میں وہاں بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا۔ میری پشت کی طرف سے سید صاحب نے آواز دی کہ فقیر کی قبر ادھر ہے لیکن جو کچھ شروع کر چکے ہو اسے وہیں تمام کر لو اور اسکا ثواب اسی قبر والے کو بخشو۔ جلدی مت کرو جو کچھ پڑھ رہے ہو اسے انجام تک پہنچاؤ۔ یہ سن کر میں نے ساتھی سے کہا اچھی طرح غور کرو کہ یہ سید صاحب کی قبر ہی ہے جدھر تم نے اشارہ کیا تھا یا میری پیٹھ کے پیچھے ہے۔ تھوڑی دیر سوچ کر کہنے لگا میں غلطی پر تھا۔ حضرت سید صاحب کی قبر تمہارے پیچھے ہے۔ میں اسی سمت ہو کر بیٹھ گیا اور قرآن پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثنا میں دل گرفتہ اور غمگین ہونے کے سبب اکثر مقامات پر قواعد قران کی رعایت نہ کر سکا۔ قبر میں سے آواز آئی کہ فلاں فلاں جگہ پر تساہل سے کام لیا ہے۔

Marfat.com

قرات کے معاملے میں حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ (انفاس العارفین ص 57)
اور لکھتے ہیں مروی ہے کہ م ابوالعلی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بانی سلسلہ ابوالعلائیہ) کے اہل خانہ نے ان کے فرزند میر نورالعلی کے عارضہ علالت کے سبب ایک روپیہ اور ایک چادر بطور نیاز حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کے مزار پر بھجوائی جس کی اطلاع میر ابوالعلی کو نہیں تھی۔ ایک دن حضرت خواجہ کی طرف متوجہ تھے کہ مزار سے آواز آئی کہ تمہارے فرزند کی صحت کے لئے تمہارے گھر سے یہ جو کچھ نیاز آئی ہے اور اہل خانہ نے دوسرے فرزند کے لئے بھی التجا کی ہے۔ نیاز قبول اور التجا مبذول ہے۔ (انفاس العارفین ص 69)

اور لکھتے ہیں کہ والد ماجد شاہ عبدالرحیم نے فرمایا کہ شیخ بایزید اللہ گو نے حرمین شریفین کی حاضری کا قصد کیا تو آپ کی معیت میں بہت سے ضعیف العمر، بچے اور عورتیں بھی تیار ہو گئیں حالانکہ زاد راہ کا کوئی انتظام نہ تھا برادر گرامی اور میں نے متفق ہو کر ارادہ کیا کہ انہیں واپس لایا جائے۔ جب ہم تغلق آباد پہنچے تو دن بہت گرم ہو چکا تھا۔ ہم لوگ ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اس دوران تمام احباب سو گئے اور میں اکیلا ان کے کپڑوں اور سامان کی حفاظت کے لئے جاگتا رہا۔ اپنے آپ کو بیدار رکھنے کے لئے میں نے قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دی۔ چند سورتیں تلاوت کر کے میں خاموش ہو گیا۔ اچانک قریب کی قبروں میں سے ایک صاحب قبر مجھ سے مخاطب ہوا اور کہا میں قرآن مجید کے زندگی بخش نغمات سننے کے لئے مدت سے ترس رہا ہوں اگر کچھ وقت اور تلاوت کر دیں تو احسان مند رہوں گا۔ میں کچھ اور تلاوت کر کے خاموش ہو گیا صاحب قبر نے مزید استدعا کی میں نے پھر پڑھا۔ میرے چپ ہو جانے پر اس نے تیسری مرتبہ درخواست کی۔ میں نے اس دفعہ بھی اس کی درخواست قبول کر لی اور قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کیں۔

اس کے بعد یہ صاحب قبر مخدومی برادر گرامی کو جو پاس ہی سو رہے تھے خواب میں آیا اور کہا میں نے ان کو بار بار تلاوت کے لئے کہا ہے۔ اب مجھے حیا آئی ہے آپ انہیں

Marfat.com

فرمائیں کہ قرآن مجید کا کچھ زیادہ حصہ تلاوت کر کے میرے لئے روح کی غذا فراہم کریں۔ وہ نیند سے اٹھے اور مجھے صورتحال سے آگاہ کیا۔ میں نے نسبتاً" زیادہ تلاوت کی اور اس پر ان اہل قبور میں خوشی و مسرت کی خاص کیفیت محسوس کی اور انہوں نے مجھے فرمایا جزاک اللہ عنی خیر الجزاء۔

اس کے بعد میں نے ان سے عالم برزخ کے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا میں ان قریبی قبروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا البتہ میں اپنا حال آپ کو سناتا ہوں۔ جب سے میں نے دنیا سے انتقال کیا ہے میں نے کسی قسم کا عذاب یا عتاب نہیں دیکھا۔ اگرچہ بہت زیادہ انعام و اکرام بھی نہیں ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ کون سے عمل کی برکت سے تمہیں نجات ملی۔ اس نے کہا میں نے ہمیشہ اس بات کی کوشش کی کہ دنیوی بکھیڑوں سے خود کو آزاد رکھوں اور ذکر و عبادت سے غافل کرنے والی چیزوں سے کنارہ کش رہوں۔ اگرچہ اس ارادہ کو مکمل عملی جامہ نہ پہنا سکا پھر بھی خدائے تعالیٰ نے میرے حسن نیت کو پسند فرما کر مجھے یہ صلہ عطا فرمایا۔ (انفاس العارفین اردو ص 114)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان واقعات کو کتاب میں لکھ پر اپنا عقیدہ ثابت کر دیا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور بوقت ضرورت دنیا والوں سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔

حضرت علامہ نبہانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی 1350ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صدر الدین بکری رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 918ھ) جب حج کے لئے گئے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو لوگوں نے سنا کہ حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص 723)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت محمد بن محمد بن شرف الدین خلیلی شافعی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 1147ھ) جو بیت المقدس میں مقیم تھے وہ اپنی زبانی یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہمارا واقعہ یوں ہے کہ میں رات کو آپ کی زیارت کے لئے بیت المقدس پر اترا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر صلوۃ و سلام والی کتاب "دلائل الخیرات" کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک دفعہ ختم کر کے جب دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو مجھے خیال آیا بہتر ہے کہ سیدنا موسیٰ اور سیدنا ہارون علیہ السلام پر صلوۃ و

Marfat.com

سلام بھیجوں۔ تو میں نے یوں درود شریف پڑھا۔ اللھم صل علی موسی واخیہ ھارون۔ یعنی اے اللہ! موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون پر درود بھیج۔ میں نے قبر شریف سے فصیح و بلیغ آواز سنی کہ "نسب کا رشتہ دِلا (آزادی) کے رشتے سے افضل اور مقدم ہے"۔ میں اس جملے کا مطلب سمجھ گیا۔ مقصد یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تم یوں منسوب ہو جیسے نسب کا رشتہ ہوتا ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "میری امت میرا عصبہ و رشتہ ہے" اور دوسروں سے تمہارا رشتہ دِلا کا ہے اور نسب کا رشتہ دِلا کے رشتے سے مقدم ہے۔ یہ سن کر میں نے پھر دلائل الخیرات پڑھنا شروع کیا۔ (جامع کرامات اولیاء ص 840)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ بقول حضرت امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ ایک آدمی حضرت محمد بن کبیر علیہ الرحمتہ والرضوان (متوفی 617ھ) کی خدمت میں ان کی وفات کے بعد حاضر ہوا اور التجا کی کہ اسے دوستی کا شرف بخشیں۔ آپ قبر سے نکلے اور اس سے دوستی کا عہد باندھا۔ (جامع کرامات اولیاء ص 536)

علامہ یوسف نبہانی علیہ رحمتہ والرضوان نے ان واقعات کو لکھ کر واضح کر دیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں یہ عقیدہ حق ہے۔

Marfat.com

صاحب نور الایضاح علامہ شرنبلالی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان۔ متوفی 1069ھ)

ومما ھو مقرر عند المحققین انه صلی اللہ تعالی علیه وسلم حی یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات۔ مراقی الفلاح مع طحطاوی ص 447)

یہ بات ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ حضور ﷺ (حقیقی دنیوی زندگی کے ساتھ) زندہ ہیں ان پر روزی پیش کی جاتی ہے۔ ساری لذت والی چیزوں کا مزہ اور عبادتوں کا سرور پاتے ہیں۔ لیکن جو لوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

حضرت علامہ شیخ حسن شرنبلالی نے کھلم کھلا اپنا اور تمام محققین کا عقیدہ لکھ دیا ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں مگر عام لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

علامہ ابن حجر مکی شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 974ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا میں کل ظہر کے وقت انتقال کر جاؤں گا تو کہنے کے مطابق ہی ان کا انتقال ہوا اور جب قبر میں رکھے گئے تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ دفن کرنے والے نے ان سے کہا کیا آپ موت کے بعد زندہ ہیں۔ انہوں نے کہا انا حی وکل محب للہ حی۔ میں زندہ ہوں اور اللہ سے محبت کرنے والا ہر ایک زندہ ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ ص 276)

Marfat.com

اس تحریر سے علامہ ابن حجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات کو ارفع و اعلیٰ اور بہت بلند ہے۔ اللہ کا ہر وہ نیک بندہ جو اس سے محبت کرتا ہے وہ بھی اپنی قبر میں زندہ رہتا ہے۔

Marfat.com

حضور سیدنا غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 561ھ)

علامہ تادنی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ کیمیائی' شیخ بزاز اور شیخ ابوالحسن بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہمراہ 27 ذی الحجہ بروز چہار شنبہ 523ھ مقبرہ شونیز میں مزارات کی زیارت کے لئے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ فقہاو قراء کی ایک بہت بڑی جماعت بھی تھی۔ وہاں آپ شیخ حماد (متوفی 525ھ) کے مزار پر بہت دیر کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ گرمی نے شدت اختیار کرلی لیکن آپ کو دیکھ کر تمام لوگ بھی آپ کے پیچھے خاموش کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے چہرے پر بہت بشاشت تھی۔ لوگوں نے جب دیر تک کھڑا رہنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

میں جمعہ 15 شعبان 499ھ میں شیخ حماد کے ہمراہ جمعہ کی نماز کے لئے جامع الرصافہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت ہمارے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔ جب ہم لوگ قنطوہ یہود (یہودی پل) کے قریب پہنچے تو شیخ حماد نے شدید سردی کے باوجود مجھے پانی کے اندر دھکا دے دیا۔ میں نے بسم اللہ کہہ کر غسل جمعہ کی نیت کرلی۔ اس وقت میرے جسم پر ایک اونی جبہ تھا اور دوسرا جبہ میری آستین میں تھا جسے نکال کر میں نے ہاتھ میں اٹھالیا تاکہ بھیگنے سے محفوظ رہے۔ شیخ حماد مجھے دھکا دے کر آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ میں نے پانی سے نکل کر اپنا جبہ نچوڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہوگیا۔ مجھے دیکھ کر لوگوں نے افسوس کیا تو شیخ حماد نے انہیں

Marfat.com

جھڑک کر فرمایا میں نے تو محض امتحاناً انہیں نہر میں دھکیلا تھا لیکن یہ تو ایسا کوہ گراں ہے جو اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کرتا۔

پھر شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ آج میں نے شیخ حماد کو قبر کے اندر ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ ان کے جسم پر جواہرات سے مرصع ایک حلہ ہے۔ آپ کے سر پر یاقوت کا تاج، ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور دونوں پاؤں میں طلائی جوتے ہیں لیکن آپ کا داہنا ہاتھ شل ہے۔ جب میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہوا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ اس ہاتھ سے تجھے میں نے پانی میں دھکا دیا تھا کیا تو مجھے معاف نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا بلاشبہ معاف کیا۔ پھر آپ نے فرمایا خدا سے دعا کرو کہ میرا یہ ہاتھ ٹھیک ہو جائے۔ چنانچہ میں جس وقت کھڑا ہو کر دعا کر رہا تھا تو پانچ ہزار اولیاء کرام اپنے مزارات میں میری دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرما کر شیخ حماد کی تکلیف دور کر دی اور آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اس طرح میری اور ان کی خوشی پوری ہو گئی۔ (قلائد الجواہر ص 99)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ والے اپنی قبروں میں زندہ ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت حماد نے مجھ سے گفتگو کی اور ہاتھ ٹھیک ہونے کے لئے اللہ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان متوفی 564ھ)

آپ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے مشہور بزرگ ہیں۔ حضرت علامہ تادنی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علی بن ہیتی مشائخ عراق میں بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں اور ان شیوخ میں سے ہیں جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔ آپ اکثر غیب کی خبریں بھی بتا دیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے

Marfat.com

تھے کہ بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوئے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں لیکن ہم شیخ علی بن ہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔ (قلائد الجواہر ص 313)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ بقا بن بطو رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ والرضوان کے مزار کی زیارت کی تو دیکھا امام احمد بن حنبل نے قبر سے نکل کر شیخ عبدالقادر جیلانی سے معانقہ کیا اور آپ کو خلعت عطا کر کے فرمایا کہ اے عبدالقادر! تمام لوگ شریعت و طریقت میں تیرے محتاج ہوں گے۔

پھر میں شیخ کے ہمراہ شیخ معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 200ھ) کے مزار پر گیا وہاں شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا السلام علیک یا شیخ معروف عبرناک بدر جتین۔ یعنی ایک شیخ معروف ہم آپ سے دو درجہ بڑھ گئے ہیں۔ انہوں نے قبر میں سے جواب دیا وعلیکم السلام یا سید اھل زمانه۔ یعنی اے اپنے زمانہ کے سردار و علیکم السلام (قلائد الجواہر ص 141)

حضرت شیخ علی بن ہیتی نے اس بیان سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ بزرگان دین وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی قبر سے نکل کر غوث پاک سے معانقہ کیا اور حضرت معروف کرخی نے قبر سے آپ کے سلام کا جواب اس طرح دیا کہ باہر سنائی دیا۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 578ھ)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب الحاوی میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمتہ والرضوان جو مشہور اکابر

Marfat.com

صوفیاء میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ 555ھ میں حج سے فارغ ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی

یعنی میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور ﷺ کے آستانہ مبارکہ کو چوما کرتی تھی۔

وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

یعنی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا۔ لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمایئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کی اس عرض پر سرکار اقدس ﷺ نے قبر انور سے اپنے دست اقدس کو باہر نکالا جس کو انہوں نے چوما۔

البیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست اقدس کی زیارت کی۔ ان لوگوں میں محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یعنی غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی لیا جاتا ہے۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سید کبیر احمد رفاعی کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں ورنہ وہ ہرگز حضور ﷺ سے یہ عرض نہ کرتے کہ اپنا دست اقدس بڑھایئے تاکہ ہم اسے بوسہ دیں۔

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا عقیدہ

Marfat.com

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 617ھ)

آپ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 584ھ) کے مرید و خلیفہ ہیں اور سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمتہ والرضوان کے پیرومرشد ہیں۔ آپ ہی کی نگاہ کرم نے حضرت خواجہ کو سلطان الہند اور سلطان العارفین بنا دیا۔ آپ کا وصال مکہ شریف میں ہوا۔ مزار مبارک مسجد جن کے قریب تھا جس کو نجدی حکومت نے توڑ کر روڈ میں لے لیا۔ اللہ کے محبوب بندے بعد وصال بھی زندہ رہتے ہیں۔ اس کے بارے میں ان کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواجہ خواجگان حضرت عثمان ہارونی علیہ رحمتہ الرضوان نے فرمایا کہ شمس العارفین کا یہ حال گزرا کہ جس روز وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوئے تھے اور سلام عرض کیا تھا تو وہاں سے آواز آئی تھی وعلیک السلام یا شمس العارفین۔

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک سے باہر نکلے تو جو کوئی ملتا تھا وہ اسلام علیک یا شمس العارفین کہتا تھا۔ پھر اسی جگہ کے متعلق یہ حکایت فرمائی کہ حضرت امام أعظم رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ گزرا کہ جب شروع میں حضرت نعمان کوفی علیہ الرحمتہ الرضوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا السلام علیک یا سید المرسلین تو وہاں سے جواب سلام آیا کہ وعلیک السلام یا امام المسلمین۔ (انیس الارواح ص 28)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمتہ والرضوان کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

Marfat.com

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان متوفی 633ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ مکہ معظمہ سے روضہ رسول ﷺ کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ جب روضہ انور کی زیارت سے مشرف ہوئے تو خواجہ عثمان ہارونی نے فقیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اب تو حضور اقدس میں حاضر ہے سلام کر۔ میں نے سلام عرض کیا۔ روضہ انور سے آواز آئی وعلیکم السلام یا قطب المشائخ للبر و البحر۔ جب یہ آواز آئی تو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بس اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ (انیس الارواح ص 6)

حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنی تحریر سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمارے سلام کا جواب اتنی بلند آواز میں دیا کہ ہم لوگوں نے سن لیا۔

شیخ شیوخ العالم حضرت فرید الدین گنج شکر کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 670ھ)

آپ فرماتے ہیں

الانبیاء احیاء فی القبور۔ انبیائے کرام قبروں میں زندہ ہیں۔ (سیر الاولیاء ص 151)

اس فرمان سے انبیائے کرام کا قبروں میں زندہ رہنے کے بارے میں حضرت

Marfat.com

فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

سلطان المشائخ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 725ھ)

سلطان المشائخ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے گیا۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ اتنے کثیر لوگ ان بزرگوں کی زیارت کو آتے ہیں ان کے آنے کی اطلاع ان بزرگوں کو ہوتی ہے یا نہیں۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا ہی تھا کہ اور میں روضہ مبارک کے قریب مراقبہ میں مشغول تھا کہ میں نے روضہ مبارک سے یہ شعر سنا۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یعنی مجھ کو اپنی طرح زندہ سمجھو۔ میں جان کے ساتھ آتا ہوں اگر تم جسم کے ساتھ آتے ہو۔ (سیر الاولیاء ص 117)

اور حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی مصنف سیر الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ غیاث پور میں رہتے تھے۔ مولانا فصیح الدین اور قاضی محی الدین کاشانی آپ کی خدمت میں غیاث پور حاضر ہوئے۔ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کے بعد ان دونوں نے بیعت ہونے کے لئے عرض کی۔ آپ نے فوراً ہی قاضی محی الدین کاشانی کو مرید کر لیا اور مولانا فصیح الدین سے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق

Marfat.com

شیخ شیوخ العالم سے پوچھوں گا۔ یہ سن کر مولانا فصیح الدین کو بڑی حیرت ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ شیخ شیوخ العالم تو وفات پا چکے ہیں سلطان المشائخ ان سے کیسے پوچھیں گے۔ یہ بات ان کے دل میں گزری لیکن انہوں نے زبان سے کچھ نہیں کہا اور قدم بوسی کے بعد لوٹ آئے۔ جب وہ دوسری مرتبہ سلطان المشائخ سے ملے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہارے متعلق شیخ شیوخ العالم سے عرض کیا تھا۔ آپ نے قبول فرمالیا ہے اب تم بیعت ہو سکتے ہو۔ چنانچہ وہ سلطان المشائخ سے بیعت ہو گئے۔ جب وہ بیعت کر چکے تو مولانا فصیح الدین نے عرض کی کہ مخدوم من! شیخ شیوخ العالم تو وفات پا چکے ہیں آپ نے کس سے پوچھا ہے۔ فرمایا جب مجھے کسی بات میں تردد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم سے ہی پوچھتا ہوں اور آپ کے حکم کے مطابق کام کرتا ہوں۔ (سیر الاولیاء ص 452)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کے اس فرمان سے کہ میں نے روضہ مبارک سے فارسی کا شعر سنا اور اس فرمان سے کہ جب مجھے کسی بات میں تردد ہوتا ہے تو میں شیخ شیوخ العالم سے ہی پوچھتا ہوں۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ کا بھی عقیدہ ہے کہ اللہ کے ولی وصال کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں اور پہلے واقعہ سے آپ کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ بزرگان دین قبروں میں رہتے ہوئے دلوں کے حالات سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

حضرت جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 898ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتبر شخص سے جو حضرت خواجہ محمد پارسا بخاری قدس سرہ (متوفی 822ھ) کے صاحبزادے خواجہ برہان الدین ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 865ھ) کے خواص میں سے تھے۔ وہ خواجہ برہان الدین ابو نصر سے

Marfat.com

روایت کرتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کی روح پرواز ہوئی تھی تو اس وقت میں حاضر نہ تھا۔ جب میں حاضر ہوا تو میں نے آپ کے روئے مبارک کو اس غرض سے کھولا کہ اس کی زیارت کروں۔ آپ نے فوراً" اپنی آنکھیں کھول دیں اور تبسم فرمایا جس سے میرا قلق اور اضطراب بہت بڑھ گیا۔ میں آپ کے پائنتی گیا اور اپنا چہرہ آپ کے کف پا سے ملنے لگا۔ آپ نے اسی وقت اپنے پاؤں سمیٹ لئے۔ (نفحات الانس ص 631)

حضرت علامہ جامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں اس واقعہ کو بلا تردید تحریر فرما کر ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد زندہ رہتے ہیں۔

Marfat.com

1. حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

نہیتکم عن زیارۃ القبور فزودوھا۔ (مسلم مشکوۃ ص 154)

میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا (اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں) ان کی زیارت کرو۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت سے قرب کے سبب اس اندیشہ سے حضور ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ پھر کہیں جاہلیت والا رویہ نہ اختیار کرلیں۔ پھر جب اسلام کے قوانین سے لوگ خوب آگاہ ہو گئے تو آپ نے قبروں کی زیارت کے لئے اجازت دے دی۔
(اشعۃ اللمعات ج 1 ص 717)

2. حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

نہیتکم عن زیارۃ القبور فزودوھا۔

میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ابن ماجہ۔ مشکوۃ صل 154)

3. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

کان رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم لکما کان نیلتها من رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم بخرج من اخر اللیل الی البقیع۔

جس رات کو رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں قیام فرماتے تو آخر رات میں اٹھ کر مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔ (مسلم۔ مشکوۃ صل 154)

4. حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

من زار قبر ابویه او احدهما فی کل جمعته غفرله وکتب برا۔ (مشکوۃ ص 154)

Marfat.com

جو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے یا ان میں سے کسی ایک کی ہر جمعہ کے دن تو اسے بخش دیا جائے گا اور اسے نیکی کرنے والا لکھا جائے گا۔

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کے نزدیک قبروں کی زیارت جائز ہے بلکہ ہر جمعہ کو جو شخص اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے اسے بخش دیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 204ھ)

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی 1253ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمتہ الرضوان نے فرمایا۔

انی لا تبرک بابی حنیفتہ وابی الی قبرہ فاذا غرضت لی حاجتہ صلیت رکعتین وسنالت اللہ تعالی عند قبرہ فتقضی سریعا۔ (ردالمختار ج 1 ص 38)

میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کا پاس آتا ہوں۔ تو جب مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

امام شافعی گفتہ است قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب ست مراجابت دعارا

حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا کی قبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔ (اشعتہ اللمعات ج 1 ص 715)

ان تحریروں سے حضرت امام شافعی کے یہ عقیدے معلوم ہوئے کہ بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے جانا' صاحب مزار سے برکت حاصل کرنا' ان کے مزاروں کے پاس جا کر دعا کرنا اور صاحب مزار کو حاجت روائی کا ذریعہ ٹھہرانا جائز

Marfat.com

ہے اور بعض بزرگوں کا مزار دعا کی مقبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔

عارف باللہ علامہ صاوی مالکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان)

آپ آیت کریم وابتغوا الیہ الوسیلتہ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

من الضلال المبین والخسران الظاھر تکفیر المسلمین بزیادۃ اولیاء اللہ زاعمین ان زیارتھم من عبادۃ غیر اللہ کلا بل ھی من جملتہ المحبتہ الی اھلہ۔ (تفسیر صاوی ج 1 ص 245)

اولیاء اللہ کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت عبادت غیر اللہ ہے واضح گمراہی اور کھلی ہوئی ہلاکت ہے۔ اولیاء اللہ کی زیارت عبادت ہرگز غیر اللہ نہیں بلکہ یہ الحب فی اللہ میں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ عارف باللہ حضرت علامہ صاوی مالکی رحمتہ اللہ علیہ کر نزدیک اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے کہ وہ عبادت غیر اللہ نہیں ہے بلکہ الحب فی اللہ میں سے ہے۔

سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 677ھ)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو وہ میری بیوی سیدہ خدیجہ کی قبر پر جا کر عرض کرے کیونکہ آپ نے کسی حاجت مند کو اپنے دروازے سے محروم نہیں کیا۔ (سلطان التارکین ص 93)

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمتہ الرضوان کے اس فرمان سے ان

Marfat.com

کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ اللہ کے محبوب بندے اپنی قبروں سے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی حاجتوں کے لئے بزرگوں کی قبروں پر جائیں اور ان سے فائدہ حاصل کریں۔

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 725ھ)

آپ نے فرمایا مولانا کتھیلی نے مجھ سے بیان کیا کہ دہلی میں ایک سال قحط پڑا۔ میں کرباسی بازار سے گزر رہا تھا اور بھوکا تھا۔ میں نے کھانا خریدا اور خود سے کہا کہ اس کھانے کو تنہا نہیں کھانا چاہیے کسی کو بلا کر کھانے میں اس کو بھی شریک کرو۔ ایک کملی والے درویش کو میں نے دیکھا جو گدڑی پہنے ہوئے میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا اے میرے خواجہ! میں درویش ہوں اور تم بھی درویش ہو۔ میں غریب ہوں اور تم بھی غریب دکھائی دیتے ہو۔ کچھ کھانا موجود ہے آؤ تاکہ مل کر کھائیں۔ وہ درویش راضی ہوئے۔ ہم نانبائی کی دوکان کے اوپر گئے اور کھانا کھایا۔

اس دوران میں اس درویش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے خواجہ مجھ پر بیس روپے قرض ہو گیا ہے میرا وہ قرض ادا ہونا چاہیے۔ اس درویش نے کہا تم اطمینان سے کھانا کھاؤ میں بیس روپیہ تم کو دیتا ہوں۔ مولانا کتھیلی نے کہا میرے دل میں خیال آیا کہ اس پھٹے حال شخص کے پاس بیس روپے کہاں سے ہوں گے جو مجھ کو دے گا۔ الغرض جب کھانا کھا چکے وہ اٹھے اور اپنے ساتھ مجھ کو لے چلے۔ وہ مسجد کی طرف گئے مسجد میں ایک قبر تھی۔ اس کے سرہانے کھڑے ہو کر انہوں نے کچھ مانگا اور ایک چھوٹی سی لکڑی ان کے ہاتھ میں تھی۔ آہستہ سے

Marfat.com

اس کو دوبارہ قبر پر مارا اور کہا اس درویش کو بیس روپے کی ضرورت ہے اس کو دو۔ یہ کہا اور میری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا مولانا! واپس جاؤ بس آپ کو بیس روپے مل جائیں گے۔

مولانا تحمیلی نے کہا جب میں نے یہ بات سنی تو اس درویش کا ہاتھ چوما اور ان سے جدا ہو کر شہر کی طرف چل پڑا۔ میں اس وقت حیرت میں تھا کہ وہ بیس روپے مجھ کو کہاں سے مل جائیں گے۔ میرے پاس ایک خط تھا جو میں نے کسی کے گھر میں دینا تھا۔ اس دن وہ خط لے کر دروازہ کمال پہنچا۔ ایک ترک اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا تھا۔ اس نے مجھ کو دیکھا اور آواز دی اور اپنے غلاموں کو دوڑایا۔ وہ مجھے پوری کوشش سے اوپر لے گئے۔ اس ترک نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں نے ہرچند کوشش کی مگر اس کو نہیں پہچان سکا۔ وہ ترک یہی کہتا کیا تم وہ عقل مند نہیں ہو جس نے فلاں جگہ میرے ساتھ نیکی کی تھی۔ میں نے اس سے کہا میں تم کو نہیں پہچانتا۔ اس نے کہا میں تم کو پہچانتا ہوں۔ خود کو کیوں چھپاتے ہو۔ الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں کیں اس کے بعد بیس روپیہ لایا اور بڑی معذرت کے ساتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ (فوائد الفواد مجلس بست 21 ویکم ص 124)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو بلا تردید بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح ظاہری زندگی میں اولیاء اللہ سے کسی چیز کو دینے کے لئے عرض کرنا جائز ہے ایسے ہی بعد وصال ان کی قبر کے پاس حاضر ہو کر کسی چیز کو دینے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حقیقتاً" دینے والا اللہ ہے اور اولیاء اللہ کی طرف نسبت مجازا" ہے جیسے حقیقتاً" بیمار کو اچھا کرنے والا اللہ ہے لیکن مریض کہتا ہے ڈاکٹر صاحب ہم کو اچھا کر دیجئے۔

حضرت علامہ جامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 898ھ)

آپ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابوالحارث اولاسی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں

Marfat.com

نے حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمتہ الرضوان کی بہت شہرت سنی تھی۔ چند مسئلوں کو حل کرنے کے لئے میں نے ان کی زیارت کا قصد کیا۔ جب میں مصر پہنچا تو لوگوں نے مجھے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سن کر میں ان کے مزار پر گیا۔ وہاں پہنچ کر مراقبہ میں بیٹھ گیا کچھ دیر کے بعد مجھے نیند آگئی۔ خواب میں ان کا دیدار ہوا اور مجھے جو مشکل مسئلے درپیش تھے وہ میں نے ان سے دریافت کیئے۔ انہوں نے ان سب کا جواب مجھے مرحمت فرمایا۔ (نفحات الانس ص 193)

حضرت علامہ جامی نے اس واقعہ کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر اپنی کسی حاجت کو لے کر جانا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے لوگوں کی مشکلات کو حل فرماتے ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ الرضوان۔ متوفی 973ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجت کا طریقہ رہا ہے کہ وہ حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے' اس کے وسیلے سے قضاء حاجت چاہتے' اس ذریعہ سے کامیابی کا اعتقاد رکھتے اور منہ مانگی مراد پاتے تھے۔ ازاں جملہ رکن اسلام حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ جب وہ بغداد میں فروکش تھے فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت لیتا ہوں۔ ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس جاتا ہوں۔ خداوند عالم سے وہاں دعا کرتا ہوں تو فوراً" حاجت روائی ہو جاتی ہے۔ (الخیرات الحسان مترجم ص 166)

اس تحریر سے علامہ ابن حجر مکی کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کرنا اور ان کے وسیلہ سے حاجت روائی چاہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

Marfat.com

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1052ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

زیارت قبور مستحب ست بالاتفاق۔

قبروں کی زیارت بالاتفاق مستحب ہے۔

اور تحریر فرماتے ہیں۔

واجب ست احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحاں و مراعات ادب برقدر مراتب ایشاں چنانچہ در حالت حیات ایشاں بود۔ زیرا کہ صالحاں را مدد بلیغ ست مر زیارت کنندگان خود را بر اندازہ ادب ایشاں۔ (اشعۃ اللمعات ج 1 ص 720)

میت کا احترام اس کی زیارت کے وقت واجب ہے خصوصاً بزرگان دین کا۔ اور ادب کی رعایت ان لوگوں کے مرتبے کے لحاظ سے ضروری ہے جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا۔ اس لئے بزرگوں کی مدد ان کی زیارت کرنے والوں کے لئے ادب کے اعتبار سے پہنچتی ہے۔

ان تحریروں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری کے یہ عقیدے کھلم کھلا ثابت ہوئے کہ قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک و بدعت نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب ہے اور زیارت کرنے والوں کے لئے بزرگوں کی مدد پہنچتی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1253ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اما الاولیا فانهم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالی و نفع الزائرین بحسب معارفهم و اسرارهم۔

اولیاء اللہ، اللہ کی بارگاہ میں مختلف درجہ رکھتے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو

Marfat.com

اپنے معارف و اسرار کے لحاظ سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (رد المحتاج ج 1 ص 604)

اور تحریر فرماتے ہیں۔

التبرک بزیادۃ قبور الصالحین فلا یاس اذا کن عجائز ویکرہ اذا کن شواب کحضور الجماعتہ فی المساجد۔

بزرگوں کی قبروں سے زیارت حاصل کرنا بوڑھی عورتوں کو حرج نہیں اور جب کہ جوان ہوں تو ناجائز ہے جیسے کہ جماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہونا جائز نہیں۔

ان تحریروں سے حضرت علامہ بن عابدین شامی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ اولیائے اللہ اپنے درجے کے اعتبار سے زیارت کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور بوڑھی عورتوں کو قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے میں حرج نہیں البتہ جوان عورتوں کو ناجائز ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمتہ والرضوان۔ متوفی 1176ھ)

آپ لکھتے ہیں والد گرامی شاہ عبدالرحیم نے فرمایا ایک دفعہ میں حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا۔ آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ تمہیں ایک فرزند پیدا ہوگا اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا۔ اس وقت میری زوجہ عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکی تھیں جس میں اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے سوچا اس سے مراد شاید بیٹے کا فرزند یعنی پوتا ہے۔ میرے اس وہم پر آپ فوراً مطلع ہو گئے اور فرمایا میرا یہ مقصد نہیں۔ بلکہ یہ فرزند (جس کی بشارت دی گئی ہے) خود تمہارے صلب سے پیدا ہو گا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرا عقد کا خیال پیدا ہوا اور اسی سے کاتب الحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔ میری پیدائش کے وقت والد ماجد کے ذہن سے یہ واقعہ اتر گیا اس لئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب انہیں واقعہ یاد آیا تو

Marfat.com

انہوں نے میرا نام قطب الدین رکھا۔ (انفاس العارفین ص 110)

اس واقعہ کے تحریر کرنے سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے یہ عقیدے واضح طور پر ثابت ہوئے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے۔ اولیاء اللہ کو بعد وصال بھی علم غیب ہوتا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر کئی سال پہلے دے دی تھی اور صاحب مزار بزرگ زیارت کرنے والوں کے خطرات قلب پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ الرضوان۔ متوفی 1239ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔

در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ می شود بزیارت قبور و استعانت بنفوس اخیار از اموات بدرستیکہ نفس مفارقہ را تعلقے ہست بہ بدن و تربتے کہ دفن کردہ شود در آں پس چوں زیارت می کند زندہ آں تربت را متوجہ می شود بسوئے نفس میت حاصل می شود میان ہر دو نفس ملاقات وفائصات و اختلاف کردہ اند در آنکہ امداد حی قوی تر ست از امداد میت یا بالعکس مختار بعضے محققین ثانی ست و دریں باب بعضے روایات کنند کہ فرمود آں حضرت ﷺ چوں متحیر شوید شما در امور یعنی بر آمد کارہا پس مدد جوئید از اصحاب قبور۔ شیخ اجل در شرح مشکوٰۃ گفتہ کہ یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزیکہ مخالف و منافی ایں باشد و رد کند ایں را (فتاوی عزیزیہ ج 2 ص 108)

شرح مقاصد میں ہے کہ قبروں کی زیارت اور نیک لوگوں کے نفوس سے وفات کے بعد فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بیشک وفات کے بعد نفس کا بدن اور قبر کے ساتھ ایک تعلق رہتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی شخص اس قبر کی زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات اور فیضان کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اس میں اختلاف ہے کہ زندہ کی امداد قوی ہے

Marfat.com

یا میت کی۔ بعض محققین نے میت کی امداد کو قوی قرار دیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس سلسلے میں روایت کی ہے کہ جب کسی کام میں حیران ہو جاؤ تو قبر والوں سے مدد طلب کرو۔ شیخ اجل حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے مشکوۃ کی شرح میں فرمایا کہ کتاب و سنت نیز اقوال سلف میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو اس کے مخالف و منافی ہو اور اس روایت کی تردید کرے۔

اس تحریر سے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ واضح ہو گیا ہے کہ بزرگان دین کے مزاروں کی زیارت کرنا اور اپنی مشکلات کے حل ہونے کے لئے ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

Marfat.com

کتابیات

کتاب ہذا کی تحریر و تدوین میں بے شمار کتب سے استفادہ کیا گیا ہے مگر اس کتاب کا زیادہ مواد ملفوظات قامیہ سفینۃ الاخبار اور شجرہ خاندان زنجانیہ سے اخذ کردہ ہے۔ ان کتب کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں سے تحقیق تصدیق میں مدد لی گئی ہے۔ بعض مقامات پر حوالہ جات، کی حیثیت سے اصل ... اقتباسات کو ویسے ہی درج کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا ماخذ مندرجہ ذیل کتب ہیں۔

1. ملفوظات قامیہ قلمی از سید محمد قاسم زنجانی
2. سفینۃ الاخبار از سید محمد بڈھا زنجانی
3. شجرہ خاندان زنجانیہ سید محمد یوسف زنجانی
4. فوائد الفواد حضرت نظام الدین اولیاء
5. تحقیقات چشتی مولوی نور احمد چشتی
6. جنید بغداد ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر ترجمہ محمد کاظم
7. انوار اصفیاء پبلشر شیخ غلام علی اینڈ سنز
8. سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ
9. تاریخ ایران قدیم غلام سرور
10. حدیقۃ اولیاء مفتی غلام سرور لاہوری
11. بزم صوفیاء صباح الدین عبدالرحمن
12. کشف المحجوب حضرت ن ہجویری
13. گلزار ابرار محمد غوث شطاری مانڈوی
14. خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری

Marfat.com

15. تذکرۃ الاولیاء حضرت شیخ عطار
16. ماثر لاہور محمد دین فوق
17. تاریخ جلیلیہ پیر غلام دستگیر نامی
18. اولیائے لاہور محمد لطیف ملک
19. آفتاب زنجان عالم فقری
20. تذکرہ اولیائے لاہور عالم فقری
21. تاریخ سادات زنجانیہ عالم فقری
22. یاد رفتگان محمد دین فوق
23. دعوت اسلام ڈاکٹر آرنلڈ
24. لاہور عہد مغلیہ محمد دین فوق
25. نقوش لاہور نمبر عبداللہ قریشی
26. تاریخ پنجاب جج عبداللطیف
27. بزرگان لاہور پیر غلام دستگیر نامی
28. بزرگوں کے عقیدے مفتی بلال الدین
29. آئین اکبری ابوالفضل فیضی
30. مخزن اسرار نظامی گنجوی
31. تاریخ لاہور کنہیا لال ہندی
32. رسالہ حقیقت اسلام از پیکو لمیٹڈ لاہور
33. تذکرہ اولیائے لاہور محمد وارث کامل
34. ہسٹری آف لاہور جج عبداللطیف
35. عرب کا مسافر مولوی محمد شریف نوری
36. تاریخ ہند مولانا ذکاء اللہ

Marfat.com

Marfat.com

صاحبزادہ سید افضال حسین زنجانی سجادہ نشین حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

Marfat.com